اِنَّ ھٰذہٖ تَذْکِرَۃٌ لِاُولِی الْاَلْبَاب

حیات مولانا کرامت حسین

۱۳۳۶ھ

یعنی

ترجمہ علامۂ زمان عالم علوم مشرقی و مغربی عالیجناب حاجی وزوار مولانا سید کرامت حسین صاحب بیرسٹرایٹ لا۔ سابق پیونی جج ہائیکورٹ الہ آباد۔ فیلو آو الہ آباد یونیورسٹی۔ ممبر فکلٹی آو آرٹس۔ ممبر سنڈیکیٹ۔ ممبر سینٹ۔ سابق ممبر کاؤنسل لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ

مؤلفہ

حامد علی خان بیرسٹرایٹ لا لکھنؤ

مصنف

اے فرول ٹولنڈن۔ دی اسٹوری آو دی سلیو اینڈ دی نور زنگ (یہ دونوں انگریزی نظمین ہین) دی بلورک آو انڈیا۔ دی ورنکیولر کنٹروبسی ہاؤ ٹو چک دُ ابنٹیرز۔ ہمارے ہمعصر مقابلہ دبیر ملٹن در حیات دبیر۔ آتش۔ وغیرہ۔

در مطبع الناظر و مطبع نور المطابع نخاس لکھنؤ

۱۸۹۶ء

فہرست مضامین حیات مولانا کرامت حسین (۱۳۲۶ ہجری)

باب اول

باب دوم

باب سوم

باب چہارم

باب پنجم

باب ہشتم

باب نہم

باب دہم



(۱) مولوی سید سراج حسین صاحب
(۲) مولوی سید عنایت حسین صاحب
(۳) مولانا سید کرامت حسین صاحب
(۴) مولوی سید رعایت حسین صاحب



مولانا سید کرامت حسین صاحب مرحوم



بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

جناب مولانا سیدنا سید کرامت حسین صاحب کی حیات ہی مین یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ مولانا کی لائف (ترجمہ) لکھنا چاہیے ترجمہ لکھنے مین بہت سی دقتین تھین جنکا ذکر تمہید مین ہوگا منجملہ اونکے ایک میرے مزاج کی افتاد تھی گو اس بیان سے میری مدح ترشح ہوتی ہے لیکن مجبور ہون بغیر اسکے میرا مفہوم ہی ادا نہ ہوگا کہ تقریر اور تحریر مین نہایت احتیاط سے کام لیتا ہون جسکا اندازہ اس واقعہ سے ہوگا کہ جب جناب سید محمد طاہر صاحب فرخ آبادی کے حالات لکھنے کا مینے قصد کیا مین فرخ آباد گیا اور اونکے حالات خود اون سے دریافت کرکے قلمبند کیے اونکو سنائے اور اونکے پاس کر دینے کے بعد معیار مین چھپوائے۔

جب مولانا کے ترجمہ کا خیال آیا اوسوقت میری تندرستی نہایت ہی خراب تھی بیماری کے حملے پر حملے ہو رہے تھے مین اس قابل نہ تھا کہ خود لکھ سکون لہذا مولانا کی خدمت مین مین نے عرض کی کہ اپنے حالات لکھ دیجئے میری عرض مولانا کی خدمت مین بلاشبہ قضاء مبرم کا حکم رکھتی تھی مولانا نے اپنے مختصر حالات سنہ ۱۹۱۰ء مین لکھ دیئے اور بعض

حالات لکھوائے اور سند صحت مولانا سے حاصل کر کے پاس کئے گئے ان تمام حالات کی نقل کرالی مع اصل اور نقل جدا جدا بکس مین اپنے پاس نہایت احتیاط سے رکھ لین جو حالات مولانا سے ملے تھے انمین اکثر بطور یادداشت کے تھے اور مولانا نے قلم برداشتہ لکھدئے تھے بوجہ اپنے علیل ہو جانے کے اور لکھنؤ مین سنہ ۱۹۱۴ء سے قیام کم ہونے کے مجھکو اون حالات کے دیکھنے کی نوبت بھی نہ آئی کہ دفعتاً ۱۹- اپریل سنہ ۱۹۱۷ء کو خبر انتقال مولانا پہونچی مین اوس زمانہ مین علیل اور دیرہ دون مین مقیم تھا وسط مئی سنہ ۱۹۱۷ء مین لکھنؤ واپس آیا اور مولانا کے حالات کو پڑھا بہت سے کام اوسکے متعلق پائے انگریزی عبارتون کا ترجمہ کرنا جابجا حوالون کا تلاش کرنا واقعات کو ترتیب دینا۔ احباب کو خطوط بغرض حصول حالات تحریر کرنا۔ مولانا کے کمال و اوصاف کا فوٹو ایک سے لیکر قلم کے حوالہ کرنا مختصر مولانا کا ترجمہ لکھنا۔ ان کامون مین سے بعض کام سید علی محسن خانصاحب ابر لکھنوی اور سید ممتاز حسین[۱] صاحب جونپوری کے سپرد کر کے آخر مئی سنہ ۱۹۱۷ء بغرض تبدیل آب وہوا منصوری روانہ ہو گیا۔ اتفاق سے ابر صاحب بیمار ہو گئے اور بوجہ طولانی اور شدید مرض کے ان کامون کو مطلق انجام نہ دے سکے سید ممتاز حسین صاحب کو کچہری کے کامون سے مہلت نہ ملی لیکن اونکو دل سے خیال رہا تعطیل کلان (۲۰ ستمبر لغایت آخر اکتوبر سنہ ۱۹۱۷ء) مین لکھنؤ آئے اور جو کام مین نے اونکے متعلق کئے تھے اونکو شروع کیا۔ ادھر سید ممتاز حسین صاحب متوجہ ہوے اودھر منصوری مین طویل قیام سے مجھکو کچھ افاقہ ہوا مولانا کے ترجمہ کا خیال تو تھا اور دل سے تھا لیکن ضعف و اضمحلال اوسکو عملی صورت مین نہین آنے دیتے تھے بیماری کی وجہ سے

---

[۱] سید ممتاز حسین صاحب انگریزی ملازم ہین وسط مئی سنہ ۱۹۱۷ء مین سب جج پرتاب گڈھ کے سررشتہ دار تھے اور شروع سنہ ۱۹۱۸ء سے رائے بریلی مین منصرم ہین جونپور کے رہنے والے ہین۔

نہ محنت کی طاقت نہ دماغ مین قوت یہ حالت اور پھر مولانا کے انتقال سے دل بیٹھ گیا مزا زندگی کا جاتا رہا وہ زخم ہے کہ جسکو مدت زمانہ بھی اندمال نہ کرسکے گی یہ داغ ہمیشہ تازہ رہے گا اور یون ہی قبر مین جائے گا مولانا کو اس خیال سے کہ بوجہ ذیابطیس کے میری تندرستی خراب رہتی ہے کہین اون سے قبل مین دنیا سے نہ اوٹھ جاؤن تکلیف ہوتی تھی اور وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حامد تم میرے سامنے نہ مرنا۔ مولانا مینے خدا کے فضل سے تعمیل حکم کردی لیکن خدا ہی جانتا ہے جو دل پر گذرتی ہے اور جب تک حیات مستعار باقی ہے گذرتی رہے گی۔ زندہ ہون لیکن مزا زندگی کا آپ کے ساتھ قبر مین آرام کر رہا ہے اکثر یہ کہکر دل کو سمجھاتا ہون کہ گو مین آپ کی نعمت صحبت سے محروم ہون لیکن خداوند تعالی کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آپ کو دیکھا۔ آپ کی صحبت سے کئی برس مستفیض رہا آپ سے دوستی کا اور اسقدر گہری دوستی کا کہ مشہور ہوگئی مرتبہ حاصل کیا۔ ایک دن جدائی تو ہوتی ہی سچ ہے اللہ باق و کل شئ فان۔

المختصر مولانا کے ترجمہ کے خیال نے زور کیا بیماری وضعف و نقاہت پر غالب آیا مینے بسم اللہ کہکر قلم اُٹھایا اُنھین انگلیون سے جنسے لکھنے مین سخت تکلیف ہوتی ہے ذیابطیس کی وجہ سے کئی سال سے اعصاب کمزور ہوگئے ہین ہاتھون اور پیرون کی انگلیون مین سختی و کم خشگی پیدا ہوگئی ہے تندرستی کے ساتھ مالی حالت بھی خراب ہے اسقدر استطاعت کہان کہ کوئی لکھنے والا نوکر رکھون مین بتاتا جاؤن اور وہ لکھتا جائے انھین ذیابطیس زدہ انگلیون سے کام لے رہا ہون اور اس حالت مین کہ ایک دنبل سے جو ایک نازک مقام پر نکلا ہے بیچین ہون۔ ب مین کیا لکھ رہا ہون مولانا کے ترجمہ کا شوق لکھوا رہا ہے۔ قبل اسکے کہ یہ چند

لہ مین انکو مولانا اور وہ مجکو کس پیار سے حامد کہتے تھے والد مرحوم جناب حکیم محمد امجد علی خانصاحب بھی صرف حامد فرمایا کرتے تھے افسوس اب کوئی حامد کہنے والا نہ رہا۔۔۔

سطرین ختم ہوتی ہین سید ممتاز حسین صاحب جونپوری کا سب سے اول تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہون جناب مولوی کاظم حسین صاحب قبلہ مدظلہ متوطن پھپوند ضلع اٹاوہ سابق ناظم و اتالیق جناب نواب ریاض الحسن خان بہادر والی ریاست کدورہ باونی وجناب مولوی تصدق حسین صاحب قبلہ مدظلہ کنتوری کا بھی تہ دل سے ممنون ہون کہ میرے خطوط کے جواب مین مولانا کے بعض حالات ارسال فرمائے۔ بعض واقعات مکرمی جناب شاہ زمان مرزا صاحب عرف نواب الھن صاحب ساکن چوکھی لکھنؤ اور مشفقی حکیم سید مصطفےٰ حسین صاحب ساکن بیدی ضلع بجنور سے جو چند سال سے اکثر مولانا کی خدمت مین حاضر رہتے تھے معلوم ہوئے ان دونون صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہون۔ نواب سجاد علی صاحب عرف اچھن صاحب رئیس بنجاری ٹولہ لکھنؤ نے بعض حوالون کی تصدیق مین مدد دی ہے انکا بھی ممنون ہون اور جناب مخدومی نواب سید عسکری مرزا خان بہادر عرف بن صاحب متخلص بہ بلیغ لکھنوی۔ جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی۔ جناب حکیم سید عنایت حسین صاحب بارق لکھنوی اور جناب حکیم محمد علی صاحب نبیرہ جناب حکیم نبا صاحب لکھنوی نے۔ اور منیر آغا صاحب اشہر لکھنوی نے بعض کاپیونکے مقابلہ کرنے اور بعض پروف دیکھنے مین مدد دی ہے ان صاحبونکا بھی شکریہ ادا کرتا ہون حضرت مولانا سید علی نقی صاحب صفی لکھنوی کا بھی شکرگذار ہون کہ انکے مشورہ سے مستفید ہوتا رہا۔

جو کچھ لکھا ہے وہ کسقدر کم ہے اور کسقدر مولانا کے اعلےٰ مرتبہ سے گرا ہوا ہے ع دل من داند و من دانم و داند دل من لیکن کیا کم بضاعت لوگ موافق اپنی حیثیت کے تحفہ پیش نہین کرتے اس خیال سے جرأت حاصل کرکے اس ترجمہ کو ناظرین کی خدمت مین پیش کرتا ہون۔ مولانا کی زندگی بے نظیر اونکا علم و کمال بے مثال اونکی عادتین خصلتین صفتین لاجواب۔ وہ مجموعہ علوم شرقیہ و مغربیہ تھے انمین بہترین صفات نئی اور پرانی تہذیب کے اکمل درجہ پر

لہ سنہ ۱۸۹۱ یا سنہ ۱۸۹۲ء ہوگا کہ ایک بیوہ بڑھی غریب [illegible] نے جناب ملکہ معظمہ کو [illegible] قیصر ہند کہ دنین جناب ملکہ معظمہ کی سالگرہ کی تقریب مین بطور تحفہ کے انڈے بھیجے تھے ملکہ معظمہ نے [illegible] کی شکریہ ادا [illegible] اس زمانہ مین [illegible] مین تھا۔

پائے جاتے تھے۔ **شعر**

ہر نئی تہذیب اگلی وضع مین قابل تقلید حامدؔ وہ رہے

لکھنے کا ع وہ حق تو یون نہے کہ حق ادا نہ ہوا لیکن اس امر کی کوشش ضرور کی گئی ہے کہ مولانا کے ترجمہ مین مولانا کی زندگی کی کچھ تو جھلک آجائے۔ آیا مین اس کوشش مین کامیاب ہوا یا ناکامیاب یہ اون ناظرین کی نظر پر چھوڑتا ہون جو اونکے دوست ہین یا اون سے واقف ہین اگر اس ترجمہ سے کسی نے سبق حاصل کیا یا اسکی زندگی پر اچھا اثر پڑا تو مین سمجھون گا کہ میری محنت ٹھکانے لگ گئی۔

تحسین گنج لکھنؤ یکم جون ۱۹۱۸ء۔ خاکسار حامد علی

مکرر اینکہ۔ افسوس صد ہزار افسوس کہ ۲۴۔ جون ۱۹۱۸ء کو جناب سید محسن علی خان صاحب آبر لکھنوی نے انتقال کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

لکھنؤ مین غزل کی چہل پہل انھین کے دم سے تھی غزل کے دلدادہ تھے۔ طبیعت مین عشق شاعری کے علاوہ آزادی بھی تھی۔ ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔ صرف آزاد مرد ہی نہ تھا ع سوا اسکے بہت سی خوبیاں تھین مرنیوالے مین" یہ کتاب جناب آبر کے اہتمام مین چھپنا شروع ہوئی تھی۔ اونکے انتقال کی وجہ سے چھپنے مین تاخیر ہوئی۔ **شعر**

صراحت کی نہین حاجت بیان مختصر یہ ہے
بہت سے دقتین پیش آئین لکھنے اور چھپنے مین
حامد

تحسین گنج۔ لکھنؤ۔ ۲۵ جون ۱۹۱۸ء ح۔ ع۔ خ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

کسی کامل کی لائف (ترجمہ) لکھنا آسان نہین ہے یہ فن ہند مین خصوصًا اردو زبان مین ابھی تک اپنے زمانہ طفولیت سے آگے نہین بڑھا ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ مین ہندوستان کا ذکر کرنا فضول ہے یورپ مین جہان صدیون سے ترجمہ کیطرف توجہ رہی ہے اور بلا مبالغہ ہزارہا ترجمہ لکھے گئے ہین وہان جن ترجمہ لکھنے والونکو ناموری حاصل ہوئی ہے اور جن کے ترجمے مقبول خاص و عام ہوئے ہین انکے نام انگلیون پر گنے جا سکتے ہین ان مین سے انگلستان مین باسول[۱] کی لائف آو ڈاکٹر سیموئل جانسن[۲] اور لارڈ جان مارلے[۳] کی لائف آو ڈبلو ای

---

[۱] جیمس باسول ۲۹ - اکتوبر ۱۷۴۰ع مین مقام اڈنبرا جو اسکاٹلینڈ مین واقع ہے پیدا ہوا اور ۱۹ مئی ۱۷۹۵ع کو ۵۵ برس کی عمر مین انتقال کیا۔ [۲] جانسن مشہور و معروف نثار انگلستان ۱۸ - ستمبر ۱۷۰۹ع مین پیدا ہوے اور ۱۳ دسمبر ۱۷۸۴ع مین انتقال کیا اور ویسٹ منسٹر ایبے مین دفن ہوے (یہ وہ مقام ہے جہان کاملین دفن ہوتے ہین) نہایت عسرت سے زندگی کا بہت بڑا حصہ بسر کیا آخر عمر مین تصنیفات کی بدولت فارغ البالی حاصل ہوئی [۳] جان مارلے ۲۴ دسمبر ۱۸۳۸ع کو پیدا ہوے ابھی زندہ ہین۔

گلیڈسٹن[1] ہین باسول کو اسوجہ سے کامیابی حاصل ہوئی کہ اسنے اپنے آپکو جانسن کے ساتھ سنا اتنا سایہ تک منتھی کردیا تھا ہر چھوٹے بڑے واقعہ کو جانسن کے جس کا وہ شیدائی تھا دیکھتا اور نوٹ کرتا اور جو واقعات معلوم نہ تھے اونکو خود جانسن سے دریافت کرکے تحریر کرتا اور بعد وفات جانسن کے جن احباب کو جانسن کے حالات معلوم تھے انکے پاس خود جاتا اور ان سے حالات دریافت کرکے لکھتا اور ایک ایک سن اور تاریخ کی صحت کے لیے بلا مبالغہ لندن چھانڈالتا الحق ترجمہ لکھنے کا کماحقہ حق ادا کیا ہے۔ باسول نے دکھا دیا کہ ایک معمولی لیاقت کا آدمی مگر دل سے شیدا اپنی زندگی کے ایک حصہ کو وقف کرکے ایسا ترجمہ لکھ سکتا ہے کہ جو ترجمہ لکھنے والونکے لیے رہنمائی کا چراغ بنجائے باسول کو کیون یہ کامیابی حاصل ہوئی اسکا راز یہ ہے کہ اسنے جانسن کے علم۔ لیاقت خصلتون عادتون وغیرہ کا سچا اور مکمل فوٹو سیدھی سادھی عبارت مین ایسا کھینچا ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم جانسن کو دیکھ رہے ہین اور اوس سے باتین کررہے ہین افسوس ہزار افسوس ہم لوگ اپنے اہل کمال کی زندگی مین یا بعد مرنے کے قدر نہین کرتے اور میری رائے مین ایک یہ وجہ بھی ہمارے زوال اور انحطاط کی ہے ہزارہا کاملین گذر گئے اور ہم نے یہ بھی نہ جانا کہ کون آیا اور کون گیا انکے پاک اور پاکیزہ زندگی سے سبق لینا اور ان کے علم و فضل سے مستفیض ہونا کیسا انکے نام تک نہین جانتے۔ اس حالت کو مشاہدہ کرکے مین نے یہ شعر کہا۔

شعر

یہ منزلت بھی غنیمت ہے اہل دنیا کی ۔۔۔ ملا کے خاک مین ذکر کمال ہوتا ہے

مین نے جب یہ شعر مولانا کو یہ کہکر کہ آپ کی زندگی کا فوٹو مین نے یون کھینچا ہے سنایا مولانا بیتاب ہوگئے اور میری آنکھون مین بھی آنسو ڈبڈبا آئے

---

[1] گلیڈسٹن کی عمر ۸۹ برس کی ہوئی ۱۸۰۹ء مین پیدا ہوا اور ۱۸۹۸ء مین انتقال کیا۔

کلیڈسٹن کا ترجمہ جو لارڈ مارلے نے لکھا ہے مشہور و معروف ترجمہ ہے ۔ ترجمہ کیا ہے کارنامہ ہے
قریب تین لاکھ کاغذون کے متعلق گلیڈسٹن کی زندگی کے نظر سے گذرے ہین ان
کاغذون کا عطر کل تین جلدون مین کھینچا ہے (یہ تین جلدین اب دو جلدون مین
چھپی ہین) ورنہ بجاے تین جلدون کے سو بلکہ ہزار جلدین لکھنا آسان تھا
کہین اختصار اور کہین طول سے کام لیا ہے اور ہر موقع اور محل کو پیش نظر رکھا ہے شعر

باتون مین اختصار کیا قصہ ختم تھا ۔ اور طول دیدیا تو اک افسانہ ہو گیا (حامد)

اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ ترجمہ کے اصول پر کامل دستگاہ ہے ۔ یہ بات
قابل ذکر ہے کہ گلیڈسٹن کی زندگی کے ایک مُرخ کی نسبت بہت کم لکھا ہے گلیڈسٹن
بہت بڑے اور پکے عیسائی (جیسے لارڈ سلسبری مشہور وزیر خارجہ اور وزیر اعظم
انگلستان نے کہا ہے) اور اپنے مذہب کے بہت بڑے واعظ اور عالم تھے لیکن
مارلے نے یہ رخ اپنے ترجمہ مین کچھ زیادہ وضاحت سے نہین دکھایا ہے ۔
گلیڈسٹن مجموعہ کمالات تھے ۔ بجٹ پر جو اسپیچین دی ہین انکو ایسا دلچسپ بنایا ہے
جیسے کسی عمدہ ناول مین حسن و عشق کی دلکش کہانی ہو اور اس طرز کی اسپیچ کا
ترجمہ ہے ۔ پارلیمنٹ کی تاریخ ایسا جاننے والا کہ نظیر نہین ۔ کلام ہومر[1]
کا ایسا عالم کہ جواب نہین ۔ جتنے فصیح و بلیغ مقرر ۔ جتنے چیدہ مدبر اور سیاسی
امور کے ماہر انگلستان مین گذرے ہین انمین منتخب ۔ مارلے خود بڑے مقرر اور مدبر
ہین گلیڈسٹن مین جتنے کمال اور خوبیان تھین ان سب کا ذکر ترجمہ مین کیا ہے اور
لاجواب خوبی سے کیا ہے ۔ تین لاکھ کاغذ کے خلاصہ مین وہ سلیقہ ہے کہ جسکی
تعریف نہین ہو سکتی ۔ لفظ سے لفظ سطر سے سطر جملہ سے جملہ فقرہ سے فقرہ پیدا ہوتا جاتا
ہے بات سے بات نکلتی آتی ہے ۔ اور عبارت نہایت دلکش اور سلیس ہے

---

[1] یونان کا بے نظیر شاعر اور روے زمین کے شاعرون مین منتخب شاعر ہے ۔

سبحان اللہ۔ تمام کمالات اور فضائل گلیڈسٹن کا بیان تو ہے مگر جب نظر غور سے دیکھو گے یلانعار رنے کا گلیڈسٹن کا ترجمہ ایک بہت بڑے مدبر اور ماہر امور سلطنت کا ترجمہ ہے۔ گلیڈسٹن کی زندگی ۹۴-۶۵ برس تک ملک انگلستان کی زندگی ہو ایسی صورت مین ترجمہ ترجمہ نہین رہتا بلکہ تاریخ ہو جاتا ہے مارلے نے بڑا کمال دکھایا ہے کہ ترجمہ کو ترجمہ کے حدود سے باہر نہین جانے دیا ہے۔ تاریخ کی جھلک بھی نہین آنے دی ہے اس بیان سے میری غرض یہ ہے کہ اگر ترجمہ لکھنے والا خود اس علم یا فن کو جانتا ہے جو بدرجہ کمال اوس شخص مین پایا جاتا تھا جسکا وہ ترجمہ لکھتا ہے تو ترجمہ لکھنے والا اچھی طرح ترجمہ لکھ سکتا ہے۔ یا یہ حالت ہو جیسے باسول کی جانسن کے ساتھ تھی کہ سایہ کی طرح برسون ساتھ رہا جو گزرا وہ قلم بند کر لیا سوائے ترجمہ لکھنے کے اور کوئی کام سالہا سال نہ ہو تندرستی اور فرصت ہو یہ سب باتین ہون۔ تاہم دردسری کی ضرورت ہے۔ بقول خواجہ حیدر علی آتش

مصرع بے خون جگر کھائے نہین لطف بیان کا۔ لیکن مولانا سید کرامت حسین صاحب نے ترجمہ لکھنے کے لیے غیر معمولی لیاقت اور فرصت کی ضرورت ہے اور یہ دونون باتین مجھ مین نہین البتہ مجھکو مولانا کی خدمت مین پیشتر سے نیاز کا فخر حاصل ہے۔ میرے دادا حکیم محمد ابو علی خان صاحب مرحوم مولانا کے جد امجد مفتی محمد قلی خان اعلی اللہ مقامہ کے شاگرد تھے صفحہ ۸۰ الشمس التواریخ مطبوعہ مطبع منشی گلاب سنگھ لکھنو مین لکھا ہے وہ حکیم ابو علی خان صاحب ضلع باندہ کے تحصیلداری سے استعفا دیکر برفاقت جناب اسکاٹ صاحب بہادر جج میرٹھ پہونچے اور وہان شرف تلمذ جناب قدسی ماب حضرت مفتی سید محمد قلی خان صاحب بہادر صدر الصدور میرٹھ متوطن کنتور ملک اودھ شاگرد رشید جناب دلدار علی صاحب اعلی اللہ مقامہ سے مشرف ہوئے اور جناب تقدس آیات سے شرائع الاسلام۔

فقہ اور بہت متفرق کتابین پڑھین اور ۵-۶ برس اکثر اوقات خدمت جناب مجتہد
الیہ مین حاضر رہے اور جس قدر نوازش جناب مجتہد علیہ انکے حال پر مبذول تھی
قلم بریدہ زبان اوسکے بیان سے قاصر ہے ۱۲

میرے والد حکیم محمد امجد علیخان مرحوم مولانا کے والد جناب مولوی سید سراج حسین
صاحب اعلی اللہ مقامہ کے شاگرد تھے چنانچہ شمس التواریخ مین لکھا ہے (دیکھو صفحہ ۱۱۱)
صرف نحو۔طب۔ از موجز تا قانون اپنے والد بزرگوار جناب حکیم ابو علی خان صاحب سے
پڑھا اور انھین سے مطب کیا۔منطق۔حکمت۔ریاضی و دیگر علوم عقلیہ و نقلیہ جناب
مستطاب سلطان المحققین فخر المدققین مولوی سید سراج حسین صاحب ابن جناب
مفتی محمد قلی خان صاحب بہادر اعلی اللہ مقامہما فی اعلی علیین سے پڑہین ۱۲
صغر سنی مین مینے مولانا کو محلہ بنجاری ٹولہ لکھنؤ مین ضرور دیکھا ہوگا لیکن مجکو یاد نہین یالبتہ
یاد ہے کہ ۱۸۸۹ع کے وسط کے بعد جب مولانا انگلستان سے واپس آئے مین مولانا
سے ملا۔مولانا نے الہ آباد مین بیرسٹری کا کام شروع کیا۔جب مولانا الہ آباد سے
آتے تھے میرے یہان ٹھہرتے تھے اپنے نہایت قریب رشتہ دارونکے یہان جنسے
برادرانہ اور دوستانہ برتاؤ تھا قیام نہ فرماتے تھے۔رفتہ رفتہ دوستی بڑھی اور
اسدرجہ پر پہونچی کہ یہ جانا کہ دوستی کسکو کہتے ہین مولانا کے چند دوست تھے جنکے نام
اپنے ہاتھ سے لکھے ہین اور جو اس ترجمہ مین درج ہین انمین راقم الحروف کا نام بھی
ہے میری حالت جو مولانا کے ساتھ تھی اسکو انکا ہی دل جانتا تھا ع بیان ممکن نہین
جو لطف ہے سچی محبت مین کوئی موقع بلکہ غیر موقع ایسا نہ تھا کہ تقریر اور تحریر مین مولانا کا
مین ذکر نہ کرون اور جس قدر مولانا کو مجھ سے محبت تھی اسکا بیان بھی نہین ہوسکتا
ایک صاحب نے مولانا سے میرے سامنے ۵ یا ۶ برس ہوئے دریافت کیا کہ
آپ کے دوستون مین جناب (میری طرف اشارہ کرکے) کا کیا مرتبہ ہے مولانا نے

فرمایا اسقدر بلند کہ اس سوال کی ضرورت ہی نہین ان وجوہ سے مین مولانا کے ترجمہ لکھنے کے لیئے موزون ہون لیکن علالت ضعف و نقاہت لکھنے مین سد راہ ہوتے ہین اور پھر لکھون تو کیا لکھون مولانا اپنے کمال و علم و فضل و اوصاف جنکے کوئی حد و انتہا نہ تھی ہمیشہ چھپاتے رہے اون صاحبون کا ترجمہ لکھنا جنکے کمالات و اوصاف ظاہر ہین بہت مشکل ہے تو اس شخص کا ترجمہ لکھنا جو اپنی زندگی کا راستہ نہایت خاموشی سے طے کرے اور اپنے لاجواب علم اور خوبیون کے اظہار کو عیب جانے میری رائے مین تو ممکن ہی نہین۔ علاوہ اس دقت کے ایک دقت اور ہے مولانا کے علم و فضل و کمال و فنون و اوصاف کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ مولانا ہر فن مولا تھے۔ حدیث تفسیر۔ ادب۔ قانون۔ منطق۔ فلسفہ۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ ہیت۔ نجوم۔ جفر۔ طب۔ ڈاکٹری۔ کیمیا فارسی۔ سریانی۔ عبرانی۔ فرانسیسی۔ لاطینی۔ جرمنی۔ انگریزی وغیرہ وغیرہ کے ماہر تھے اسپنسر۔ اور علم سیاست کو خوب جانتے تھے۔ اسپنسر کو قریب تیس برس کے بغور پڑھا تھا۔ ایسے عربی دان ہندوستان مین بلکہ روے زمین پر کم ملین گے۔ ہزارہا شعر عربی۔ فارسی۔ اردو۔ انگریزی کے یاد تھے شعر کے حسن و قبح پر فوراً نظر پڑتی تھی شعر کہتے بھی تھے لیکن بہت کم ایک شعر اونکا یاد ہے۔ **شعر**

جو عمر کہ باقی ہے گذرنا ہے اسی مین ‏ ‏ ‏ جینا ہے اسی شغل مین مرنا ہے اسی مین

زبان اور صفائی بندش ملاحظہ ہو۔

گھوڑے کو خوب پہچانتے تھے گھوڑے کا علاج خوب کرتے تھے بہت اچھے سوار ہوتے تھے۔ تیر و نیزہ و تلوار و بندوق خوب لگاتے تھے۔ پیرتے خوب تھے لیزم خوب ہلاسکتے تھے۔ بنوٹ اور بانک خوب جانتے تھے۔ علی مد۔ اور رستم خانی خصوصاً علی مد دیکھنے کے شائق تھے۔ بلبل کی نسبت مشہور ہے کہ گل پر عاشق ہے مولانا بلبل پر عاشق تھے۔ بلبل کو خوب پہچانتے خوب علاج کرتے اور خوب پالتے تھے

اچھے بلبل کی آواز پر فدا تھے **مصرع** طائرو ںکا جو ہو اشوق تو پانے بلبل

ایک زمانہ مین حقہ بھی خوب (زائد) پیتے تھے - خود تمباکو اور خمیرہ بناتے تھے خود تو اسقدر نہ پیتے تھے کبھی کبھی انکے ہاتھ کا حقہ بھرا ہوا رمضان المبارک مین شام سے صحری کے وقت کے ساتھ ختم ہوتا تھا اسقدر علوم وفنون کا مجموعہ اور ایک دماغ اللہ اکبر -

یہ باتین برسون مین معلوم ہوئین خدا جانے اور کیا کیا جانتے تھے - کوئی عربی کا جید عالم ہو وہ مولانا کی عربی کا حسن سمجھ سکے اور یہ رخ انکے ترجمہ مین دکھا سکے علے ہذا القیاس تفسیر حدیث - منطق - قانون - وغیرہ وغیرہ سے جو واقف ہو وہ مولانا کے ان علوم کے جاننے کی تعریف کر سکے -

فن طباخی اور فن رکابداری مین اسقدر کامل دستگاہ حاصل تھی کہ اپنا عدیل و نظیر نہین رکھتے تھے - پلاؤ - قورمہ - شامی کباب - پسندے - شیخ کے کباب - کوفتے - نرگسی کباب - مسلم مرغ - مرغ کا قورمہ - تنجن - مزعفر - سفیدہ - وغیرہ وغیرہ - بے مثل پکاتے تھے - مربے چٹنیان - لوزات - حلوے - لاجواب بناتے تھے -

انڈے کے حلوے بہت قسم کے تیار کرتے تھے - ایک حلوہ پانچ منٹ مین بنجاتا تھا جسکا مزہ زبان قلم سے بیان نہین ہوسکتا - ہان خوب یاد آیا بالائی ایسی ایجاد کی تھی کہ لکھنؤ اور سورت مین بھی نہین کھائی - بالائی کے تہین موٹی ہوتی تھین اور بالائی نہایت صاف اور خشک ہوتی تھی - یہ نسخہ مولانا نے ایک حلوائی کو الہ آباد مین بتا دیا تھا وہ بھی بنانے لگا تھا مولانا کے ازراہ سکے ہاتھ کی بنی ہوئی بالائی مین نے الہ آباد مین کھائی تھی - مولانا اکثر میرے لیے اپنے ہاتھ سے کھانا پکایا کرتے تھے - انگلستان سے واپس آنے کے بعد انگریزی چولھے پر پکاتے تھے - سب یا اکثر چیزین جیسی ضرورت ہوتی تھی نہایت صاف پتیلی مین چولھے پر رکھدیتے تھے لکڑی یا کوئلے کی آنچ نہ ہوتی تھی بلکہ مٹی کے تیل کی آنچ دھیمی کرکے دوسرے کمرے مین تشریف لیجا کر کام کیا کرتے تھے

رکبھی کبھی اوٹھ کر پتیلی کو دیکھ لیتے تھے چار پانچ گھنٹہ مین کھانا تیار ہو جاتا تھا
علی بخش لکھنوی باورچی مشفقی سید مہدی حسن صاحب احسن لکھنوی مولف واقعات
انیس کی زبردستی اور فصیح قلم سے مولانا کے پلاؤ قورمہ مچھلی وغیرہ کی تعریف لکھواتا
تو پڑھنے والے کو مزا آتا۔

بات یہ ہے کہ جو شخص جس شئے کو جانتا ہے وہی اوسپر خوب لکھ سکتا ہے۔ اتنی چیزین کون
جانتا ہے مین صرف اسقدر جانتا ہون کہ مولانا فلان فلان علوم و فنون جنکی طرف ابھی اشارہ کیا
ہے جانتے تھے یا فلان فلان اوصاف مولانا مین بدرجۂ کمال موجود تھے
مثلاً صداقت۔ راستبازی۔ صاف گوی۔ آزادی۔ یکرنگی۔ پختہ مزاجی۔
بے تعصبی ہمدردی۔ وغیرہ وغیرہ۔ ہکسلے نے کیا خوب کہا ہے۔ جسکا ترجمہ یہ ہے
"لائق آدمی روے زمین پر بہت ہین کیرکٹر (سیرت) کے آدمی بہت کم ہین"
ہمارے مولانا مین یہ دونو باتین جمع تھین لیاقت لاجواب کیرکٹر بے مثل۔

سلہ علی بخش لکھنؤ کا مشہور باورچی تھا نصیر الدین بادشاہ اودھ کے زمانہ مین شاہی باورچی خانہ مین نوکر ہوا اور بعہد سلطنت امجد علی شاہ و واجد علی شاہ مین شہرت حاصل کی۔ بعد انتزاع سلطنت نواب محسن الدولہ و نواب ممتاز الدولہ کے سرکار مین نوکر رہا پھر داروغہ نظیر حسن صاحب خلف داروغہ واجد علی صاحب رئیس لکھنؤ محلہ گولا گنج کے یہان اور بعد انتقال نظیر حسن صاحب کے میرے یہان نوکری کی۔ کھانے بے مثل پکاتا تھا ایک دن مین نے پوچھا علی بخش اردی کتنی طرح پکا سکتے ہو یہ سنکر تھوڑی دیر سکوت کیا پھر کہا کہ مین اس سوال کے جواب کے لیے تیار نہین ہون مگر اسقدر عرض کر سکتا ہون کہ سال بھر دونون وقت اردی پکا سکتا ہون اور ہر مرتبہ نئی ترکیب سے علی بخش آدمی باوضع تھا اور مرتے دم تک کا مدار دوپلی ٹوپی آڑی (بھونبر ایک کونا رکھا ہوا) پہنتا تھا اور ٹھاٹ بانی جوتہ جالی کا کرتہ اوسپر چاندانی کا انگرکھا۔ لکھنو پر مثل حضرت ناسخ عاشق تھا حیدرآباد دکن سے پچیس روپیہ ماہوار کا پیام آیا انکار کر دیا لکھنؤ چھوڑنا گوارہ نہ کیا یکم اکتوبر ۱۹۰۲ء مین انتقال کیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قریب ۹۹ برس کی عمر ہوئی۔

مین ابھی بیان کر چکا ہون کہ مولانا کے مزاج مین اظہار بالکل نہ تھا بلکہ اپنے کمالات و اوصاف کو چھپاتے تھے اتفاقیہ کسی بات کا ذکر آگیا یا مینے دیکھ لیا تو معلوم ہوگیا تعجب کا مقام ہے کہ مجھ ایسے دوست کو بعد مولانا کے انتقال کے معلوم ہوا کہ مولانا زبان ترکی بھی جانتے تھے۔ اور اسطرح معلوم ہوا کہ جناب بو علیخان صاحب عرف حسین جان صاحب الہ آبادی نبیرۂ جناب نواب سبحان علیخانصاحب مرحوم نائب وزیر اودھ دو ڈھائی مہینہ ہوئے لکھنؤ تشریف لائے اور مجھ سے ملے مین حیات مولانا پر نظر ثانی کر رہا تھا مولانا کا ذکر آیا نواب صاحب نے فرمایا کہ مولانا زبان ترکی سے بھی واقف تھے۔ مین نہایت رنج و غم سے اسبات کو لکھتا ہون کہ مولانا کی قدر زمانے نے خصوصاً لکھنؤ نے بہت کم کی **مصرع** زمانے نے ہماری قدر کی لیکن بہت کم کی۔ مولانا سے میرے رائے مین صرف تصانیف کا کام لیا جاتا اور انکی طرز زندگی بھی ایسی تھی کہ وہ سوکھی روٹیون پر اس کام کو انجام دیدیتے لیکن افسوس کہ زمانے نے اتنا بند و بست بھی نہ کیا اب ایسی جامعیت کا آدمی پیدا ہونا بظاہر محال ہے اتفاقاً ایک جید عالم۔ مجتہد۔ بیرسٹر اور جج ہوگیا جو جدید فلسفہ اور منطق وغیرہ سے بخوبی ماہر تھا۔ علوم مشرقیہ کا ایسا عالم اور وہ بھی باعمل ہونا اب محال ہے۔ اور پھر علوم مغربیہ کے کمالات یہ دونون باتین اب ایک شخص مین جمع نہ ہون گی

مولانا کی زندگی خود بخود چند حصون مین تقسیم ہوتی ہے ایک حصہ وہ ہے جو عربی کے پڑھنے اور تکمیل مین صرف ہوا اور ایسے ایسے کاملین سے جنکا مثل و عدیل پیدا ہونا ممکن نہین تحصیل علم کی جیسے جناب ممتاز العلما سید تقی صاحب جناب مولوی سید احمد علی صاحب۔ جناب مفتی میر محمد عباس صاحب۔ جناب سید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہم چند سبق تبرکاً جناب سلطان العلما سید محمد صاحب علیہ الرحمہ سے پڑھے تھے۔

درسیات سے فارغ ہوکر ادب۔ حدیث۔ تفسیر۔ اصول وفقہ۔ استدلالی فقہ معنی وبیان کو پڑھا اور خوب پڑھا اونکو جناب سید احمد علی صاحب اعلی اللہ مقامہ اجازہ اجتہاد کا دیتے تھے لیکن اونھون نے قبول نہ فرمایا اونکا ذہن وحافظہ قیامت کا تھا قران شریف اور نہج البلاغہ کا حفظ تھا نہج البلاغہ کے سو صفحے روزانہ یاد کرتے تھے بہت اشعار حماسہ ومتنبی کے یاد تھے۔ ہزارہا شعر بلا مبالغہ حافظ میر۔ سودا غالب۔ آتش۔ انیس اشیکپیر کے ازبر تھے مولانا کو برسون سنا جب سناتے نئے شعر سناتے جس شعر کو ایکبار پڑھا پھر اوسکو دوبارہ خود نہین پڑھ سنتے تھے۔ اگر سامعین مین سے کسی نے پڑھوایا تو مکرر پڑھ دیا جب [illegible]ء مین انگریزی شروع کی تو دو سو لفظ انگریزی کے روزانہ حفظ کرتے تھے اسکے قبل [illegible]ء یا [illegible]ء مین جناب نواب عماد الملک سید حسین قبلہ مدظلہ العالی بلگرامی کے تحریک سے بمقام لکھنؤ انگریزی شروع کی تھی اور جناب نواب صاحب ممدوح نے چند ماہ اپنے مکان پر سبق دیا تھا لیکن بوجہ کثرت مشاغل وعدیم الفرصتی کے ترقی نہ کرسکے مولانا کرامت حسین صاحب جناب نواب صاحب موصوف کے بہت شکرگذار تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے اوستاد ہین۔ انگریزی الفاظ کا ذخیرہ کثیر تھا۔ اور اسکی دو وجہ تھین ایک تو یہ کہ انگریزی لفظ بہت سے یاد تھے۔ دوسرے یہ (اور اسلی وجہ یہی تھی) کہ اونکو معلوم تھا کہ فلان انگریزی لفظ لیٹن یا فراسیسی سے نکلا ہے۔ اور اسکے یہ معنی ہین۔ اوسکے مشتقات کے معنی خود نکال لیتے تھے اسطرح ایک ایک لفظ کے معنی معلوم ہونے سے بہت سے الفاظ کے معنی خود بخود معلوم ہوجاتے تھے

دوسرا حصہ مولانا کی زندگی کا وہ ہے کہ جب مولانا [illegible]ء مین لکھنؤ سے روانہ ہوسکتے اور بامید ملازمت اپنے والد ماجد کے ایک دوست ڈاکٹر اسٹرٹین صاحب پولٹیکل ایجنٹ بدلکھنڈ سے ملے اور [illegible]ء مین راج کمار کالج بدلکھنڈ مین بمشاہرہ صہ؍ پچاس روپیہ ماہوار ہیڈ مولوی مقرر ہوے ڈاکٹر اسٹرٹین صاحب کے

کہنے سے اونھون نے پنڈت پرمانند صاحب ہیڈ ماسٹر راجکمار کالج سے پھر انگریزی
پڑھنا شروع کیا تھوڑے عرصہ مین انگریزی کی کتابین آسانی سے پڑھنے لگے
علوم جدیدہ کے جانب اونکو بہت رغبت تھی اسپنسر کا شوق اسی زمانہ سے شروع ہوا
تیس برس روزانہ اسپنسر کو پڑھتے رہے ہملٹن ہکسلی وارد وغیرہ کو بھی پڑھا تھا
تین برس تک ہیڈ مولوی کے فرائض کو نہایت لیاقت سے انجام دیا بعد اسکے
۱۸۸۰ع مین میر منشی مقرر ہوئے دفتر کا کام کبھی نہین کیا تھا بہت سی دشواریان پیش
آئین سب کا نہایت محنت وجانفشانی سے مقابلہ کیا اور کامیاب ہوئے۔ اپنا کام
پوری دیانت اور امانت اور محنت سے اسطرح انجام دیا کہ انکے افسر ماتحت اور رعایا
خوش رہی چونکہ رشوت لیتے نہ تھے نہایت عسرت سے بسر ہوتی تھی ایک دن سید
کرامت حسین صاحب نے ڈاکٹر اسٹریٹن سے کہا کہ وہ حضور کوئی عہدہ دلا دین میر منشی
کو جس شان سے رہنا چاہئیے مین نہین رہ سکتا" الغرض مارچ ۱۸۸۱ع مین انھون نے
کرامت حسین صاحب کو ریاست باونی کا سپرنٹنڈنٹ مقرر کر دیا۔ ریاست باونی کے
کام مین چند در چند پیچیدگیان تھین لیکن کرامت حسین صاحب کی دیانت قابلیت۔
محنت ہمدردی وغیرہ نے انکو سلجھا دیا اور ۱۸۸۳ع مین ریاست باونی کا چارج دیکر
ریاست نرسنگہ کے دیوان مقرر ہوئے اور ۱۸۸۶ع مین ہمراہ راجہ پرتاب سنگہ بہادر
والی نرسنگ گڈہ انگلستان تشریف لے گئے اور مڈل ٹمپل مین بیرسٹری کے امتحان
کے لیے داخل ہوئے اس زمانے مین جو ہندوستانی انٹرنس پاس ہوتے تھے
انکو داخلہ کا امتحان دینا پڑتا تھا امتحان زبان لاطینی انگلستان کی تاریخ اور انگریزی
زبان مین ہوتا تھا۔ تاریخ کے سوالات سے انگریزی زباندانی کا اندازہ کر لیا جاتا تھا
لاطینی زبان سے ہندوستانی کو مستثنی کر دیتے تھے لیکن کرامت حسین صاحب نے
لاطینی زبان حاصل اور انگلستان کی تاریخ حفظ کی اور حفظ بھی اسطرح کہ ۔۔۔ نسے افسر اور

آخر سے اول تک پڑھ جاتے تھے المختصر بیرسٹر ہوکر جولائی ۱۸۸۰ء مین ہندوستان واپس ہونیکی تیاری کی جب وہ بمبئی پہونچے تو انکو انکے بڑے بھائی کے انتقال کی خبر ملی جس سے اونکو کمال رنج و غم ہوا لکھنؤ پہونچکر اونھون نے اپنے بھائی مرحوم کے بیوہ اور اولاد کی کفالت اپنے ذمہ فرض کرلی اور اونکو اطمینان دلادیا۔ پھر خود لکھنؤ سے سیدھے نرسنگہ گڈھ گئے اور جناب مہاراجہ صاحب بہادر کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا حسب وعدہ مین حاضر ہون مہاراجہ صاحب نے جواب دیا آپکی لیاقت بہت زیادہ ہے اب ریاست کو آپکی ضرورت نہین بعد اسکے وہ الہ آباد تشریف لائے اور ہائیکورٹ مین اپنا نام لکھوایا۔ لیکن بیرسٹری شروع کرنے سے قبل وہ مدارالمہام ریاست اوچھہ ملک بدیلکھنڈ مین مقرر ہوئے لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد مستعفی ہوکر نومبر ۱۸۸۰ء سے بیرسٹری الہ آباد مین شروع کی اکثر وکالت یا بیرسٹری کے ابتدائی زمانے مین جو دقتین پڑتی ہین اوسکو وکیل یا بیرسٹر کا دل ہی جانتا ہے۔ علاوہ اون عام دقتون کے مولانا کرامت حسین صاحب کو خاص دقتین بھی تھین اونکو اپنے ہی خرچ کی فکر تھی بلکہ اپنے بڑے بھائی صاحب مرحوم کے اہل و عیال کا خیال بھی تھا ان تمام اسباب نے اونکی صحت پر بہت برا اثر ڈالا۔ اور ایک دن تو یہ نوبت پہونچی کہ ہجوم افکار سے بیہوش ہوکر ہائیکورٹ الہ آباد کے زینے پر گر پڑے۔ اسی زمانے مین ایک مقدمہ آیا اور پچیس ہزار روپیہ بالمقطع فیس طے ہوی اور کئی ہزار روپیہ جمع بھی ہوگیا ایکمرتبہ مقدمہ سمجھانے کے لیے جب مختار صاحب آئے اونھون نے اپنا حق طلب کیا مولانا کرامت حسین صاحب نے روپیہ جو جمع ہوا تھا واپس کردیا اور اونسے کہا میری کوٹھی سے آپ تشریف لیجاین۔ بیرسٹری کا خرچ اپنے اعزا کا بار جنکا ذکر ابھی آیا ہے ایک پیسہ خرچ کو پاس نہین نہایت تکلیف سے گزر ہوتی ہے اور پھر یہ ایمانداری اللہ اللہ فقط اسوجہ سے مقدمہ نہ لیا اور زر کثیر واپس کردیا کہ مختار کو کمیشن دینا خلاف قانون ہے

ایمانداری اسکو کہتے ہین ایسے واقعات صداقت - امانت - دیانت - پابندی وضع الفاظ وعدہ - یکرنگی - دوستی - ہمدردی - وغیرہ مولانا کے جو اس کتاب مین جابجا درج ہین ان سے سبق حاصل کرنا چاہیئے اور مولانا کی تاسی کرنا چاہیئے - کسی انگریزی مقالہ نگار نے خوب کہا ہے - بہترین طریقہ تعریف کا تاسی کرنا ہے -

مولانا نے بیرسٹری کا کام نہایت محنت اور لیاقت سے انجام دیا لیکن بوجہ سچائی و معاملہ کی صفائی کے جسکی زمانہ قدر نہین کرتا بیرسٹری نے فروغ نہ پایا اور چند سال بیرسٹری کے کام کو دیکھے بعد انھون نے یہ ارادہ کیا تھا کہ بیرسٹری کو ترک کرین اور الہ آباد کے قریب ایک گاؤن مین جا کر رہین اور وہان سے کراسویٹ گلرز اسکول الہ آباد دورہ جایا کرین ہنوز یہ ارادہ پورا نہین ہوا تھا کہ آخر سنہ ۱۸۹۷ء مین جناب سر جان ہیوٹ سابق لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ نے دریافت کیا آپ الہ آباد کی ججی قبول فرمائینگے مولانا نے منظور کیا اور پہلی جنوری سنہ ۱۸۹۸ء کو جج ہائی کورٹ مقرر ہوئے اور نہایت محنت اور لیاقت اور خوش اخلاقی سے اپنے فرائض کو انجام دیا - مولانا کے برتاؤ اور مزاج مین ذرہ بھر بھی فرق نہین آیا - مولانا جو پہلے تھے وہی رہے - مین نے ایک دن مزاحاً مولانا سے کہا کہ مین نے منصفون خفیفہ کے ججون اور ڈسٹرکٹ ججون وغیرہ کو دیکھا ہے کہ رفتار سے گفتار سے آنکھون سے سانس سے عدالت کا ذکر نہین بلکہ ججی ٹپکتی ہے اور تجبر - واہ مولانا آپ تو سیدھے سادے مسلمان منکسر مزاج جیسے تھے ویسے ہی ہائی کورٹ کی ججی مین بھی رہے مولانا نے تبسم فرما کے ارشاد فرمایا کہ اگر مین زار روس[1] بھی ہوجاؤن تو ایسا ہی رہونگا - مولانا نے بہت سے اچھے اور بعض لاجواب فیصلے ہائیکورٹ مین

[1] اس زمانہ کا زار روس نہین بلکہ سنہ ۱۹۱۶ء کا جس نے روئے زمین کو کانپتی تھی اللہ اللہ وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیء قدیر

سے کئے جنکا ذکر باب چہارم مین کیا گیا اور جنکے اعادہ کی یہان ضرورت نہین ہے۔ مولانا نے چند رائین قبل جج ہائیکورٹ ہونے اور بعد ججی کے سبکدوش ہونیکے تحریر کین یہ رائین بھی بےمثل اور اچھوتی ہین۔ انکا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ مولانا کے جج ہونے سے پہلے یہ شرط ہوگئی تھی کہ جج ہائیکورٹ کو ساٹھ برس کی عمر مین اپنے عہدہ سے علیحدہ ہونا لازمی ہے لہذا مولانا ججی کے عہدہ سے ۲۹- جون ۱۹۱۲ء کو سبکدوش ہوئے اور لکھنؤ آکے مسلم گلرز اسکول کی بنیاد ڈالی۔ جناب راجہ سر علی محمد خان صاحب تعلقدار محمود آباد نے چھ سو روپیہ ماہوار اسکول کے لیئے مقرر فرمایا۔ مولانا توکل اللہ ختہ دو لاکھ پہلے ہی سے مسلمانون کی لڑکیون کے لیے وقف کرچکے تھے جو دشواریان انکو وقف کرنے مین پیش آئین انکا ذکر باب پنجم مین کیا گیا ہے اس ایثار کی مثال ہندوستان کے مسلمانون مین تو نہین ملیگی ہر ہائینس بیگم بھوپال نے ۱۲- اپریل ۱۹۱۵ء کو اسکول کا معائنہ فرمایا اور سو روپیہ ماہوار عطا فرمائے ججی سے سبکدوش ہونے کے بعد دن مین مولانا گلرز اسکول لکھنؤ کا کام کرتے تھے اور تصانیف مین مصروف رہتے تھے شام کو اونکے چند دوست اونسے ملنے آتے تھے نو بجے تک اور زیادہ سے زیادہ ساڑھے نو بجے شب تک نشست رہتی تھی اکثر مسلمانون کے تنزل کے اسباب اور ترقی کے ذرایعہ پر گفتگو کرتے تھے یا کسی شرعی مسئلہ کے نکات یا کسی حکیم کے قول کی باریکیان بیان فرماتے تھے۔ مولانا اکثر نو بجے شب کے بعد آرام کرتے تھے دوستون سے ملنے مین اونکو خاص مسرت حاصل ہوتی تھی جسکا اظہار الفاظ مین ممکن نہین۔ قیام لکھنؤ کے زمانے مین مولانا کے تصانیف جنکا پتہ مجھکو لگ سکا اونکا بیان باب ششم مین کیا گیا ہے یہان صرف چند رسالون کے نام لکھے جاتے ہین (۱) حالات حضرت امام علی علیہ السلام بزبان اردو (۲) تاریخ حضرت سیدہ علیہا السلام بزبان اردو (۳) حالات حضرت امام حسین علیہ السلام بزبان اردو

(۴) سچا عقیدہ بزبان اردو (۵) علم الاخلاق بزبان اردو (۶) علم الاخلاق بزبان فارسی
جون ۱۹۰۲ء مین مولانا کے بنگلے واقع میور روڈ الہ آباد مین آگ لگ گئی
تمام اسباب اور کتابین جل گئین - اون کتابونکے جلنے کا جنمین مولانا کے
عربی خطوط جنکو بڑے بڑے عربی دان دیکھکر وجد کرتے تھے اور دیگر بیش بہا
تصانیف تھین مولانا کو عمر بھر قلق رہا - لیکن اونھون نے
مثل اوس شخص کے جسکو خدا کی ذات پر بھروسہ ہو یا اعلے درجہ کے حکیم کے صبر فرمایا
اور حرف شکایت زبان پر کیا دل مین بھی نہ آیا - مین نے صرف دو شخصونکو دنیا
کا شاکی نہین پایا ایک خدا ترس لوگ جو اپنی زندگی اوسکے ذکر مین بسر کرتے ہین
دوسرے وہ شخص جو حکمت کے اعلی مرتبہ پر فائز ہین اور عملاً حکیم ہین - مین یہ ذکر کر رہا تھا
کہ مولانا کی تصانیف ضائع ہو گئے صرف دو کتابین مولانا نکال سکے ایک قرآن شریف
اور ایک فقہ اللسان کا مسودہ - شعلہ آگ کے ایسے بلند اور محیط تھے کہ جان کا خوف
تھا لیکن مولانا نے مطلق پروا نہ کی اور اسی حالت مین یہ دونون کتابین نکال لائے
مولانا کی پابندی صوم وصلوٰۃ وزہد وتقوےٰ کے حالات اور اونکے مذہبی عقائد
اور حکیمانہ خیالات کا بیان کسی قدر شرح وبسط سے کیا گیا ہے یہان اسی قدر لکھنا کافی ہے
کہ مولانا مسلمان شیعہ اثنا عشری تھے - تنگ خیالی کے عیب سے بالکل مبرا تھے
وہ محض اسوجہ سے کہ کوئی شخص ہندو یا عیسائی ہے اوس سے نفرت نہ کرتے تھے
اگر وہ اچھا آدمی ہے تو اوسکی قدر کرتے تھے فقط مذہب کے اختلاف کے سبب سے
وہ کسی کو برا نہین سمجھتے تھے نیک آدمی ہو کسی مذہب وملت کا یا کسی طبقہ کا ہو -
اونکا دامن تعصب کے دھبہ سے پاک وصاف تھا اونھون نے اپنی دوستونکی
فہرست اپنے ہاتھ سے لکھی ہی جو اس کتاب مین درج ہے اس فہرست مین ہندو
عیسائی سنی شیعہ سب ہین -

مذہب کے ذکر نے ایک عجیب واقعہ یاد دلا دیا ہے۔ اگست ۱۶ سنہ ۱۹۱۶ء کو مولانا نے جب وہ کوئٹہ ملک بلوچستان مین تشریف فرما تھے مجھکو ایک خط انگریزی مین لکھا جسکا ترجمہ یہ ہے "دوشب گذشتہ مین نے دو سالہ بچے کو خواب مین دیکھا جسنے مندرجہ ذیل فارسی کا ایک شعر پڑھا جسکو مین نے نہ کسی دیوان مین دیکھا نہ کسی سے سنا۔ وہ شعر یہ ہے۔

نمی دہد کہ جمال تو صاف تر بینم

ز سر بپاشش خدایا غبار ہوش مرا

خیال دل آویز ہے مگر جہان تک مین سمجھتا ہون زبان کچھ ایسی بامحاورہ نہین"

انسان کی زندگی کا دستور العمل جو مولانا نے بنایا ہے اوسکی تعریف نہین ہو سکتی وہ تمام بنی نوع انسان کے لیے ہے کسی مذہب و ملت و ملک و قوم سے تخصیص نہین ہے جو اوسکی پابندی کرے گا آدمی بن جائے گا مین اوسکی نقل نہین کرتا ہون صرف حوالہ دینے پر اکتفا کرتا ہون دیکھو صفحہ ۲۳۵ و ۲۳۶ باب ششم

مولانا کے ترجمہ کی تکمیل مین جسقدر امکان تھا کوشش کی گئی ہے لیکن یہ امر افسوس کے ساتھ لکھتا ہون کہ جو خدمات بحیثیت فیلو آف الہ آباد یونیورسٹی ممبر فیکلٹی آف آرٹس ممبر سنڈیکیٹ ممبر سنیٹ مولانا نے کیے وہ مجھکو نہ معلوم ہو سکے صرف ایک امر کی اطلاع ملی اور وہ یہ ہے جو طالب علم فارسی پڑھتے تھے انکو عربی پڑھنا لازمی تھا مولانا کی کئی سال کی کوشش کا یہ نتیجہ ہوا کہ فارسی عربی سے الگ کردیے گئے۔ طلاب کو بہت دقت پڑتی تھی جسقدر عربی پڑھائی جاتی تھی وہ بالکل بے کار و بیسود تھی اُس سے عربی کچھ بھی نہ آتی تھی طالب علم کا وقت ضائع ہوتا تھا یہ ایک بہت بڑا احسان مولانا نے طالب علمون پر کیا ہے۔ صرف یہی ایک احسان مولانا کا نہین ہے دنیا پر انکے علم و فضل و کمال و اوصاف و ہنرون کے

بہت سے احسانات ہین اس جامعیت کا شخص نہ دیکھا نہ سُنا ہمکو اوس پر فخر و ناز ہے اور اونکی جدائی سے رنج و غم ہے۔ **شعر**

اونھین کے ذکر پر ہم فخر و ناز کرتے ہین
اونھین کے ذکر سے رنج و ملال ہوتا ہے (حامد)

مولانا کے تمام اعضا قوی و مضبوط و تندرست تھے صرف دل خلقتاً کم زور تھا جو ۱۹- اپریل ۱۹۱۷ء کو قریب ایک بجے دن کے دفعتاً بند ہو گیا- بقول حضرت میرؔ ع

آخر اس بیماری دل نے اپنا کام تمام کیا

لیکن مولانا مرے نہین ہین وہ زندہ ہین اور ہمیشہ زندہ رہین گے وہ اون لوگون مین ہین جنکا نام فخر و مباہات کے ساتھ صفحہ روزگار پر نہایت جلی قلم سے لکھا ہوا ہے اور جنکا دوام جریدۂ عالم پر ثبت ہے۔

مولانا کی بے مثل و بے نظیر زندگی کا نہایت مختصر فوٹو (مکمل فوٹو نثر مین یا نظم مین ممکن ہی نہین) جو مین نے ذیل کے اشعار مین کھینچا ہے ناظرین کی خدمت مین پیش کرتا ہون اور رخصت ہوتا ہون۔ **اشعار**

کرامت اوٹھ گئے حامد فسانہ رہگیا باقی
ہماری اور اونکی مستقل سچی محبت کا
اضافہ کارنامون مین مگر دنیا کے ہو جاتا
اگر کھنچتا قلم سے میرے نقشہ اونکی الفت کا
کمال و علم و اوصاف اسقدر یکجا نہین دیکھے
پتہ چلتا تھا بیشک اونسے اسلامی فضیلت کا
ادیب و منطقی و فلسفی ایسے زمانے مین
بہت کم تھے بجا شہرہ ہے اونکی جامعیت کا
محدث بھی مفسر بھی مقنن اور جسٹس بھی
وہ شارح تھا اہم پیچیدہ احکام شریعت کا
قوانین حرم جرح کے مسائل مشکل و زنی
کس آسانی سے حل کرتا تھا وہ پتلا ذکاوت کا
کلام اللہ اور نہج البلاغہ پر فدا دل سے
یہ دونون حفظ تھے گویا یہ عالم تھا ذہانت کا
کلام حق کلام مرتضےٰ دونونکا پرتو ہے
سبب یہ ہے جدا جو رنگ ہے سب سے عبارت کا

بہت کم متقی زاہد نے یا ایسے دیکھے ہین | کہ چرچا علم کا ہر دم وظیفہ تھا عبادت کا
علوم مشرقی و مغربی کا عالم یکتا | دلون پر آجتک سکہ ہے جسکی کاملیت کا
وہ اسپنسر کا شیدائی جسے برسون پڑھا ایسا | کہ آخر کھب گیا حکمت مین رنگ اوسکی طبیعت کا
مورخ اور نجوم و کیمیا کا جاننے والا | منجم ڈاکٹر مجموعہ گویا قابلیت کا
علوم اکثر فنون اکثر تھے اوسکی ذات واحد مین | سنا بھی تو نہین ہمنے بشر اس جامعیت کا
سواد خط مین کیسی پختگی کیسی صفائی تھی | کمال مشق نے چمکا دیا جوہر کتابت کا
پھری گتکا علی مدبانک بنوٹ جاننے والا | بہادر وہ دریکتا جو دریاے شجاعت کا
سوار اچھا معالج اسپ کا تلوار کا ماہر | شکاری گل چلا جسکا نشانہ تھا قیامت کا
عہ نئی ترکیب دیکر کیا مزے بھرتا تھا کھانون مین | تنعم طرفہ لذت کام عفر کس حلاوت کا
پلاؤ قورمہ مچھلی کباب ایسے پکاتا تھا | زبان پر ذائقہ ابتک ہے اوسکے خوان نعمت کا
مربے چٹنیان آچار حلوے لاجواب وسکے | بیان ممکن نہین جنکی نفاست کا لطافت کا
زبانین وہ بہت سی جانتا تھا غیر ملکون کی | زبان دانو مین اک شہرہ تھا علمی قابلیت کا
فرانسیسی و ترکی جرمنی بھی جانتا تھا وہ | مقر ہے اک زمانہ اوسکے فضل بے نہایت کا
فصیحان عرب کی تھی زبان گویا زبان اوسکی | بیان ممکن نہین اوسکی بلاغت کا فصاحت کا
دری سریانی و عبرانی و انگریزی و لیٹن | وہ سب کچھ جانتا تھا ذکر کیا اس جامعیت کا
کتابونکے ہزارون صفحے لاکھون شعر ازبر تھے | غضب کا ذہن اوسکا حافظہ بھی تھا قیامت کا
انیس و میر حافظ یا حماسہ غالب و آتش | یہ سب کا تحفظ تھے کیا ہو بیان اوسکی فہانت کا
فن تعلیم و تعلم مین رہا جب تک رہا زندہ | اسی پر وقف کل سرمایہ اوسکی عمر و دولت کا
وہ اعلیٰ کیسوتونکا ایک مجموعہ تھا دنیا مین | نہین ممکن کھچے خامہ سے نقشہ اوسکی سیرت کا
دھنی تھا بات کا وہ قول کا سچا بہت سچا | زبان پاک تھی یا عکس تھا دلکی صداقت کا

عہ مری خاطر وہ اپنے ہاتھ سے کھانے پکاتا تھا۔ تکلف سے پکا کر کس محبت سے کھلاتا تھا۔

وفا پختہ مزاجی صاف گوئی راست بازی بھی
ظریف و منکسر خوش خلق ہنس مکھ خندہ پیشانی
فقیرانہ بسر کرتا تھا وہ دن زیست کے اپنی،
کبھی آرام کرتا بھی تو کھری چارپائی پر
غذا میں دونوں وقت اُبلی ہوئی ترکاریاں اکثر
حکیم باعمل تھا عالم بالفعل تھا دل سے
لکھا ہے ترجمہ افسوس لیکن ایسی حالتیں
نصیحت لو سبق حاصل کرو اُسکے سوانح سے

صلاح نیک بھی دینا خمیر اُسکی طبیعت کا
بیان ممکن نہیں اُسکی متانت کا ظرافت کا
مگر تھا شوق دل سے بندگان حق کی خدمت کا
تلے سر کے وہی اک ہاتھ دہیان آیا جو راحت کا
وہی کچھ روٹیاں بھوسی کی یہ عالم قناعت کا
وہ تھا پابند احکام الٰہی کا شریعت کا
علالت سی علالت ہے بیان کیا ہو نقاہت کا
ادھورا ہی سہی ہے ترجمہ لیکن کرامت کا

باب اول

خاندانی حالات

ابتدائی تعلیم واوائل عمر کی ترقی

وطن ونسل

قصبۂ کنتور ضلع بارہ بنکی ملک اودھ مین ٹکسالی سیدون کا ایک موسوی خاندان آباد ہے۔ مولانا سید کرامت حسین اوسی خاندان کے ایک اعلیٰ رکن تھے ان کا سلسلہ نسب اٹھائیس واسطون سے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے۔ اس خاندان کے اکثر ارکان علم وفضل مین نامور ہوے۔ یہ کہنا کافی ہوگا کہ شریف مرتضیٰ اور شریف رضی بھی اسی دریا کے دو موتی تھے جنپر موسوی نسل کو فخر زیبا ہے۔

شجرہ

سید کرامت حسین بن سید سراج حسین بن سید محمد قلی بن سید محمد حسین المعروف بالسید اللہ کرم بن سید حامد حسین بن سید زین العابدین بن سید محمد المعروف بہ سید بولاقی بن سید محمد المعروف بہ سید مدا بن سید حسین المعروف بہ سید بھیکے بن سید حسین بن سید جعفر بن سید علی بن سید کبیر الدین بن سید شمس الدین بن سید جمال الدین بن سید شہاب الدین ابو المظفر حسین الملقب بہ سید الساداتِ المعروف بہ سید علاءالدین اعلیٰ بزرگ بن سید محمد معروف بہ سید عزالدین بن سید شرف الدین ابو طالب معروف

ظلہ یہی وہ بزرگوار ہین جو نیشاپور سے ہند مین وارد ہوے۔

سید اشرف بن سید اظہر محمد ملقب بہ مہدی معروف بہ سید محمد محروق بن حمزہ بن علی بن
ابو محمد بن جعفر بن مہدی بن ابو طالب بن علی بن حمزہ بن ابو القاسم حمزہ بن الامام ابو
ابراہیم حضرت موسی الکاظم علیہ السلام

ننہیالی سلسلہ
سید کرامت حسین صاحب کی ننہیال کسی نامی خاندان سے تھی

جد امجد کا ذکر
سید کرامت حسین صاحب کے دادا مفتی محمد قلیخان روز دوشنبہ
پانچوین ماہ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ ہجری مین بمقام کنتور پیدا ہوے
اسی ماہ کی ۲۲ تاریخ کو نواب شجاع الدولہ بہادر نے انتقال کیا تھا مفتی صاحب
اپنے زمانہ کے جید عالم تھے کتب درسیہ نہایت محنت سے اپنے
عصر کے فضلا سے پڑھکر علوم دینیہ جناب مولانا سید دلدار علیصاحب غفرانمآب
سے پڑھے اور اپنے عہد مین بے نظیر عالم ہوے۔

صاحب تذکرۃ العلما کی رائے
بدقق محقق فاضل لوذعی سید جلیل الہی مولوی سید محمد بن
محمد بن حامد کنتوری مشہور السید محمد قلی کہ یکہ تاز معرکہ
فضل وکمالات ومناظر میدان المناظرات ومباحثات
بود تصانیف انیفہ اش بر تفرش مذہب حق را دلیلے ست ساطع وبرہانیست قاطع
اکثر کتب درسیہ را بفکر ومطالعہ خود بر آوردہ نہایت ذکی الطبع وحدید الذہن بود

مولوی مرزا محمد علیصاحب صاحب تذکرہ نجوم السماء ۴۲۲ کی رائے
مولانا المفتی السید محمد قلیخان از اکابر متکلمین عظام
واجلۂ علمائے اعلام واساطین مناظرین فخام
جد وجہد وکد وکداو در اعلائے لوائے شریعت
وحمایت دین وملت کالنور علی شاہق الطور بر السنہ
جمہور مذکور ونوادر تحقیقات وغرائب تدقیقات و

نجوم السماء صفحہ ۴۲۲

تھا صفات ومعالی کرامات آن رفیع الدرجات در مصنفات مؤلفات ممتاخرین مرقوم ومسطور حیثیت فضل وکمال آن محیی طریقۂ آل در شش جہت احاطہ نمودہ در سائر علوم دینی وانواع فنون تحقیقی خاصہ در فن تفسیر وعلم کلام بےنظیر وامام ہمام بود

ملازمت صدر دیوانی عدالت کے عہد مین میرٹھ مین مدت تک صدر امین رہے۔ سرکاری ملازمت سے جتنا وقت بچتا تھا وہ بعد فراغ ضروریات زندگی سب کا سب علم کلام کی تصنیف اور نماز مین گذرتا تھا

تصنیفات

(۱) تقریب الافہام در تفسیر آیات الاحکام در علم تفسیر

(۲) رسالہ عدالت علویہ در بیان احکام قضا وافتا متضمن شرائط قاضی ومفتی۔

(۳) مصابیح الافہام جواب باب یازدہم تحفہ

(۴) رسالہ نفاق الشیخین

(۵) رسالہ تطہیر المومنین

(۶) رسالہ اجوبہ فاخرہ

زہد جناب مفتی صاحب کا زہد وتقوے بہت بڑھا ہوا تھا ایک بار بضرورت طہارت کسی تالاب پر تشریف لے گئے تھے اور ایک اجنبیہ عورت کی چادر کا گوشہ ہوا سے اڑکر مفتی صاحب کی اونگلی سے چھو گیا مفتی صاحب نے تمام شب استغفار مین بسر کی۔ اسلیے کہ نامحرم پر نظر نہ پڑنے پالکی کے پٹ راہ مین بند کردیتے تھے۔

تاریخ انتقال مفتی صاحب نے ۹ محرم سنہ ۱۲۶۰ ہجری مین انتقال کیا اور امام باڑہ غفرانمآب کے شرقی حصہ مین جو صحنچی ہے وہیں مدفون ہوے۔

جناب مفتی میر محمد عباس صاحب شوشتری اعلی اللہ مقامہ نے ایک تاریخ وفات عربی میں اور ایک فارسی میں فرمائی۔ یہ دونوں تاریخیں لوح مزار پر کندہ ہیں وہ تاریخیں یہ ہیں

ارید ذکر محمد قلی ورحلته	وانی بیراعی لاکنفخ الصّورا
هو المهاجر باللکهنؤ مدفنه	وکان مسکنه الاهولی کنتورا
کانه هو نور الهدی وحین بدا	سناهذا بکنتور قیل کن طورا
وفی بطانة مولی الزمان مجتهد	الوری محمد ابن الطهر کان مذکورا
لقد تفقه فی الدین قادسا ودعا	وکان مستغلا بالکلام نحریرا
بان جادة الحق بالیراع کما	تری المجرة لیلا وتفتقت نورا
جزاك ربک عن اهل دینه خیرا	وکان سعیك عند الله مشکورا
مضی وخلف ولدا له اولی فضل	کذالك عاش حمیدا ومات مغفورا
وحین سمی صلی علیه مجتهدان	کان فضلهما فی الانام مشهورا
محمد وحسین فداهما روحی	فانما بهما الشرع صار منصورا
ومن یشم شذا خلقهم تطیب انفسا	یشم اذا عنبرا وکافورا
کذالك قبر فی روضهم وجالطهم	وفی القیمة فیهم یکون محشورا
مضی لتاسع شهر غداة عاشره	رحیل خامس ال العباء منحورا
مصابه بمصاب الحسین مقترن	وانه لتلقی الحسین مسرورا
طفا وقلت لتاریخ یوم رحلته	لموته هو امیال یوم عاشورا

[illegible]

قطعہ تاریخ در فارسی

چون فاضل مفتی پسندیدہ خصال	بگذشت ز عالم و بیزدان پیوست
در بلدۂ لکھنو رسید از کنتور	پس رخت سفر بسوی جنت بربست
در ماتم او سپہر زد جامہ بہ نیل	رنگ رخ لالہ در گلستان شکست
با مجتہد العصر کہ ہمنام نبی است	سررشتہ اختصاص بودش در دست
زین راہ توان گفت کہ تقوی و ورع	فریاد کشید و در عزایش بنشست

برمرقد او نوشتہ شد تاریخش
این قبر مقدس محمد قلی است
۱۲۸۹ھ

مفتی صاحب کی اولادین

جناب مفتی محمد قلی خان اعلی اللہ مقامہ کے تین بیٹے تھے جناب مولانا سید سراج حسین صاحب وجناب مولانا سید اعجاز حسین صاحب وجناب شمس العلما مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ فردوسمآب اور تین بیٹیان تھین۔ بڑی بیٹی لاولد فوت ہوئین۔ دوسری بیٹی زوجہ مولانا حکیم سید غلام حسین صاحب قبلہ علامۂ کنتوری جنکے بطن سے دو فرزند تھے جناب مولوی سید تصدق حسین صاحب و مولوی سید محمد علی صاحب مرحوم تیسری بیٹی جو اپنے حقیقی ماموں زاد بھائی سید خورشید حسن صاحب رئیس کنتور کے ساتھ منسوب ہوئین جنکے بطن سے دو فرزند سید علی نقی صاحب و سید محمد زکی صاحب پیدا ہوے۔

سید کرامت حسین صاحب کے والد ماجد کے حالات

اس نظر سے کہ یہ معلوم ہو جاے کہ جناب مولانا سید کرامت حسین صاحب کے خاندان کا احول کیسا تھا اور انکے گرد وپیش

بچپن مین کیسی صحبت تھی کس آغوش مین پلے اور کس قسم کی اخلاقی ہواؤن مین
دم لیکر بڑہے اور پھلے پھولے اونکے والد ماجد جناب مولانا سید سراج حسین صاحب
اور اونکے دونون چچا صاحبون کے مختصر حالات لکھنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

سید سراج حسین صاحب علوم عقلیہ مین غالبًا اپنے عہد مین یگانہ تھے زیادہ عمر
مین انگریزی قوت مطالعہ سے حاصل کی تھی۔ اور علوم ریاضیہ مین کمال بہم
پہونچایا تھا۔ علم جزئیات وکلیات جو نہایت دقیق علم ہے اوسکے مسائل کا ترجمہ
انگریزی کتابون سے اردو فارسی مین اوسی آسانی سے کرتے تھے جیسے کوئی
اپنی زبان مین خط لکھتا ہے۔ انھون نے بعد فراغ تحصیل علوم سرکاری ملازمت
اختیار کی اوّلًا منصف، پھر دیوان ایجنسی بوندیل کھنڈ، آخر مین کامدار ریاست
چرکھاری رہے۔ مولوی سید سراج حسین صاحب نے سرکاری ملازمت
نہایت دیانت داری اور راست بازی سے کی اور اپنی زندگی حکیمانہ زہد کے
ساتھ بسر کی۔

مثنوی مولوی روم اور فقیرون سے اونکو خاص دلچسپی تھی۔ اون کے سب
حقیقی دوستون پر اون کے کمال حکیمانہ تصوف کا ایسا سکہ جما تھا جیسا اعلی
درجہ کے ولیون کا سکہ سچے معتقدون پر ہوتا ہے۔ اونکے باپ کی قیمتی کوٹھی
لکھنؤ محلہ گولا گنج مین تھی جو زمانۂ غدر مین مسمار کردی گئی۔ مولوی اعجاز حسین
صاحب مرحوم نے بہ حسرت انکو اوسکے گرائے جانے کی خبردی جسکے جواب مین
سید سراج حسین صاحب نے یہ لکھا ”خوب شد اسباب خود بینی شکست“
سید سراج حسین صاحب کی زوجہ مقام چرکھاری مین مرض الموت مین مبتلا
ہوئین اور سید سراج حسین صاحب مرحوم اون کے دیکھنے کو زنانخانہ مین تشریف
لائے تشفی اور دلجوئی کے بعد مرحومہ نے جب یاس کی باتین کین تو فرمایا ”چلو ہم بھی

آتے ہین" مولوی صاحب مرحوم کے مسکن کی یہ قطع تھی کہ صرف ایک جنوب رویہ پختہ دالان تھا جس مین ایک کوٹھری تھی اور کوٹھری پر چھوٹی نیچی کھپریل۔ گرمیون مین تپش سے بچنے کو سامنے ٹاٹ کے پردے ڈالے جاتے تھے۔

صبح کو ورزش اور شام کو پیادہ ہواخوری کا معمول تھا۔ چاء یا قہوہ التزاماً نوش کرتے تھے۔ لذیذ کھانون کا شوق نہ تھا۔ سوکھے ٹکڑے کبھی کبھی کافی ہوتے تھے کرنل سلیمن صاحب لکھنؤ مین رزیڈنٹ تھے جب انھون نے لکھنو کا انتظام بہت ابتر پایا تو وہان کے وزیر سے کہا کہ مولوی سید سراج حسین صاحب کو رکھ لو وہ دیانت وکفایت سے انتظام کرینگے۔ مولوی صاحب اس تقریب سے لکھنؤ گئے۔ سردی کا موسم تھا مارکین کی دوہر اوڑھے ہوئے وزیر کی ملاقات کو پیادہ تشریف لے گئے۔ لکھنؤ مین شالی رومال۔ دوشالہ۔ قبا۔ شملہ۔ وغیرہ کا رواج تھا اور پیادہ چلنا معیوب تھا۔ وزیر اور حاضرین دربار نے جب مولوی صاحب کو اس دیہاتی لباس مین دیکھا تو انکے فضل وکمال و دیانت و زہد و تقوے کی ذرا بھی پرواہ نہ کی اور رزیڈنٹ صاحب کو جواب دیدیا کہ ہم اس شخص کو رکھنا پسند نہین کرتے۔

مولوی سید سراج حسین صاحب نے خیرات کا یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ بیمارون کو اپنے پاس سے دوا اور غذا دیتے تھے۔ اور خود انکا علاج کرتے تھے۔

مولوی سید سراج حسین صاحب مرحوم کی قناعت کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ جب حضور مہاراج رتن سنگھ صاحب والی چرکھاری نے ان سے بواسطہ اپنے معتبر مصاحبون کے دریافت کیا کہ وہ کیا تنخواہ قبول کرینگے تو جواب دیا کہ تین سو روپیہ ماہانہ کافی ہوگا۔ جب مہاراج صاحب کی طرف سے اصرار ہوا کہ یہ تو کم ہے

تو اضافہ قبول نہ کیا۔

مولوی صاحب اوسی تین سو مین تمام مصارف کرتے تھے اور جیسا ریاستون مین سواری وغیرہ لینے کا دستور ہوتا ہے اسکو پسند نفرماتے تھے۔

مولوی سراج حسین صاحب چرکھاری مین دفعتاً مبتلاے ہیضہ ہوے اور جب انکو یہ یقین ہو گیا کہ ہیضہ ہوا ہے تو قریب دو بجے رات کے مفتی سید انور علی صاحب سے جو مولوی سید عنایت حسین صاحب اور سید کرامت حسین صاحب کے استاد تھے فرمایا۔ "مفتی صاحب یقینی ہیضہ ہوا۔ بچونکو لکھنؤ بھیجدینا۔"

اسکے بعد زوال تک زندہ رہے۔ ہوش و حواس بجا رہے مگر کوئی بات نہین کی دیوان اننا صاحب منتظم ریاست عیادت کو آے اور مولوی صاحب کے دوستون نے بہت اصرار کیا کہ بچون کے بابت ان سے کچھ کہین مگر نہ کہنا تھا نہ کہا۔ مرنے سے چند منٹ پہلے ایک فقیر منش ٹھاکر آیا اور اس نے چلا کر کہا۔ مولوی جی اپنے گرو کا نام لو۔ تو فرمایا "یا علیؑ"

مولوی سید سراج حسین صاحب نے اگست ۱۸۶۹ء مین بمقام چرکھاری انتقال فرمایا اور وہین مدفون ہوے۔

انکی طرز زندگی کا یہ اثر اہل چرکھاری پر تھا کہ انکی قبر کو پوجنے لگے۔ بیمار شفا پانے کے لیے وہان جا کر منت مانتے تھے۔ ایک بار ایک معتبر شخص انکی قبر پر فاتحہ پڑھنے گئے قحط کا زمانہ تھا دیکھا کہ ایک ہندو تیلی کی لٹیا مین پانی لایا قبر پر چھڑکا اور کہا مولوی بابا مرے جاتے ہین پانی برساؤ۔ اتفاق سے اوسی دن پانی برسا۔

مولوی کرامت حسین کے بڑے چچا کا ذکر

جناب مولوی سید اعجاز حسین صاحب عالم جلیل صاحب تصانیف عدیدہ مجتہد ہو رہنی

شریفانہ یکرنگی اور دوست پرستی مین بے مثال تھے۔

زمانہ غدر ۱۸۵۷ء مین وہ کنتوزمین تھے اور جناب سلطان العلما سید محمد صاحب اعلی اللہ مقامہ لکھنؤمین تھے جناب سلطان العلماء نے مولویصاحب کو لکھا

العجل العجل قبل حلول الاجل

مولویصاحب فورًا لکھنؤ روانہ ہو گئے حالانکہ راہ پُرخطر اور اندیشہ ناک تھی۔ چنانچہ عزیزون اور دوستون نے بہت کچھ سمجھایا کہ نہ جاؤ مگر نہ مانا۔

مولوی سید اعجاز حسین صاحب نے ۱۲۸۶ ہجری مین بمقام لکھنؤ رحلت فرمائی اور امام باڑہ غفرانمآب مین پھاٹک کے سامنے اندرونی شرقی حصے مین مدفون ہوئے۔ جناب مرحوم کی وفات کے قطعات تاریخ حسب ذیل ہین۔

حل[1] اعجاز الحسین الیوم فی	مستقر من جوار الرحمة
یالہ من نور عرفان بدا	ثم اخفوہ بدار الظلمة
اہ یا ویلاہ مما قد دھا	دین حق من وقوع الثلمة
طخیة عمیاء حلت بالوری	ارخوھا غاب بدر الامة ۱۲۸۶ ہجری

قطعہ تاریخ از منشی سید اسمعیل حسین صاحب منیر

قبلۂ دین کعبۂ ایمان و شرع	پائے از دنیا برون بنہادہ حیف
سیدی مولائے اعجاز حسین	جان بحکم ایزدی در دادہ حیف
مصرع تاریخ گفتم اے منیر	رکن دین جعفری افتادہ حیف

۱۲۸۶ ہجری

[1] یہ تاریخ جناب مفتی میر محمد عباس صاحب اعلی اللہ مقامہ نے فرمائی ہے۔

سید کرامت حسین صاحب کے اُستاد اور چھوٹے چچا کا ذکر

مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ فرد و سماب علوم عربیہ اور دینیات اور علم کلام مین یکتائے روزگار اور اپنے تمام امثال اور اقران مین ایک ممتاز فرد تھے اور ہندوستان عرب اور عجم مین مشہور و معروف تھے علم کلام مین انکی تصانیف خود اپنی نظیر ہین اور یہ کہنا بیجا نہین کہ شروع اسلام سے آجتک اس فن مین اس طرز کی تصنیف موجود نہین ہے۔

مولوی صاحب علوم دینیہ خصوصًا علم کلام مین شیخ مفید اور سید مرتضی کے ہم پلہ تھے

سلہ مولانا سید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ کے مفصل حالات زندگی جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی نے لکھے ہین اسلیے بہت سے ضروری واقعات مینے نظر انداز کیے صرف ایک واقعہ لکھتا ہون وہ یہ ہے مین جب لندن سے تازہ تازہ آیا ہوا تھا تو اتفاقًا مینے ایک دن داڑھی منڈوائی اور اسیدن جناب مولانا حامد حسین صاحب قبلہ کی خدمت مین بغرض حصول زیارت حاضر ہوا مجھے دیکھتے ہی میری داڑھی کیطرف ہاتھ بڑھایا اور ایک عجیب لہجہ مین فرمایا کہ داڑھی مجھے دیدو چنانچہ اسی ہدایت کا تصدق ہے کہ اپنی داڑھی سے مجھے ایک محبت خاص ہمیشہ کے لیے پیدا ہو گئی۔ اللہ اللہ کیا بے نظیر بزرگ تھے۔

اسی سلسلہ مین ایک واقعہ یاد آگیا کہ اُسیدن شام کو مین جناب مولانا سید علی محمد صاحب تاج العلما اعلی اللہ مقامہ کی خدمت مین بھی گیا اور اپنی گاڑی مین جناب موصوف کو سوار کر کے ہوا خوری کے لیے چلا راستہ مین جناب ممدوح نے فرمایا کہ داڑھی منڈوانے کے عقلاً کیا فوائد ہین مینے عرض کیا کہ اسوقت فوائد تو ذہن مین نہین آتے اگر ارشاد ہو تو مضرتین بیان کر دوں۔ یہ سُنکر تبسم فرمایا اور خاموش ہو رہے۔ جناب قبلہ و کعبہ تاج العلماء کو علوم عقلیہ مین کمال مہارت تھی اس وجہ سے اپنے ارشاد مین فوائد عقلیہ فرمایا تھا۔

اور اونکا طرز زندگی بعینہ وہی تھا جیسا کہ قرن ثانی اور ثالث کے علماء ربانی کا ہوتا تھا وہ اون کمالات اور صفات اور اخلاق کی سچی مثال تھے جو مومن کامل کے لیے اسلام کی کتابون مین منضبط ہین جو انکی صحبت سے فیضیاب ہوتا تھا اوسکی نظرون مین کوئی اور صحبت نہ سماتی تھی۔ مولانا سید کرامت حسین صاحب اکثر کہتے تھے "مینے عمر بھر مین کوئی آدمی مولوی حامد حسین صاحب کا ثانی نہین دیکھا" ایکبار ڈاکٹر نوبین چندر مترصاحب سے جو مشہور و معروف ڈاکٹر لکھنؤ مین تھے جناب فردوسمآب کا ذکر آیا فردوسمآب اوسوقت حیات تھے ڈاکٹر صاحب نے جناب فردوسمآب کی تعریف مین ایک انگریزی فقرہ فرمایا جسکا ترجمہ یہ ہے پاکبازی اور معصومیت کی سراپا تصویر ہین۔

تمہید مین جہان مینے اپنی دوستی کا ذکر مولانا کرامت حسین صاحب سے کیا ہے وہان پشتینی کا لفظ لکھا ہے جسکا یہ مفہوم ہے کہ میرے دادا صاحب کو شرف تلمذ مولانا کے دادا سے حاصل ہوا میرے والد ماجد مولانا کے والد ماجد کے شاگرد تھے اور تیسری پشت کی ملاقات اور دوستی مجھ سے اور مولانا سے تھی۔ علاقہ شاگردی سے قطع نظر کرنے کے بعد بھی بعض خصوصیات قابل ذکر ہین۔ مینے مولانا کے جد امجد کو نہین دیکھا نہ مولانا کے والد ماجد کو نہ اونکے بڑے چچا صاحب کو مگر انگلستان سے واپس آنے کے بعد جب مین لکھنؤ مین بحیثیت بیرسٹر توپ والی کوٹھی مین مقیم ہوا تو یہ وہ زمانہ تھا جبکہ آیۃ اللہ مولانا حامد حسین صاحب قبلہ فردوسمآب اپنی پاک اور مقدس زندگی کے آخری دو تین سال بیماری اور گوشہ نشینی مین بسر فرما رہے تھے عامۃ الناس کا کیا ذکر خواص پر بھی باستثنائے معدودے چند دروازہ بند تھا۔ امیر و غریب شریف و وضیع عالم و جاہل اپنے اور بیگانے سب ہی تو انکے شیفتہ

صحبت سے محروم ہو گئے تھے میرا شمار نہ علماے دین مین تھا نہ امرا مین نہ اہل کمال مین نہ باعتبار سن و سال بزرگون مین - ایک نوجوان بیرسٹر مشتیہ انگلستان سے لکھنو مین تازہ وارد خدا جانے جناب فردوسمآب کے دل مین میری بابتہ کیا خیال ہو گیا تھا کہ وہ جناب مجھ سے ملنے اکثر تشریف لایا کرتے تھے مین اگر کوٹھی مین نہ ہوتا تھا تو باغ مین پالکی رکھوا دیتے تھے اور تھوڑی دیر انتظار فرماتے تھے جناب فردوسمآب کی تشریف آوری کا جسقدر فخر و ناز مجکو ہے اُسکا بیان میدان تقریر و تحریر سے باہر ہے - اس عزت افزائی کا وہی لوگ کچھ اندازہ کر سکتے ہین جو واقف ہین کہ جناب فردوسمآب کہین تشریف نہین لیجاتے تھے مولانا کے انتقال سے جو خاص اثر اُنکے مخصوصین پر ہوا اوسکا بیان ناممکن ہے چنانچہ مینے اُسی زمانہ مین ایک مضمون تحریر کیا تھا اور وہ مضمون اخبار ایڈوکیٹ لکھنو مطبوعہ ۶ نومبر ۱۸۸۸ء مین چھپا تھا - اس مضمون کا ترجمہ یہان پیش کرتا ہون -

ہم نہایت ہی رنج و تاسف کے ساتھ جناب شمس العلما مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ کی وفات حسرت آیات کو شایع کرتے ہین جو ۲- اکتوبر ۱۸۸۸ء کو واقع ہوئی جناب مرحوم کی علالت کا سلسلہ گذشتہ ۶ سال سے جاری تھا لیکن اُنھون نے شدائد مرض کے مشکلات ملکوتی صبر و استقلال سے برداشت کیے -

جس طرح انکی طولانی علالت انکی شگفتہ مزاجی پر کوئی اثر نہ ڈال سکی اور اُنکی زندہ دلی کو ذرہ برابر بھی کم نہ کر سکی اسی طرح وہ انکی روشن دماغی اور غیر معمولی قوت رکھنے والے حافظہ کو بھی کوئی نقصان نہ پہونچا سکی اور نہ انکے خیالات کی روانی اور یکتاے زمانہ خداداد کمالات مین سد راہ ہو سکی - گو جناب مرحوم مشکل سے اس قابل تھے کہ وہ بیٹھ سکین یا چند قدم بھی چل سکین لیکن

اُس حالت مین بھی بستر پر پڑے پڑے وہ اپنی کتابون کی تصنیفات مین اسقدر محنت شاقہ برداشت فرماتے تھے کہ بہت سے تندرست و توانا مُصنّفین بھی اتنی سخت محنت کرنے کی جسارت مشکل سے کرینگے یہ منظر نہایت دل کو دکھانیوالا تھا کہ وہ داہنا ہاتھ تھک جانیکی وجہ سے اپنے بائین ہاتھ سے بھی بلاناغہ اُس کام کی انجام دہی کرتے تھے۔

علم کلام مین روئے زمین کے تمام مصنفون مین انسے بڑھ کر تو کیا انکے برابر بھی کوئی نہین پایا جاتا۔ انھون نے اپنے بعد ایک نہایت ہی بیش قیمت اور گران بہا ذخیرہ اپنی تصنیفات کا چھوڑا ہے جو اُنکے نام کو ایک مدت دراز تک روشن رکھے گا اور بے شمار آیندہ نسلین مدح و ثنا کرینگی اور قدر و منزلت کی نظر سے دیکھین گی۔

اس امر کا نہایت تاسف ہے کہ جناب مرحوم کی تصنیفات کا بہت سا حصہ غیر مطبوعہ ہے اور بہت سی تصانیف ایسی ہین کہ جنپر نظر ثانی کرنیکی بھی نوبت نہین آئی لیکن ہمین ہر طرح سے امید ہے کہ جناب مرحوم کے بڑے صاحبزادے جناب مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ جو کہ ماشاء اللہ ابھی نوجوان ہین اور جن کو دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ جناب مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ زندہ ہین اس بڑے کام کو پورا کرینگے جو کہ ناتمام رہگیا ہے۔

اس عظیم ترین حادثہ سے جو صدمہ عموماً تمامی ہندوستان کو اور خاص طور سے اُنکے اہل خاندان کو برداشت کرنا پڑا۔ ہم اُنکے خاندان کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہین۔

جناب مولانا سید سراج حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ کے تین بیٹے تھے بڑے بیٹے جناب مولوی سید عنایت حسین صاحب۔ منجھلے جناب مولانا

سید کرامت حسین صاحب۔ چھوٹے جناب مولوی رعایت حسین صاحب۔
جناب سید عنایت حسین صاحب عہدہ ہائے جلیلہ پر ریاست چھترپور
مین ممتاز رہے۔ اور جناب مولوی رعایت حسین صاحب بھی اسی ریاست
مین مہتمم خزانہ اور مجسٹریٹ درجۂ اول رہے۔ دونون بھائیون نے نہایت
امانت و دیانت و محنت سے کام کیا اور مہاراجہ چھترپور بہت عزت و
توقیر فرماتے تھے۔ جناب مولوی سید رعایت حسین صاحب ابھی زندہ ہین
خداوند تعالی انکو صحیح و سلامت رکھے آمین ثم آمین بحق محمد و آلہ الامجاد

سنہ ولادت اور بچپن کے حالات

سید کرامت حسین صاحب یکم جولائی ۱۸۵۲ء کو بمقام جھانسی پیدا ہوے
بچپن کے حالات کم معلوم ہوے ہین جو کچھ ہین وہ انھین سے معلوم ہوے ہین
بچپن کے حالات بزرگون کو معلوم ہوتے ہین عرصہ ہوا کہ کرامت حسین صاحب کی
بزرگون کا انتقال ہوگیا۔ اونکے بڑے بھائی مولوی سید عنایت حسین صاحب نے
اگست ۱۸۸۹ء مطابق ۱۳۰۶ھ ہجری مین انتقال فرمایا
اور اگر مولوی عنایت حسین صاحب ابتک زندہ بھی ہوتے تمبھی سید
کرامت حسین کے بچپن کے زیادہ حالات اونسے نہ معلوم ہوسکتے کہ وہ صرف
دو ڈھائی برس سید کرامت حسین صاحب سے بڑے تھے۔
پانچ برس کی عمر سے پہلے کے دو ایک واقعات سید کرامت حسین صاحب
کو یاد رہے۔

لہ مشفقی منشی سید زوار حسین صاحب مرحوم المتخلص بہ طرار نے اس مصرعہ سے مادہ وفات نکالا ہے
ع۔ برخوان دو بار اشک ہر بار بر کش آہ

ایام رضاعت

جب مولوی صاحب پیدا ہوئے تب انکی والدہ بیمار تین دودھ خشک ہوگیا تھا کوئی دایہ نہ ملی اسلیے مولوی صاحب کی پرورش گائے کے دودھ سے ہوئی معمولاً ایسے بچہ کو کمزور اور نحیف الجثہ ہونا چاہیے مگر مولوی صاحب تنومند توانا اور شہ زور ہوے کیسا نادر ذہن اور حافظہ پایا۔

پہلا واقعہ جو انکو عمر بھر یاد رہا یہ تھا کہ سنہ ۱۸۵۶ء مین گرمیون کے زمانہ مین غروب آفتاب سے پہلے انکی کھلائی انکو صحن مین لائی کھٹولے پر بٹھایا وہ بیمار اور کمزور تھے چڑچڑا رہے تھے کھلائی سے اشارونمین بتا رہے تھے کہ دودھ مین شکر ملا دے دفعتہً باورچی خانہ کی طرف سے شور ہوا اور ایک ماما چیختی ہوئی بھاگی بچہ نے پوچھا کیا ہوا کھلائی نے کہا کہ ماما باورچی خانہ سے نکل رہی تھی کہ اسکے سر پر سانپ گرا اور وہ غل مچا کر بھاگی یہ سنکر بچہ کی توجہ بالکل دوسری جانب چلی گئی چڑچڑانا زائل ہوگیا اور اوسنے وہ دودھ جو کھلائی پلانا چاہتی تھی پی لیا۔ باورچی خانہ مین چولھا جل رہا تھا بچہ کی دایہ ایک پیڑھی پر بیٹھی کھانا پکنے کی نگرانی کر رہی تھی اور ماما غل مچاتی ہوئی بھاگی یہ واقعہ دنیا کے سب سے پہلے واقعون مین سے ہے جنھون نے بچہ پر ایسا اثر کیا کہ تمام عمر یاد رہے۔

مکتب

سید کرامت حسین صاحب کا مکتب ہونے پر دس بارہ دن تک انکی یہ حالت تھی کہ جب تک دایہ مکتب مین بیٹھی رہتی وہ پڑھتے تھے اور دایہ اوٹھکر گئی اور یہ چیخ مار کر اسکے پیچھے دوڑے۔

بچپن سے دو باتون کی باہم تمیز کا اثر

بچپن کے واقعات مین سید کرامت حسین کو ایک بیہ

واقعہ بھی یاد رہ گیا تھا کہ مارچ یا اپریل ۱۸۵۶ء مین اُن کو سبق یاد نہ ہوا استاد نے حسب معمول چار بجے چھٹی نہ دی پانچ بجے شام کے قریب کرامت حسین نے رونا شروع کیا اور اس اثنا مین انکو طوطون کی آواز سُنائی دی ملال اور آواز کے باہم ہونے کا یہ گہرا اثر ہوا کہ عمر بھر جب شام کو طوطون کے بسیرے کی آواز کان مین آتی تو وہ ضرور پُر ملال محسوس ہوتی تھی۔ چیزون کے باہم ہونے سے سید کرامت حسین پر ایسا قوی اثر ہوتا تھا کہ اگر بعد مین ایک چیز واقع ہو تو دوسری اسدرجہ یاد آتی تھی کہ فی الحال موجود ہونے کے رتبہ کو پہونچ جاتی تھی۔

چرکھاری مین اکثر بیر کے درخت پاخانون کے قریب ہوتے ہین اونکی بدبو اور بیر کے پھولون کی خوشبو چونکہ ساتھ ساتھ محسوس ہوتی رہی اور بدبو خوشبو پر غالب ہوتی رہی اس باہم ہونے کا یہ اثر ہوا کہ سید کرامت حسین کو بیر کے پھول مین گو کیسے ہی پاک جگہ مین ہون عمر بھر بدبو محسوس ہوئی اور اونکی تمام کوشش کہ ان پھولون کی خوشبو محسوس کرین کامیاب نہوئی۔ سنہ ۱۸۸۰ء تک تو یہی یقین رہا کہ بیر کے پھول بدبو ہوتے ہین مگر سنہ مذکور مین ان کے ایک دوست نے انکو باور کرایا کہ وہ خوشبو ہوتے ہین

واقعات سنہ ۱۸۵۷ء

سنہ ۱۸۵۷ء کے غدر مین وہ ریاست چرکھاری کے قلعہ مین محصور تھے موضع استون مین ریاست کا ایک مست ہاتھی بندھا تھا اور باغی اوسکو کھولنا چاہتے تھے وہ حملے کرتا تھا۔ سید کرامت حسین صاحب اسی بھی ایک تماشا سمجھ کر قلعہ پر سے دیکھ رہے تھے یہ بات کہ غدر کوئی آفت ہے یا اس سے خوف کرنا چاہیے اونکی سمجھ سے باہر تھی جب باغیون کی گولیان قلعہ پر آکر گرتی تھین تو وہ

اونکے اوٹھانے کو دوڑتے تھے اوندایہ کا شور وغل اُنپر ذرا بھی اثر نہ کرتا تھا ایک صاحب جو قلعہ پر ایک مورچہ کی نگرانی پر تھے بہت زخمی ہو گئے تھے اور مولوی سید سراج حسین صاحب مرحوم اُنکے دیکھنے کو گئے سید کرامت حسین صاحب بھی اپنے والد ماجد کے ساتھ گئے وہ صاحب چارپائی پر زخمی لیٹے درد سے کراہتے تھے۔ لیکن سید کرامت حسین صاحب کو یہ سب تماشا سا معلوم ہوتا تھا اور اسوجہ سے نہ تو ہمدردی کا احساس ہوتا تھا نہ اونکی دردناک آواز سے متاثر ہوتے تھے۔ جب باغی چلے گئے اور سید کرامت حسین صاحب اپنے والد اور بھائیوں کے ساتھ قلعہ سے اوتر کر شہر جرکھاری کے اوسی گھر مین آئے جسمین سے قلعہ پر گئے تھے تو اونھون نے دیکھا کہ ڈیوڑھی مین پندرہ بیس من گرم راکھ جمع ہے اوسکے اندر آگ کی چنگاریان بھی ہین پوچھا کہ یہ کیا ہے تو کسی نے کہا کہ یہان آل[1] جمع تھی باغیون نے جلا دی یہ اوسی کی راکھ اور چنگاریاں ہین

مولانا کے بچپن کے شوق

مولانا سید کرامت حسین صاحب کو بچپن مین پچیسی گنجفہ - گیڑی - پتنگ اور بٹیر کا بہت شوق تھا بعض اوقات پچیسی مین تمام شب جمعہ اور روز جمعہ گذر جاتا تھا۔ گنجفہ کی سخت ممانعت تھی ایک گھر مین ایک مکتب مین ایک اصطبل مین ایک عیدگاہ مین چھپا رکھا رہتا تھا اور ایک یا دو کھیلنے والے ساتھی اور ملجاتے تھے وہین کھیلنا شروع ہو جاتا تھا جب مولوی سید عنایت حسین صاحب کی سسرال مین بٹیر بازی اور داستان ہونے لگی تب ان دونون مشغلون مین بھی کرامت حسین صاحب کو انہماک ہو گیا جمعہ کو بعد ظہر داستان ہوتی تھی اور اگر کسی اتفاق سے کوئی جمعہ

[1] آل ایک قسم کا درخت ہوتا ہے اوسکی لکڑی جمع تھی۔

ناغہ جاتا تھا تو شام کو اکثر کسی سامع کو بلا کر گھر پر سن لیتے تھے تا کہ سلسلہ نہ ٹوٹ جائے۔

لہو و لعب

جب فروری ۱۸۶۵ء مین رسالہ "خیر الزواجر" پڑھا اور جانا کہ شرعاً لہو و لعب حرام ہے تب سے کھیلنا بالکل چھوڑ دیا۔ ہان جب وہ راجکمار کالج مین نوکر ہوے اور فلسفہ وغیرہ علوم عقلیہ

لہو و لعب کا مفہوم

کو حاصل کیا تب لہو و لعب کا مفہوم انکی راے مین بدل گیا اور ٹینس کرکٹ وغیرہ بآزادی کھیلنے لگے ایسے کھیلون کو جنسے تندرستی کو فائدہ پہونچے یا دماغ کو سکون ہو نا جائز ہونے کے بجاے سود مند کہنے لگے۔ لہو و لعب کے صحیح معنے اونکے نزدیک وہ ارادی افعال تھے جنسے کسی قسم کا نفع نہو اور وقت و طاقت رائگان یا مضر حیثیت سے صرف ہو۔

بچپن مین مرثیہ کا شوق

ستمبر یا اکتوبر ۱۸۵۸ء مین مولوی سراج حسین صاحب مرحوم کی ترغیب سے سید کرامت حسین صاحبکو اس مرثیہ "جب غازیان فوج خدا نام کر گئے" کی نقل کرانے کا شوق ہوا خود نقل نہ کر سکتے تھے۔ ایک محرر نے جو افیونی تھا کہا کہ مین پانچ بند روزانہ نقل کر دونگا بشرطیکہ دو پیسہ کے بتاسے تم مجکو دیا کرو۔ جب مکتب سے گیارہ بجے دن کے فرصت ملتی تب کرامت حسین صاحب گھر مین آتے اپنی والدہ سے دو پیسہ لیکر بتاسے منگاتے اور افیونی محرر سے پانچ بند لکھا کر اور انکو پڑھ کر یاد کرتے تھے اور انکا مطلب استاد وغیرہ سے پوچھ کر سمجھ لیتے تھے۔ چند دن مین وہ مرثیہ پورا نقل ہو گیا اور سید کرامت حسین صاحب نے اوسکے بہت سے بند زبانی یاد کر لیے

جب وہ مرثیہ تمام ہو گیا اور بہت ساحصہ او سکا سید کرامت حسین صاحب کو یاد بھی ہو گیا تب انھون نے ایک بار ایک سوز خوان سے شاید اخیر ۱۸۵۶ء مین فرمایش کی کہ اسکا پہلا بند سوز مین پڑھ دیجیے اور بہت سی خوشامد کی سوز خوان صاحب نے جو زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے رنگ مین پڑھا۔ جب نمازیان فوج خدا نام کر گئے۔

بچپن مین صحیح المذاقی

غازیان کو نمازیان پڑھا تو سید کرامت حسین صاحب کھلکھلا کر ہنستے ہنستے لوٹ گئے اور سوز خوان صاحب بہت غصہ ہوے مرثیہ ہاتھ سے پھینک دیا کہا عجب بے تمیز لڑکا ہے مین تو مرثیہ پڑھتا ہون یہ ہنستا ہے سید کرامت حسین صاحب نے مرثیہ اوٹھا لیا اور گھر کے اندر بھاگ گئے ہنستے جا رہے تھے جو پوچھتا تھا کیا ہے تو کہتے تھے سوز خوان نے غازیان کو نمازیان پڑھا اور ہنسنے لگتے تھے۔

سید کرامت حسین صاحب کی والدہ کی وفات

سید کرامت حسین صاحب کی والدہ کی وفات ۱۸۵۹ء مین بمقام چرگھاری ہوئی جب وہ سکرات کی حالت مین تھین تو بعض عورتون کے کہنے سے سید کرامت حسین صاحب اون کے سرہانے بیٹھے اور قرآن مجید کھول کر سورہ یٰسین پڑھا یہ اسوقت انکی سمجھ مین نہ آیا تھا کہ والدہ جان بلب ہین او قرآن مجید سکرات کی سختی بچانے کو پڑھوایا جاتا ہے۔ سید کرامت حسین کی والدہ نے جب انتقال کیا گھر مین کوئی اور رشتہ دار عورت نہ تھی۔ ان کے والد ماجد محبت کا اظہار نکرتے تھے اسوجہ سے کرامت حسین کو بچپن مین

والدین یا بزرگون کی محبت کا لطف بالکل نہ ملا انکی والدہ جو مزمن امراض مین مبتلا تھین اور انکو جلد مرنے کا یقین ہو گیا تھا اپنے انتقال سے چند دن پہلے بعد زوال ایک پارپائی پر بیٹھی تھین دو خادمہ پاس تھین اور دو عورتین ہمسایہ کی بھی تھین کرامت حسین کھیلتے ہوئے آئے اور مان کے قریب بیٹھ گئے۔ مان کی آنکھون سے آنسو جاری ہو گئے۔ ہمسایہ کی عورتون نے پوچھا آپ کیون روتی ہین فرمایا میرے بعد اس بچہ کی کون خبر لیگا۔ کرامت حسین پر اسکا اثر کچھ نہوا اور وہ نہ سمجھے کہ یہ بات انکی والدہ نے کیون فرمائی۔ مان کے تصور کے ساتھ نہ انکو مان کے پیار کا تصور ہوتا تھا نہ اسکا کہ مان نے اونکو پالا ہے باپ کے تصور کے ساتھ محبت پدری ذہن مین نہ آتی تھی اُسکے

بچپن مین غیرت

غضب اور رعب کا خیال ضرور آجاتا تھا۔ بچپن مین بھی غیرت کا جوش کرامت حسین مین غالب تھا اسی وجہ سے وہ اپنے باپ سے نہ کھانے کی چیز کبھی مانگتے تھے نہ کپڑے جب اور بھائیون کی طلب پر چیزین ملتی تھین تب انکو بھی بھائیون کے طفیل مین ملجاتی تھین ایکبار کا ذکر ہے کہ کرامت حسین سے انکے والد مرحوم نے غصہ ہو کر فرمایا کہ دن بھر کھانے مین لگا رہتا ہے پڑھتا نہین ہے کرامت حسین کو تاب نہ رہی اور کہا کہ آپ کے گھر مین ہے کیا جو ہم کھاتے ہین یہ کہکر ڈرنے اور رونے لگے۔ کرامت حسین کے اکثر چپ رہنے اور روپیہ پیسہ کھانا وغیرہ کبھی نہ مانگنے لباس کے پھٹے اور میلا رہنے سے ان کے والد مرحوم کو یہ خیال ہو گیا تھا کہ وہ مجنون ہے اور ایسا ہی اپنے دوستون سے کرامت حسین صاحب کے سامنے کہ بھی دیتے تھے۔

۱۸۶۶ء مین جب کہ مرحوم منقی سید انور علیصاحب جو کرامت حسین کے

معلم تھے رخصت پر وطن تشریف لے گئے اور چند ماہ خود مولوی سید سراج حسین صاحب مرحوم کو اقلیدس اور جبر و مقابلہ وغیرہ کرامت حسین کو پڑھانا پڑا تب مجنون ہونے کا خیال زائل ہوا اور اپنے دوستون سے فرمایا کہ مین تو اس لڑکے کو مجنون سمجھتا تھا مگر وہ مجنون نہین ہے۔

سید کرامت حسین نے اقلیدس عربی مین پڑھی تھی مقالہ اوّل کی پانچوین شکل سید انور علی صاحب مرحوم نے زبانی اُنکے سامنے بے حرفون کے بیان کی اسکے بعد پوچھا ''سمجھ گئے''، کرامت حسین نے کہا ''جی ہان'' کہا اچھا اگر سمجھ گئے ہو تو بلا اخراج ساقین ثابت کرو کہ قاعدہ کے اوپر کے زاویہ برابر ہوتے ہین۔ سید کرامت حسین نے تھوڑی دیر غور کر کے ثابت کر دیا اُستاد کو حیرت ہوئی۔ جوان ہو کر سید کرامت حسین کو ریاضی کی طرف وہ میل نرہا جو اونکے بڑے بھائی مولوی سید عنایت حسین صاحب کو تھا۔ غالبًا وجہ یہ ہوئی کہ وہ بہت نازک طبع و ذکی الحس تھے بچپن مین انپر ریاضی حاصل کرنے مین جبر کیا گیا جسکا اثر یہ ہوا کہ انکی دلی رغبت زائل ہو گئی۔

جناب مولانا سید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ ۱۲۶۵ھ سے قبل پھر کھادی تشریف لے گئے تھے انھون نے ایک بار سید کرامت حسین کے معلم سے کہا کہ اگر یہ سبق یاد نہ کرے تو خوب مارا کرو یہ بات سنکر سید کرامت حسین کو ایسی وحشت ہوئی کہ کبھی سامنے جانا پسند نہ کیا یہ وحشت اسوقت مبدل بہ عقیدت و موانست ہوئی جب حج سے واپس آنیکے بعد علم سے عشق ہوا

پانچ برس سے پندرہ برس تک کے آثار	پانچ برس کی عمر سے پندرہ برس کی عمر تک

سید کرامت حسین مین کوئی خاص اعتبار کسی خاص اچھی یا بُری خلقی صفت کے سوا افراط حیا کے نمایان طور پر نمودار نہ تھے۔ حیوانی سفاہت خوب روشن تھی کھیلنی کودنے مین بہت جی لگتا تھا کھیلنے مین کیا جدت کی ہمجولیون سے کیا کھیل کھیلے خود مولوی بنے یا مجتہد یا واعظ یا بارسٹر یا جج یا باورچی یا رکابدار یا درزی یا میر پنجہ کش ان سب پر خموشی کا پردہ پڑا ہوا ہے لیکن مولوی سید رعایت حسین صاحب جو سید کرامت حسین کے چھوٹے بھائی ہین وہ بہت اونچا سنتے ہین اور انکے کلہ پر ایک گہرے گھاؤ کا نشان ہے۔ بہرہ پن اور گھاؤ کے نشان کا پتہ چلانے سے معلوم ہوا کہ سید کرامت حسین صاحب کے بڑے بھائی مولوی سید عنایت حسین صاحب کی گیڑی لگی تھی ان کو گیڑی کا شوق تھا اور سید کرامت حسین کو بھی گینڑی کھیلنے مین انہماک تھا بہت عمدہ عمدہ گیٹریان بناتے تھے اور پتنگ بھی بناتے اور اڑاتے تھے۔ جو چیز کھاتے تھے بہت کثرت سے کھاتے تھے۔ ایک بار تین سیر بیر کھا گئے بارہ کیتھے ایک دفعہ کھا گئے پندرہ کھیرے متوسط قد کے ایک بار کھا گئے آدھ سیر اچار[1] اور آدھ سیر بھونے چنے دونون ملا کر چپٹ کر گئے اور پانی پی پیتے ہین دو گھنٹہ دوڑتے پھرے ذراسی بات پر بہت زیادہ ہنسنا یا روٹھ جانا اور غصہ ہو کر رونا عادت مین تھا لیکن بھی بلا کی تھی شرارت کی طرف مزاج مائل نہ تھا مگر ساتھی ہوں تو شریک ہو جاتے تھے ۱۸۶۵ء سے پہلے کے ہمجولیون مین انکو اپنی بھاوج مولوی سید عنایت حسین صاحب مرحوم کی زوجہ سے عزیزانہ انس شروع ہوا اور رفتہ رفتہ ایسی عزت اور محبت کرنے لگے جیسے کوئی لائق بھائی اپنی حقیقی بہن سے برتاؤ کرتا ہے اور عمر بھر

[1] لکھنؤ مین اچار چرونجی کے پھل کو کہتے ہین۔

ادب اور خدمت کرتے تھے اور اونکی بھاوج بھی مثل اپنے بھائیون کے
اونکو چاہتی تھین۔

استاد سے محبت

مولانا سید کرامت حسین صاحب کو اپنے اساتذہ
مین جناب مرحوم حافظ سید انور علیصاحب سے
بھی خاص انس تھا جب سید کرامت حسین اپنے چچاؤن کے ساتھ سفر حج
مین بمبئی پہونچے اور وہان سامان سفر جدہ کرنے لگے جناب مرحوم
مفتی سید انور علیصاحب کا خط جناب مولوی سید اعجاز حسین صاحب کے
نام پہونچا کہ "مینے جناب مرحوم مولوی سید سراج حسین صاحب کی وصیت
کے مطابق سید عنایت حسین صاحب وغیرہ کو لکھنؤ پہونچا دیا اب مین اپنے
وطن جاتا ہون" مولوی صاحب مرحوم نے یہ خط سید کرامت حسین صاحب
کو دکھایا انکی آنکھون سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے چچا صاحب نے پوچھا
کیون روتے ہو عرض کیا اب مفتی صاحب کی زیارت نصیب نہوگی وہ اپنے
گھر جاتے ہین اسی محبت کی وجہ سے مفتی صاحب مرحوم کی نصیحت کا کرامت
حسین صاحب پر بڑا اثر ہوتا تھا۔ اگست ۱۸۶۵ء مین جب مولوی سید
سراج حسین صاحب مرحوم نے انتقال فرمایا تب سید کرامت حسین صاحب
نے یہ التزام کیا کہ روزانہ صبح کو قرآن شریف لیکر اپنے والد کی قبر پر جاتے
تھے اور ایک پارہ پڑھ آتے تھے پانچ سات دن تو مفتی صاحب مرحوم
نے کچھ نہین کہا اسکے بعد ایک دن فرمایا کہ میان روزانہ قبر پر جانا عبث ہے
یہین گھر مین قرآن شریف پڑھ کر ثواب بخشدیا کرو سید کرامت حسین صاحب
نے بطیب خاطر اس ہدایت کو قبول کرلیا۔ جناب مفتی صاحب مرحوم کو
بھی ایک خاص شفقت سید کرامت حسین صاحب پر تھی ۱۸۶۶ء مین مسید

کرامت حسین گورہار تین تھے اور جناب مفتی صاحب مرحوم اپنے وطن بقاء بھون سے جھبر کھاری آئے اور وہان سے صعوبت سفر گوارا فرماکر گوہار گئے تین دن قیام فرماکر واپس چلے گئے اور فرمانے لگے کہ عمر اخیر ہے اور موت قریب ہے اسلیے جی چاہا کہ مرنے سے پہلے پھر تمکو ایک بار دیکھ لون اور یہان تک آنے کا مقصود سوا تمھارے دیکھنے کے کچھ نہ تھا جناب سید انور علیصاحب وطن واپس گئے اور تھوڑے ہی دن کے بعد خط آیا کہ انھون نے انتقال فرمایا۔ سید کرامت حسین صاحب نے عمر بھر جب اپنے استاد سید انور علیصاحب مرحوم کو یاد کیا تب مفتی صاحب مرحوم کے ذکر کے ضمن مین ایک مضحک وقعہ بھی یاد کیا جو پیش آیا تھا اور وہ سید کرامت حسین کو عمر بھر یاد رہا۔

ایک مضحک وقعہ

سنہ ۱۸۶۳ء یا سنہ ۱۸۶۴ء مین رمضان کا زمانہ تھا سید کرامت حسین باوجود ممانعت کے روزہ رکھ لیتے تھے اور عصر کے وقت اپنے بڑے بھائی سید عنایت حسین صاحب کے ساتھ تالاب پر جاتے تھے وہان دیر تک برغبت نہایا کرتے تھے بہت سی چھوٹی چھوٹی مچھلیان لوٹے مین بھر لاتے تھے ایک دن شام کو تالاب سے نہاکر آئے لوٹا مچھلیون سے بھرا تھا اور اوپر سے خوب صاف تھا اسمین پانی بھی تھا جناب مفتی سید انور علیصاحب قبلہ رحمۃ اللہ وضو فرماچکے تھے منتظر تھے کہ افطار کا وقت آئے تو روزہ کھولین اور نماز مغرب پڑھین جناب مرحوم سید علی حسین صاحب جناب مولوی سید عنایت حسین صاحب مرحوم کے خسر بھی تشریف فرما تھے کہ جناب مفتی صاحب قبلہ کے ساتھ نماز جماعت پڑھین گے اوسوقت سید عنایت حسین صاحب سید عباس حسین صاحب اور سید کرامت حسین صاحب بھی موجود تھے۔ افطار کا

سنگ بنیاد لکھنؤ مین ہے۔

وقت آیا اور جناب سید انور علی صاحب مرحوم نے وہی لوٹا جو سید عنایت حسین صاحب چھوٹی مچھلیون سے بھر لائے تھے اللہم لک صمت و علیٰ رزقک افطرت الخ فرما کر اٹھایا اور ٹوٹی منھ سے لگا کر چاہا کہ ایک گھونٹ پانی نوش فرمائین پانی کے ساتھ ایک چھوٹی مچھلی بھی منھ مین چلی گئی اور جناب مرحوم نے مضطرب ہو کر لوٹا جلدی سے زمین پر رکھدیا اسی کے ساتھ پانی کو اس ڈر سے کہ کیا بلا منھ مین گئی اوگل دیا سید کرامت حسین صاحب بے تحاشا قہقہہ لگاتے ہوے وہان سے بھاگے اور زنانہ مکان مین ہنسی کے مارے پلنگ پر لوٹنے لگے انکی بھاوج صاحبہ نے پوچھا کہ کیا ہوا تو مچھلی اوگل دینے کا وقعہ بیان کیا اور ہنسنے لگے بھاوج صاحبہ بھی ہنسین اور مدتون یہ حالت رہی کہ افطار کا وقت ہوا زور سے اللہم لک صمت کہا اور پانی منھ سے مفتی سید انور علی صاحب مرحوم کی نقل کر کے اوگل دیا۔ اور دیر تک کھلکھلاتے رہے یہ واقعہ جناب مولانا کو خوب یاد تھا اور اسکو جب کبھی بیان کرتے تھے تو ضرور تبسم فرماتے تھے۔

ابتدائی تعلیم اگست ۱۸۶۵ء تک سید کرامت حسین صاحب نے اپنے گھر پر معلمون سے مکتب مین عربی پڑھی اور مبتدیونکو مکتب مین فارسی پڑھتے سنکر خود بھی فارسی حاصل کی چودھوین سال تفسیر صافی میبذی مقامات حریری تحریر اقلیدس عربی و جبر و مقابلہ اردو پڑھتے تھے اور قوت حافظہ سے یاد کر لیتے تھے جمعہ کے دن بعد زوال جناب نوی سید سراج حسین صاحب نے سید کرامت حسین کو بلا کر اصول علم طبیعیات مناسبی انگریزی پڑھ کر اسکا ترجمہ بتلاتے تھے اور کرامت حسین کو انکے سامنے حاضر رہنا ایک وبال جان معلوم ہوتا تھا۔

ایک دن ۱۸۶۳ء مین جب سید کرامت حسین صرف کی ایک کتاب اپنے اوستادسے پڑھ رہے تھے جناب مرحوم سید سراج حسین صاحب تشریف لائے کسی طور رگ سے لام یلوم کی گردان پیش آئی اور جناب مولوی سید سراج حسین صاحب نے پوچھا اچھا بتاؤ قرآن شریف مین یلتنی فیہ کہان ہے سید کرامت حسین نے تھوڑی دیر چپ رہ کر رجما بالغیب بے اسکے کہ انکو ذرہ بھر بھی یاد ہو کہدیا کہ سورۂ یوسف مین ہے اور جناب مولوی سید سراج حسین صاحب اور استاد دونون بہت ہی خوش ہوے۔

بچپن مین تعلیم نماز

سید کرامت حسین کو نماز یون سکھائی گئی کہ ترجمۃ الصلوۃ پڑھائی گئی اوسمین کی دعائین یاد کرائی گئین اور جب یاد ہوگئین تب ایک دن استاد نے مغرب کے وقت جب کہ سید سراج حسین صاحب بھی تشریف فرما تھے کہا کہ نیت کرکے نماز پڑھو اور استاد نگران رہے کہ ٹھیک پڑھتے ہین یا نہین سید کرامت حسین نے ٹھیک نماز پڑھی اور اونکے والد مرحوم استاد کے بہت ہی ثناخوان ہوے سید کرامت حسین نے اوائل ۱۸۶۵ء مین اپنے باپ سے انگریزی شروع کی تھی مگر اونکے انتقال کی وجہ سے مدتون چھوٹی رہی۔

فروری ۱۸۶۵ء مین جناب مرحوم مولوی سید سراج حسین صاحب اپنے بھائی سید اعجاز حسین صاحب کی عیادت کو لکھنؤ گئے وہ مدت سے نواہر مین مبتلا تھے سید کرامت حسین ساتھ تھے جناب آیۃ اللہ مولینا سید حامد حسین صاحب قبلہ سے سید سراج حسین صاحب نے سید کرامت حسین کی لاپروائی اور بے شوقی کا ذکر کیا فرزند سعادتمند نے صحیفہ کاملہ کی ایک دعا نکال کر سامنے رکھدی اور کہا کہ اسکو پڑھو سید کرامت حسین نے

چند سطرین صحیح پڑھین اور معنے کہے تب اونھون نے فرمایا کہ اسکو ابھی تعداد تو بھی معلوم نہین آپ کیون ناخوش ہین۔ جناب فردوسمآب سید حامد حسین صاحب قبلہ کے فرمانے سے مولوی سید سراج حسین صاحب نے سید کرامت حسین کو

بچپن کے روزے

اجازت دی کہ اگر وہ روزہ رکھنا چاہتا ہے تو رکھے اس سے پہلے چرکھاری مین جو روزے رکھے جاتے تھے وہ خفیفہ ہوتے تھے اور وہان سحر کو دودھ اور شکر اور شیر برنج ملتی تھی کرامت حسین یہ سمجھنے لگے تھے کہ سحر کو لذیذ اور شیرین غذا ملنا جزو روزہ ہے لکھنو مین روزہ رکھا اور سحر کو شلجم کا باسی سالن اور ٹھنڈی روٹی آئی تو بہت حیرت ہوئی اور دو چار نوالہ سے زیادہ نہ کھا سکے مگر کسی سے شکایت نہ کی شام کو افطار کے وقت گھر مین آئے تو نہ افطار کو میوہ نہ شیرینی نہ بھیگی چنے کی دال وغیرہ ملی اور دیکھا تو یہ دیکھا کہ جناب مرحوم مولوی سید اعجاز حسین صاحب کھانا نوش فرمارہے ہین اونھون نے بڑی شفقت سے کہا بیٹا آؤ ہمارے ساتھ کھانا کھالو سید کرامت حسین اوس سے شریک ہوے تو وہی شلجم کا سالن ہے اور روٹی۔ بہ جبر چند نوالے کھائے مگر جو اذیت شلجم کھانے سے اوسوقت ہوئی وہ ہمیشہ یاد رہی ایک ہفتہ کے بعد ایکدن آیۃ اللہ سید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ نے جناب سید سراج حسین صاحب سے کہا کہ آج شام کو سید کرامت حسین کو میرے یہان جانے دیجیے فرمایا بہتر۔ سید کرامت حسین وہان افطار کے وقت گئے انکی چھوٹی پھپی نے بہت ہی شفقت سے شیر مال۔ بالائی۔ شیرینی وغیرہ کھانے مین دی اور مادرانہ محبت آمیز باتین کین اسپر بھی افسوس کیا کہ مان کمسنی مین فوت ہو گئی بچہ کیا جانے کہ مان کی محبت کیسی ہوتی ہے

مولوی سید سراج حسین صاحب کے لکھنؤ تشریف لیجانیکی وجہ سے سید کرامت حسین کی منجھلی پھوپھی صاحبہ مکرمہ بھی دکنتور سے لکھنؤ تشریف لائی تھین انکی بیٹیان بھی اونکے ساتھ تھین ایک دن جب سید کرامت حسین باہر سے گھر مین آرہے تھے اپنی پھوپھی کو ایک چارپائی پر بیٹھے دیکھا اور سلام کیا پھوپھی صاحبہ نے بلاکر پاس بٹھا لیا اور شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرنے لگین سید کرامت حسین کو زندگی مین یہ پہلا مرتبہ تھا جب انکو احساس ہوا کہ مان کی الفت کا کیا لطف ہوتا ہے اور جو انس انکو اپنی پھوپھی صاحبہ سے تھا وہ مدت العمر نہ گیا۔

بچپن مین احساس شکر گذاری

مولانا سید سراج حسین صاحب نے کنجیان سید کرامت حسین کے حوالہ کردی تھین جو انسے اپنے چچا مولوی سید اعجاز حسین صاحب کے گھر مین کہین گر گئین ادھر ادھر پریشان پھرتے تھے اور اپنے باپ کے خوف سے چشم پر آب تھے اس حالت مین منجھلی پھوپھی نے دیکھا اور پوچھا کہ کیا ہے کرامت حسین نے خوف زدہ ہو کر کہا کہ کنجیان نہین ملتین "میان" (یعنے باپ) مارینگے انھون نے اپنی بیٹی سے کہا کہ بیٹا ڈھونڈھ دے اون صاحبزادی نے تلاش کر دین اس ہمدردی کا اثر سید کرامت حسین پر کالنقش فی الحجر ہو گیا اور انھین صاحبزادیسے اپنی تمام پھوپھی زاد بہنون مین سے خاص انس ہو گیا۔

لفظ کاشش کا استعمال اول بار

قیام لکھنؤ کے زمانہ مین روزہ افطار کرنے کے بعد ایک دن سید کرامت حسین گھر مین آئے انکی منجھلی چچی صاحبہ باورچی خانہ مین تشریف فرما

تھین ملازمین کو کھانا بانٹنے کا انتظام فرمارہی تھین فارسی خوب جانتی تھین
اور بہت خوش تقریر تھین زمانہ غدر کا ایک قصہ بیان فرمانے لگین تو
اثناء تقریر مین فرمایا "کاش ایسا ہوتا" سید کرامت حسین نے کاش
کا استعمال پہلی بار بات چیت مین سُنا اوسکو بہت پسند کیا اور جانا کہ مسلمان
شریف بامحاورہ اردو مین فارسی کے سادہ لفظ استعمال کرتے ہین۔
جناب مولوی سید تصدق حسین صاحب سے بھی اسی زمانہ مین ملاقات شروع
ہوئی ثقہ طالبعلمون کی سی وضع خوش بیانی سنجیدگی سید کرامت حسین
کو اپنی بوندیل کھنڈی وحشت اور بے سلیقگی کے مقابلہ مین بہت پسند آئی

گناہ کبیرہ سے بچنے کا عہد

جب سید کرامت حسین صاحب ۱۸۶۵ء مین
اپنے باپ کے ساتھ لکھنؤ مین تھے تو مولوی سید
اعجاز حسین صاحب مرحوم کے نذر ملنے سے
کرامت حسین صاحب کی چچی نے انکو ایک رسالہ **خیر الزواجر عن
اقتراف الکبائر** دیا کرامت حسین نے چچی سے اسکو اول سے آخر
تک چند بار پڑھا اسکا یہ اثر ہوا کہ جب وہ چرکھاری واپس آئے تو اپنے
ایک دوست سے کہا کہ اس رسالہ مین فلان فلان فعل کو گناہ کبیرہ لکھا
ہے اور مینے عہد کرلیا ہے کہ عمر بھر کوئی گناہ کبیرہ نہ کرونگا۔
سید کرامت حسین معصوم تو نہ تھے مگر یہ کہنا بالکل مبالغہ نہین کہ عمر بھر
اپنے عہد پر قائم اور استوار رہے۔

بچپن مین تنہا سفر

جب لکھنؤ سے چرکھاری واپس چلے تو کالپی کے مقام
پر خبر ملی کہ جناب مولوی سید عنایت حسین صاحب چرکھاری
سے کہین باہر چلے گئے جناب سید سراج حسن صاحب نے

سخت تشویش ہوئی اوسی وقت شام کو کہارون کی ڈاک کا بندوبست کرکے چرکھاری روانہ ہوے سید کرامت حسین سے کہا کہ مین جاتا ہون تم منزل بمنزل چرکھاری آنا گھبراؤ گے تو نہین کرامت حسین نے کہا کہ آپ تشریف لے جائین مین ہرگز نہ گھبراؤنگا ویسا ہی ہوا کہ گھبرائے نہین منزل بمنزل چرکھاری پہونچے گو بچپن تھا مگر دل مین جانتے تھے کہ وہی میر قافلہ ہین چرکھاری پہونچنے پر مولوی سید سراج حسین صاحب نے اپنے ملازمون سے جو کرامت حسین کے ساتھ کالپی سے آئے تھے پوچھا کہ راہ مین کرامت حسین نے کوئی شرارت تو نہین کی یا گھبرائے تو نہین سب نے جواب دیا کہ نہین۔

ایک بار سید کرامت حسین صاحب سے چرکھاری مین ان کے والد مرحوم نے ذکر کیا تھا کہ لندن مین علماء قانون کا ایک ایسا فرقہ ہے کہ تھوڑی دیر رائے دینے کے عوض مین وہ ایک اشرفی لے لیتے ہین سید کرامت حسین نے اس قصہ کو اوسی حیرت سے سنا تھا جیسے دیو پری کے افسانہ کو سنتے ہین اوسوقت پدر اور پسر دونونکو کیا خبر تھی کہ پسر ایک دن خود اوسی فرقہ کا ممتاز فرد ہوگا۔ اور پانسو روپیہ اپنی ایک رائے دینے کا لیگا۔

حج کی تیاری

چرکھاری آنے کے بعد سید کرامت حسین ایک دن اپنے باپ سے سبق پڑھ رہے تھے کہ اونکے پاس ایک خط ڈاک پر آیا اوس کو پڑھ کر سید کرامت حسین سے کہا کہ لو تمھارے چچا کو انکو کوٹھی کا روپیہ مل گیا اور حج کو جاتے ہین ایک صاحب اور موجود تھے اوںھون نے اون کے باپ سید سراج حسین سے پوچھا وہ کیا کرامت حسین بھی حج کو جائیگا اونھون نے

نے کہا یہ ابھی کیونکر جا سکتا ہے اگر میں مر جاؤں تو البتہ جائیے" پھر ایسا
اتفاق ہوا کہ اسکے بعد ہی مولانا سید سراج حسین صاحب نے اگست ۱۸۶۵ء
کو ہیضہ میں انتقال کیا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اس واقعہ کا پہلا اثر سید
کرامت حسین پر یہ ہوا کہ انکو علم کا شوق شروع ہو گیا اسوقت تک سید کرامت حسین
انسانی حاجتوں اور روپیہ کے استعمال سے اس درجہ نابلد تھے کہ اپنے
بڑے بھائی کے اصرار سے فقط بیس روپیہ اپنے ساتھ لیے زیادہ لینا
فضول جانا یہ بھی حسن اتفاق تھا کہ جب مولانا سید سراج حسین صاحب نے
انتقال کیا تب مولوی سید عنایت حسین صاحب اور سید کرامت حسین ثمرابع میں
تجہیز و تکفین میت کی بحث پڑھتے تھے! اور دونوں نے اپنے استاد مولوی سید
انور علی صاحب مرحوم کی مدد سے جامع الشرائط کفن و دفن کیا بالآخر اپنے
والد ماجد کا چہلم کر کے اپنے چچا جناب سید اعجاز حسین و جناب مولانا سید حامد حسین صاحب
اعلی اللہ مقامہ کے ساتھ سید کرامت حسین صاحب حج اور زیارت عطیات عالیات کو
گئے اور ان سختیوں اور اذیتوں سے سابقہ پڑا جنکا نام بھی پہلے نہ سنا تھا

حج کا سفر جب تک سفر حج شروع نہیں ہوا تھا اوسوقت تک
سید کرامت حسین کو بھوک کی اذیت کا احساس کبھی
نہیں ہوا تھا گھر میں ضرورت سے زیادہ کھانا ہر وقت رہتا تھا ادھر اشتہا
شروع ہوئی ادھر اسکی سیری کا سامان مہیا ہو گیا ہجولیوں میں سے اگر کوئی
کھیل کو چھوڑ کر گھر جانا چاہتا اور کہتا کہ بھوکا ہوں" تو کرامت حسین حیرت
سے پوچھتے تھے کہ بھوک کیسی ہوتی ہے سفر حج اور زیارت کے دورہ میں
پندرہ ماہ بسر ہوے اور یہ کہنا مبالغہ نہو گا کہ ان پندرہ مہینوں میں بھوکے
رہجانے کے دن سیر ہونے کے دنوں سے زیادہ ہو گئے۔ بادی النظر میں

تو یہ حالت تھی کہ شب و روز مین صرف آدھ پاؤ چاول جو پانی کی کمی وجہ سے بے دھوئے پکتے تھے کھائے جاتے تھے۔ ذکی الحس اور نازک مزاج ہونا اس سے زیادہ کھانیکی اجازت نہ دیتا تھا گو بعد مین بھوک کمزوری کا اثر دکھاتی تھی اور بستر سے اوٹھنا گران ہوتا تھا جہاز کے اُس درجہ مین جسمین اسباب بھرا جاتا ہے اور جسکو "خن" کہتے ہین اُن کو جگہ ملی تھی ہوا اور روشنی دونو کی کمی تھی وہان جاکر سونا تندرستی کو تباہ کرتا تھا اور اکثر لال بگی حشرات بدن پر پھرتے تھے جن سے جانکاہ اذیت ہوتی تھی دخانی جہاز پر ایسے گرم مقام پر جگہ ملی تھی کہ توشک جہاز کے تختون کے قیر سے لپٹ جاتی تھی۔

اندور سے کھنڈوہ تک اسوقت بہلی پر سفر کیا تھا اور نصف منزل سے زیادہ پیادہ چلنا اور شب و روز مین صرف چار گھنٹہ سونا نصیب ہوتا تھا سفر کی دشواریان جسوقت گذر رہی تھین اسوقت سید کرامت حسین اُنسے بہت ہی متاثر ہوتے تھے اور اکثر تنہائی مین بستر خواب پر لیٹ کر بیس بیس منٹ تک چپکے چپکے رویا کرتے تھے مگر کبھی کسی سے شکایت نہ کرتے تھے صرف ایک بار مسقط مین جب بعض ہمراہیون نے ایذا کی وجہ سے جناب مولوی سید اعجاز حسین صاحب اور مولانا سید حامد حسین صاحب کا ساتھ چھوڑ دیا تب سید کرامت حسین نے اپنے چچا مولانا سید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ سے عرض کی کہ اب سختیان نہین جھیلی جاتین اور مجکو بھی رخصت دیجیے کہ چلا جاؤن جناب مرحوم نے نرمی اور شفقت سے دلاسا دیا اور جدا ہو جانے سے باز رکھا۔

ابتدائے شباب مین پے در پے سختیون اور عسرت اور بے مونس و ہمدرد

ہونے کا سید کرامت حسین صاحب پر یہ اثر ہوا کہ عمر بھر کوئی ایسی سختی پیش نہ آئی جسپر انکی ہمت کے غلبہ حاصل نہ کیا ہوا اور ان سختیون نے تمام ذہنی عقلی اور اخلاقی کمالون کے حاصل کرنے کی فولادی بنیاد ڈالدی جو سید کرامت حسین صاحب نے بعد مین حاصل کیے۔

سفر حج کے اوقات فرصت مین سید کرامت حسین صاحب اپنے عم محترم سے ادب پڑھتے تھے۔ اور مباحث حج۔ حج مین جتنی دعائین پڑھنا چاہیے وہ سب سید کرامت حسین صاحب کو اوسیطرح زبانی یاد تھین جیسے نماز کی دعائین۔ اور حج کے جتنے احکام تھے وہ بھی ازبر تھے۔ اسی سفر مین سب سے پہلے سید کرامت حسین صاحب نے خط لکھنا شروع کیا قبل ازین کبھی نہ لکھا تھا یہ حالت تھی کہ جب مولوی سید سراج حسین صاحب مرحوم اپنے بھائی کی عیادت سے فارغ ہو کر جرکھاری تشریف لے گئے تب اونکے نام ایک خط مولوی سید تصدق حسین صاحب کا آیا اور مرحوم نے وہ خط سید کرامت حسین صاحب کو دکھا کر کہا دیکھو تم کو شرم نہین آتی کہ وہی لڑکا جسکو تم نے لکھنؤ مین دیکھا تھا کیسا اچھا خط لکھتا ہے تم ایسا نہین لکھ سکتے اسوقت تو سید کرامت حسین صاحب کو اک گونہ خجلت ہوئی مگر تھوڑی دیر مین اثر جاتا رہا۔ جناب آیۃ اللہ نے ذ مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ نے بمبئی پہونچنے سے پہلے کرامت حسین صاحب سے فرمایا کہ فلان شخص کو فلان مضمون کا خط فارسی مین لکھدو سید کرامت حسین صاحب نے عرض کی کہ مجکو خط لکھنا نہین آتا فرمایا کوشش تو کرو آئیگا کیون نہین۔ کرامت حسین صاحب نے لکھا اور املا کی غلطیون سے پاک لکھا۔

یہ قرارداد تھی کہ سید عنایت حسین صاحب کرامت حسین صاحب کو تاریخ معین پر روڑا کے اسٹیشن پر اپنے چچاؤن کے ساتھ کردینگے دونون چچا اکا نپور

سے روانہ ہوکر آگرہ چلے گئے اور سید عنایت حسین صاحب کو خبر نہوئی تب وہ
کرامت حسین صاحب کو رورا مین چھوڑ کر دریافت حال کے لیے لکھنؤ تشریف لیگئے
اتفاق سے وہان کتابون کا تاجر گذرا اور کرامت حسین صاحب نے اس سے انوار سہیلی
خریدی اور دو ہی تین دن مین اوسکا بہت ساحصہ خوب یاد کرلیا اس حفظ
سے فارسی مین خط لکھنے کی بابتہ جو ارشاد جناب آیۃ اللہ نے کیا تھا اسکی
بجاآوری مین دقت کم ہوئی- سفر حج مین جتنی فرصت کاروبار و خدمت سے
ملتی تھی اوسمین سید کرامت حسین صاحب اپنے چچا سے پڑھتے اور خود بھی مطالعہ
کرتے تھے مگر فرط شوق کے پورا ہونے کو اوتنا پڑھنا اور مطالعہ کرنا کافی نتھا
اور تشنگی شوق افزون ہوتی جاتی تھی سفر حج سے واپس آتے ہوے دہولپور
سے قریب مغرب گذر ہوا مولوی سید اعجاز حسین صاحب مرحوم نے سید کرامت
حسین کو آگے بھیجدیا کہ میر عابد علی صاحب کا مکان دریافت کرلے اور اوسے
کہے کہ ہماری شکرم سڑک سے گذریگی ٹھہرینگے نہین اگر آپ ملنا چاہتے ہون
تو سر راہ مل لین کرامت حسین صاحب کا لباس اسوقت بہت میلا اور بوسیدہ تھا
جوتے ٹوٹے تھے لیکن بجاآوری فرمان مین عذر نہ کرسکے تلاش کرتے ہوے
میر عابد علی صاحب کے مکان پر پہونچے دیکھا کہ دالان مین سپید فرش بچھا ہی
صدر مین صاف مسند بچھی ہے شمعین روشن ہین بہت سے حضرات جمع ہین
کرامت حسین صاحب نے صف نعال مین کھڑے ہوکر پیام پہونچایا گرد آلودہ پاؤن
فرش پر لیجانا گوارا نہ ہوا وہین جوتون کے پاس بیٹھ گئے کسی صاحب نے پوچھا
تم کون ہو عرض کیا کہ نام ونسب سے کیا واسطہ جو پیام ہے وہ سن لیجیے اور
مناسب جواب دیجیے شکستہ حالت کے ساتھ شستہ اردو نے حاضرین
کو گونہ تحیر مین ڈالا تجسس کی فکر ہوئی کہ یہ کون ہے اتنے مین ایک صاحب

جو سید کرامت حسین صاحب کو اپنے باپ سے کے ہمراہ لکھنؤ مین دیکھ چکے تھے تشریف لائے اور اونکو پہچان کر پوچھا "کیا کرامت حسین ہے،، اوںھون نے بہ ناچاری عرض کیا "جی ہان،، میر عابد علی صاحب نے اون سے پوچھا "کون کرامت حسین" اون صاحب نے کہا "مولوی سراج حسین کا منجھلا بیٹا،، حاضرین نے کہا "اتنے نامور کا فرزند اور ایسا نالایق" سید کرامت حسین صاحب نے اس بات کا ان حضرات کو کچھ جواب نہ دیا مگر اپنے دل مین اوسی وقت کہا کہ مین تو اتنا ہرگز نالایق نہین ہون لباس البتہ اسوقت بہت ہی میلا اور بوسیدہ ہے جو میرے اختیار سے باہر ہے بیرسٹر ہو جانے کے بعد آگرہ مین سید کرامت حسین صاحب ایک مقدمہ مین گئے اور میر عابد علیصاحب سے ملاقات ہوئی اُنکو یاد دلایا کہ یہ وہی نالایق ہے جسپر جناب نے رحم فرما کر ۱۸۶۶ء مین تاسف کیا تھا۔

اسی کے قریب قریب ایک اور واقعہ ہے کہ جب سید کرامت حسین صاحب تیا گاؤن مین ہیڈ مولوی ہونے کی امیدواری مین پڑے تھے تو اوسوقت جناب سید سراج حسین صاحب مرحوم کے ایک سچے دوست کے گھر مین وہان جا کر ٹھہرے تھے وہان اتفاق سے ایک صاحب تشریف لائے جو مرحوم مولوی سید سراج حسین صاحب کی انگریزی دانی اور کمالون سے آگاہ تھے میزبان نے تعارف کرایا اور ان صاحب نے جو تشریف لائے تھے سید کرامت حسین صاحب سے پوچھا کہ آپ انگریزی جانتے ہین انھون نے کہا تھوڑے دن سے شروع کی ہے اون صاحب نے کہا کہ آپ کے والد مرحوم کو تو انگریزی مین کمال تھا افسوس ہے کہ آپ نہین جانتے۔ سید کرامت حسین صاحب نے پوچھا کہ آپ کے والد مرحوم کو کس عمر مین دیکھا تھا فرمایا اُسوقت اُنکی عمر چالیس سال کے قریب ہو گی تب سید کرامت حسین صاحب نے کہا کہ جب میری عمر چالیس سال کی ہو گی اسوقت

آپ تشریف لائیں تو مجکو بھی انگریزی آتی ہوگی)۔

یہ حکایتیں پتہ دیتی ہیں کہ قوت التزام پر سید کرامت حسین صاحب کو پورا بھروسا تھا۔

علمائے کرام لکھنؤ کی شاگردی

سفر حج میں طلب علم کا شوق زیادہ ہوجانے کا یہ اثر ہوا کہ لکھنؤ پہونچتے ہی جناب ممتاز العلما سید تقی صاحب اور جناب مولوی سید احمد علی صاحب اور جناب مفتی میر عباس صاحب اور جناب مولانا سید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہم سے پڑھنا شروع کر دیا۔ چند سبق جناب سید محمد صاحب علیہ الرحمہ سلطان العلماء سے بھی تبرکاً پڑھے حیات و مذہب کے ضروریات کے سوا تمام وقت طلب علم ہی میں گذرتا تھا۔ سترہ اٹھارہ گھنٹہ روزانہ طلب علم میں مصروف رہتے تھے اسکے بعد بھی فرط شوق سے کسل نہ ہوتا تھا نیند غالب آجاتی تھی۔

مولانا سید حامد حسین صاحب کے حکم سے جناب مولوی سید احمد علی صاحب قبلہ کی خدمت میں سبق پڑھانے کی درخواست لیکر پہلے دن جانا خوب یاد ہے تا بعد ظہر درس ہوتا تھا۔ مارکین کا انگرکھا پائجامہ زیر پائی دیہاتی صورت لکھنؤ کے علماء کے آداب سے نابلد۔ وہان پہونچے چند مستعد طلاب علماء کا لباس پہنے زانوے ادب تہ کیے تشریف فرما تھے جناب مرحوم مولوی سید احمد علی صاحب صدر نشین تھے شرح لمعہ کا درس ہو رہا تھا جب درس ہوچکا تو سید کرامت حسین صاحب کی طرف توجہ فرما کر پوچھا آپ کون ہیں کیون آئے ہیں عرض کیا مجکو جناب چچا صاحب مولوی سید حامد حسین صاحب قبلہ نے جناب کی خدمت میں بھیجا ہے کہ اپنے سبق پڑھنے کی درخواست کرون فرمایا جداگانہ سبق پڑھانیکی کو فرصت نہین ہے اسی درس میں شریک ہونا چاہتے ہو تو ہوجاؤ سید کرامت حسین صاحب

سے نے قبول کیا ایک طالب علم نے بتا دیا کہ فلان مقام سے سبق ہوگا ایک ہی زمانہ مین سید کرامت حسین صاحب کافیہ بھی پڑھتے تھے اور شرح جامی بھی ہمدرسون کو اس بات سے گونہ حیرت تھی۔

درسیات سے فارغ ہو کر کرامت حسین صاحب ادب اور حدیث اور تفسیر اور معانی وبیان اور اصول فقہ اور استدلالی فقہ مین درآے اور معلقات اور بہت سے چیدہ اشعار دیوان حماسہ کے اور معتدبہ حصہ نہج البلاغہ کا زبانی یاد کیا تھا۔ نہج البلاغہ اونکو اس درجہ پسند تھی کہ بعد قرآن کے تمام موجودہ عربی کتابون پر اوسکی عبارت کو ترجیح دیتے تھے اوسکے پڑھنے پڑھانے کا چرچا کرتے مین اونکو ایسا مزہ آتا تھا کہ بہت سے دلکش فرزون کی طرف سے بے نیاز ہوجاتے تھے۔ نہج البلاغہ کو شروح کی مدد سے استاد کے سامنے بالاستیعاب پڑھ چکنے اور زبانی یاد کرنے کے بعد بھی اپنے اوستاد مولانا سید حامد حسین صاحب مرحوم کے سامنے وہ اکثر اوسکے بعض مقامات بلند آواز سے پڑھتے تھے اور استاد و شاگرد دونون پر وجد کی حالت طاری ہوتی تھی دنیا کی مذمت مین ایک عبارت نہج البلاغہ مین ہے۔ ایک بار کا ذکر ہے کہ شاگرد نے وہ عبارت اوستاد کے سامنے باواز بلند پڑھی جب فقرہ "ما اضحیٰ فیئنا" پر پہونچے تو اونکی آنکھون سے بے اختیار آنسو بہنے لگے اور چند بار اس فقرہ کو پڑھا استاد پر بھی ایک حالت خاص طاری ہوگئی یہ واقعہ غالبًا ۱۸۷۲ء مین پیش آیا تھا مگر اسکا ایسا قوی اثر کرامت حسین صاحب پر ہو گیا تھا کہ آخر وقت تک ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کل کی بات ہے آخر مین مولوی کرامت حسین صاحب کو علم ادب نے اپنی طرف بالکل کھینچ لیا اور عربی نثر لکھنے مین اونھون نے وہ مرتبہ بہم پہونچایا کہ مولانا سید حامد حسین صاحب فردوس مآب اُن کے اُستاد

نے اونکی بابت لکھا کہ "ہندوستان مین مثل اونکے عربی گوئی کم لکھ سکتا ہے"
سید کرامت حسین صاحب کے زمانہ تحصیل علم مین طلاب عموماً کتب درس نظامی
پڑھتے تھے اوسکے بعد شیعہ فقہ پڑھ لیتے تھے ادب حدیث اصول فقہ
کا چرچا کم تھا اور ادب پڑھنا فضول سا گنا جاتا تھا کرامت حسین صاحب پر بھی اس
مروجہ خیال کا اثر تھا اور اونکو ادب کی جانب سے بے التفاتی تھی ایک
دن کرامت حسین صاحب جناب مرحوم مولوی سید احمد علی صاحب محمد آبادی سے
شرح لمعہ کا سبق پڑھکر گھر آئے دیکھا کہ ایک صاحب مولانا سید حامد حسین
صاحب قبلہ سے دیوان حماسہ پڑھ رہے ہین جناب مرحوم نے کرامت حسین صاحب
سے کہا کہ تم بھی درس دیوان حماسہ مین شریک ہو جایا کرو کرامت حسین صاحب
نے (جن پر مروجہ خیال کا اثر تھا) جواب دیا وہ صرف ونحو مجکو آتی ہی قاموس
مین تمام لغات کے معنی نکل سکتے ہین ادب کی کتاب پڑھنے سے کیا حاصل"
جناب مرحوم نے دیوان حماسہ سامنے رکھدیا اور کہا لو یہ شعر

الھفی بقری سحبل حیث لجلبت علینا الولایا و العدو المباسل

اور یہ قاموس ہے لغت دیکھکر معنے کہدو کرامت حسین صاحب نے دیر تک ہر لفظ
کے معنے تلاش کیے مگر شعر کے معنے نہ بتا سکے اور شرما کے اپنے عجز کا اقرار کیا
دوسرے ہی دن سے دیوان متنبی وغیرہ کو شروع کر دیا اور علم ادب کے شوق
نے تمام عمر پیچھا نہ چھوڑا امثال واشعار عرب واحادیث کو سمجھنا تو خیر کسی
چیز ہے۔ کرامت حسین صاحب نے علم اللسان مین فقہ اللسان لکھی۔ جو عربی کی
فلالوجی (علم اللسان) مین مبسوط کتاب ہے علم اللسان پر اس کتاب
کے لکھنے کے اسباب کا ذکر آئندہ ہوگا۔

شادی اور ذکر اولاد

سفر حج سے مراجعت کے تھوڑے ہی دنون کے بعد سید کرامت حسین صاحب کی شادی جناب سلطان العلما سید محمد صاحب کی پوتی اور جناب سید باقر صاحب قبلہ کی بیٹی سے ہوئی جنکے بطن سے ایک دختر پیدا ہوئی مان اور بیٹی دونون نے سید کرامت حسین صاحب کی زندگی مین وفات پائی دوبارہ سید کرامت حسین صاحب نے نکاح نہ کیا حالانکہ بعض اوقات بعض دوستون نے بہت اصرار کیا سید کرامت حسین صاحب نے ہمیشہ یہی جواب دیا کہ یہ ایسا تعلق ہے جو انسان کو بجز خاص حالتون کے ایک بار سے زیادہ نہ کرنا چاہیے کرامت حسین صاحب کو علم کا ایسا شوق ہو گیا تھا کہ جس شب انکی برات جانے والی تھی اس غضب کو بھی قبل اسکے کہ وہ پالکی پر سوار ہون شرح لمعہ کا مطالعہ کرتے رہے اور ادب کے ساتھ تو اونکو ایسا عشق ہو گیا تھا کہ اکثر بجز ضروریات زیست وادائے فرائض کے باقی تمام وقت اوسی مین گذرتا تھا اور پڑھانے مین وقت بیوقت کا ذرا خیال نہوتا تھا کوئی نہ کوئی ادب کی کتاب ہر وقت مطالعہ مین رہتی تھی راہ مین بھی ہاتھ یا بغل مین اکثر کوئی کتاب رہتی تھی کھانا کھانے مین جمہرۃ الامثال دیکھتے جاتے تھے اسی زمان شغف مین ایک سال عید الفطر آئی جناب

ادبی بحث مین فوقیت

ممتاز العلما سید تقی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کے پیچھے نماز عید پڑھنے کو تحسین کی مسجد گئے جناب سید مرتضے علیہ الرحمہ کی دُرر غرر ہاتھ مین تھی مسجد مین نماز پڑھی جناب ممتاز العلما سے مصافحہ کیا اور چونکہ شاگردی کا انتساب خاص تھا اسلیے انکی دولتسرا پر حاضر ہوے درس کے کمرہ مین جا کر بیٹھ گئے اسوقت تک کوئی اور صاحب وہان نہ آئے تھے تھوڑی دیر کے بعد علما و فضلا جمع ہونا

شروع ہوئے حاضرین مین ایک صاحب جو اپنے کو فضلاے عصر مین ممتاز جانتے تھے اور جنکو اور لوگ بھی فاضل جید جانتے تھے موجود تھے سید کرامت حسین کی طرف مخاطب ہوکر فرمانے لگے تمھارے ہاتھ مین کونسی کتاب ہے اونھون نے جواب دیا کہ دُرر غُرر ہے فاضل جید نے دریافت فرمایا کہ اسکو سمجھ سکتے ہو دبی زبان سے عرض کی جی ہان سمجھنے کی کوشش کرتا ہون فاضل جید نے فرمایا کہ اسمین ایک شعر ہے انی ثربت وکنت غیر شروب الخ اسکے کیا معنے ہین سید کرامت حسین صاحب نے وہ شعر نکالا اور عرض کیا انی سربت و کنت غیر سروب ہے ثربت نہین ہے اور معنے یہ ہین کہ شاعر نے اپنے معشوق کو خواب مین دیکھا پھر اس سے خطاب کرتا ہے کہ تو رات کو کہان آئی حالانکہ شب روی تیری خو نہ تھی فاضل صاحب برہم ہوے اور فرمایا کہ ثربت صحیح ہے سربت غلط ہے اور جناب مفتی میر عباس صاحب قبلہ[1] نے بھی ثربت پڑھا ہے اور معنے یہ ہین کہ مینے خوب شراب پی ہے حالانکہ زیادہ شراب خوری کی خو نہ تھی۔ سربت کی غلط ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ خواب مین جو نظر آتا ہے وہ غیر ذی روح ہوتا ہے اور غیر ذی روح کی طرف خطاب نہین ہو سکتا کرامت حسین صاحب نے عرض کیا کہ سب متعلق شعر یہ ہین

انی سربت وکنت غیر سروب	وتقرب الاحلام غیر قریب
ما تمنعی یقظی فقد تظینہ	فے النوم غیر مصرد محسوب

اگر کل پر غور کیا جاوے تو کوئی شبہہ نہین رہتا کہ سربت ہے ثربت نہین ہے اور غیر ذی روح کی طرف کلام عرب مین خطاب مستقل ہوتا ہے حماسہ کے وہ اشعار جناب عالی کی نظر سے گذرے ہونگے جنمین شاعر نے اپنے خواب کے قصہ کو یون بیان کرتا ہے۔

[1] فاضل صاحب نے جیسے ثربت مین غلطی کی ایسی ہی جناب مفتی صاحب علی اللہ مقامہ کو ثربت نہین شریک کرتے ہین۔

ہوای مع الرکب الیمانین مصعد	جنیب و جثمانی بمکۃ موثق
عجبت لمسراھا وانی تخلصت	الی و باب السجن دونی مغلق
المت فحیت ثم قامت فودعت	فلما تولت کادت النفس تزھق

اس مین بھی تو محبوبہ کی طرف سے بات چیت ہے آیندہ اشعار مین اسی سے خطاب بھی ہے۔ جناب عالی نے تو جمعہ گذشتہ کو دعاے وداع رمضان ضرور پڑھی ہوگی وہ بھی تو غیر ذی روح ہے اور معصوم نے اوسکی طرف خطاب فرمایا ہے۔ رہا یہ کہ مفتی میر عباس صاحب قبلہ نے بھی ثمربت فرمایا ہے اوسکی بابت یہ عرض ہے کہ آنکی راے اور صحت معنی مین ذاتی لزوم نہین ہے۔ فاضل جید کو غیظ بھی آیا اور خجل بھی ہوگئے مگر تقریر آگے نہ چلی۔ سید کرامت حسین صاحب نے گھر آنیکے بعد تمام قصہ جناب آیۃ اللہ مولانا سید حامد حسین صاحب کی خدمت مین عرض کیا فردوسمآب نے فرمایا کہ تیری راے درست ہے تھوڑی دور آگے چلکر جناب سید مرتضے علیہ الرحمہ کے کلام سے خود عیان ہوتا ہے کہ سربت ہے ثمربت نہین ہے۔

طلب علم کے زمانہ مین سید کرامت حسین صاحب کی استعداد اس طور سے بڑھتی تھی جیسے بارش مین دریا و منڈتا ہے ماہ جنوری مین جتنی استعداد ہو فروری مین اپنے ہم سبقون کی بہ نسبت بہت زیادہ سمجھنے کی قوت پیدا کر لیتے تھے جناب آیۃ اللہ سے سید کرامت حسین صاحب استدلالی فقہ پڑھتے تھے ایک صاحب اونکے ہم سبق تھے وہ بضرورت اپنے وطن کو تشریف لے گئے اور چھ سات مہینے کے بعد واپس آئے اسوقت سید کرامت حسین صاحب استدلالی فقہ چھوڑ چکے تھے اور نہج البلاغہ کے پڑھنے مین بہت زیادہ مصروف تھے ہم سبق صاحب نے جناب آیۃ اللہ سے استدلالی فقہ پڑھنے کی خواہش کی جنانچ

ارشاد کیا کہ مجکو اشغال تصنیف سے فرصت نہین ہے تمھارا جی چاہے تو سید کرامت حسین سے پڑھ لیا کرو پاس ادب سے قبول تو کر لیا مگر دل مین سوچے کہ بھلا کیا پڑھا سکینگے لاؤ امتحان کر کے جناب آیۃ اللہ سے کہدین کہ وہ نہین پڑھا سکتے مستند الشیعہ کو پڑھنا شروع کیا اور کرامت حسین صاحب باسانی پڑھانے لگے چندے ہم سبق صاحب کو یہ گمان رہا کہ کرامت حسین صاحب سبق کا مطالعہ کر لیتے اور دشواریان اپنے چچا سے حل کر رکھتے اسوجہ سے پڑھا دیتے ہین - بعد مین ایسے مواقعہ پیش آئے جنمین ہم سبق صاحب کو واثق یقین تھا کہ جو سبق وہ پڑھ رہے ہین نہ اوسکا کبھی مطالعہ کرامت حسین صاحب نے کیا ہے اور نہ اوسکے مشکلات اپنے چچا سے حل کر لیے ہین اور پھر بھی وہ بسہولت اس سبق کی دشواریان متعلم کے اطمینان کے قابل بتا رہے ہین تب انکو اعتبار ہوا کہ جناب آیۃ اللہ نے جو کرامت حسین صاحب سے پڑھنے کو کہا تھا صحیح تھا۔ اعتبار آجانے کے بعد اونھون نے خود اعتراف کیا کہ مجکو بھروسا نہ تھا کہ کرامت حسین صاحب پڑھا سکین گے لیکن اب یقین ہو گیا کہ اونمین پڑھانے کی پوری استعداد ہی چرکھاری مین مولوی سید سراج حسین صاحب مرحوم نے صرف و نحو پڑھانے کے لیے سید کرامت حسین صاحب کیواسطے ایک مولوی صاحب کو مقرر کیا تھا اونپر بہت سختی کرتے تھے گوشمالی و طمانچہ وغیرہ جسمانی سزا اکثر دیتے تھے معلم صاحب اس زمانہ مین لکھنؤ تشریف لائے جب کرامت حسین کا شغف نہج البلاغہ کے ساتھ جوش پر تھا اور جناب آیۃ اللہ سے عرض کیا کرامت حسین کو حکم دیجیے کہ وہ مجکو نہج البلاغہ پڑھا دیا کرے جناب آیۃ اللہ نے حکم دیا اور بہ تعمیل ارشاد شاگرد نے اپنے گذشتہ استاد کو چند خطبے نہج البلاغہ کے پڑھائے۔

جنت بیٹھے کر لیا کہ لکھنؤ سے جدا ہون گے تب چندے کرامت حسین صاحب کا یہ

شغل رہا کہ آٹھ بجے دن کو کھانا کھا کر خیراتی زردوز کی مسجد[ط] مین جاتے اور وہان عصر تک سولہ صفحے نہج البلاغہ کے زبانی یاد کر کے پھر گھر جاتے۔

جناب مولوی سید احمد علیصاحب قبلہ سے شرف تلمذ تو کرامت حسین صاحب کو حاصل ہی تھا مسائل فقہیہ پر جب گفتگو ہوتی تو وہ یہ خیال فرماتے کہ جو کچھ یہ کہ رہا ہے وہ اپنے چچا سے سن آیا ہے اپنی ذاتی استعداد و قوت سے نہین کہتا ایکبار ایسا اتفاق ہوا کہ جناب آیۃ اللہ تبدیل آب و ہوا کے لیے جگرانون واقع پنجاب مین جناب مرحوم مولوی سید شریف حسین صاحب کے یہان

پہلی تصنیف

تشریف لے گئے اوس زمانہ مین نجاست طعام اہل کتاب کے مسئلہ پر استدلالی بحث کا موقعہ پیش آیا اور سید کرامت حسین صاحب نے اس مسئلہ پر استدلالی رسالہ لکھا جناب مولوی سید احمد علی صاحب مرحوم نے اسکو بہ توجہ حرف بہ حرف سنا بہت تعریف کی فرمایا چاہو تو مین "تمکو اجازۂ اجتہاد لکھدون" سید کرامت حسین صاحب نے عرض کیا کہ "جناب زحمت نہ فرمائین مجکو اسکی ہوس نہین"۔

لاڈو خانم کے امام باڑہ لکھنؤ مین چٹائی پر بیٹھے ہوئے ایک بار کرامت حسین صاحب کسی شاگرد کو ادب کی کوئی کتاب پڑھا رہے تھے اثنائے سبق مین جناب مفتی میر عباس صاحب قبلہ کی عربی نثر کا ذکر آگیا جناب آیۃ اللہ نے فرمایا کہ وہ بڑے کامل ہین ہر عربی لفظ کے معنے بتانے مین شعر پڑھ دیتے ہین یا آیۃ یا حدیث یا مثل۔ پانچ ہی سات دن کے بعد محرم کا زمانہ آیا اور مولانا کرامت حسین صاحب کنتور چلے گئے وہان جاکر انھون نے روزانہ سو عربی شعر زبانی یاد کرنا شروع کر دیے قرآن قریب قریب سب کے تھا ہی بہت سی حدیثین اور امثال بھی ازبر تھے نہج البلاغہ کا معتد بہ حصہ بھی یاد تھا کنتور سے بیس یا بائیس دن کے بعد آئے

ط یہ مسجد کٹرہ ابو تراب خان عقب مکان خان بہادر حکیم ظفر حسن خان صاحب واقع ہے اور جناب مفتی میر عباس صاحب اعلی اللہ مقامہ اسی مسجد مین ماہ صیام مین وعظ کہا کرتے تھے۔

اور جناب آیۃ اللہ کے حضور مین شاگردون کو ادب کی کتابین پڑھانا شروع کین ہر مشکل لفظ کے معنی بتانے مین آیۃ یا حدیث یا نہج البلاغہ کا کوئی فقرہ یا مثل یا شعر پڑھنا شعار کرلیا۔ ایک طبیب جناب آیۃ اللہ فردوسمآب کے دل سے معتقد تھے ذہن حافظہ جیسا چاہیے عطا نہ ہوا تھا شوق بہت تھا کسی زمانہ مین جناب مرحوم کے ہم سبق رہے تھے بعد مین سید کرامت حسین صاحب کے ہم سبق کافیہ مین ہوے پھر میبذی مین بھی۔ بضرورت وطن تشریف لے گئے ایسے دن اور وقت واپس آے کہ صدرا ختم ہو گیا تھا اور جناب آیۃ اللہ سید کرامت حسین صاحب سے فرما رہے تھے کہ چند سبق شرح چغمنی کے بھی پڑھ لو تمکو اوسکا رنگ معلوم ہو جاے گا باقی چاہنا تو خود مطالعہ سے تمام کرلینا جناب طبیب صاحب نے فرمایا مولوی جی مین بھی پڑھونگا" جناب آیۃ اللہ نے بے ساختہ فرمایا۔ تو کار زمین را نکو ساختی + کہ بر آسمان نیز پرداختی یہ فرما کر ہنسنے لگے جناب طبیب صاحب مسکراے بھی اور خجل بھی ہوے مگر خاموش ہو گئے دوسرے دن بعد زوال سبق کا وقت آیا سید تصدق حسین صاحب اور سید کرامت حسین اپنی اپنی کتابین لیکر درسگاہ مین حاضر ہوے جناب طبیب صاحب بھی آ گئے سید کرامت حسین صاحب کی شامت جو آئی تو اونھون نے عربی مین سید تصدق حسین صاحب سے۔ تو کار زمین را نکو ساختی،، کا قصہ بیان کرنا شروع کیا طبیب صاحب بہ سکوت سنتے رہے جب جناب آیۃ اللہ تشریف لاے تو طبیب صاحب نے آزردہ ہو کر شکایت فرمائی مولوی جی یہ ذرا سا چھوکرا عربی مین میری مذمت دوسرون سے کرتا ہے اور نہایت بے ادب ہے جناب آیۃ اللہ نے سید کرامت حسین صاحب کو سرزنش کی اور انھون نے بہت عاجزی سے عفو قصور چاہا۔ تب جناب

طبیب صاحب کا غصہ فرو ہوا۔ ایک دن مولوی سید تصدق حسین صاحب
سید کرامت حسین صاحب اور چند دیگر طلاب حاضر ہیں تفسیر مجمع البیان میں آیہ شریفہ
ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ فما فوقہا کی تفسیر ہو رہی ہے جناب
آیۃ اللہ فما فوقہا کی معنی اور تفسیر بیان فرما رہے ہیں کہ حاضرین میں سے ایک
طالب علم نے عرض کیا کہ فما فوقہا سے مراد ہے اوس سے بڑا جیسے ہاتھی یہ
کہنا تھا کہ تمام طلاب نے بے اختیار زور سے قہقہہ لگایا اور جناب آیۃ اللہ
بھی ہنسنے لگے طالب علم صاحب جو مغلوب الغضب تھے اورون سے لڑنے
کو آمادہ ہو گئے مولوی سید تصدق حسین صاحب کی پُر مزاح تقریر نے غصہ
کو فرو کر دیا فارغ التحصیل ہونے کے بعد مولانا سید کرامت حسین صاحب یا ادب
کی تکمیل کرتے تھے یا اپنے اوستاد مولانا سید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ کو انکی
تصانیف مین مدد دیتے تھے یا نہایت اصرار اور اپنے انتاد کے حکم سے
خواص طلبا کو پڑھاتے تھے سید کرامت حسین صاحب نے تفسیر مجمع البیان
نہج البلاغہ۔ معلقات۔ حماسہ۔ متنبی۔ شمس بازغہ۔ صدرا۔ شرح چغمنی۔
مفتاح سکاکی۔ قوانین الاصول۔ مستند الشیعہ وغیرہ کو پڑھایا تھا پڑھانے
سے جو پڑھا ہے اوس پر صیقل ہو جاتی ہے خود سمجھنا بہ نسبت سمجھانیکے آسان ہے

پڑھانے کا طریقہ سید کرامت حسین کے انتقال سے چند سال پہلے مینے اونکو
قانون اور عربی پڑھاتے دیکھا ہے بہت ہی
خوب پڑھاتے تھے بیان نہایت صاف اور سلجھا ہوا ہر بات طالبعلم کے
ذہن نشین ہو جاتی تھی اگر طالبعلم کوئی اعتراض کرتا تو غصہ کجا تیوری کا بدلنا
کیسا آواز بھی مطلق نہ بدلتی تھی شفقت و نرمی سے جواب دیتے بغیر سمجھائے
ہوئے بغیر اقرار کیے ہوئے کہ مین سمجھ گیا طالب علم کو نہ چھوڑتے تھے سلسلہ وہ کہ

سبحان اللہ عبارت سہل بڑے بڑے لفظون سے مبرا منطق وہ کہ ہمارے نئے مولانا کی تقریر میری راے مین تحریر سے بھی زیادہ صاف اور سہل ہوتی تھی گفتگو مین اکثر تمثلین بیان فرماتے تھے۔

خود مولانا سید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ نے انکی نسبت ۱۸ رمضان ۱۲۹۲ھ کو سند مین لکھا ہے "مین باطمینان لکھتا ہون کہ وہ بہتر اور اشخاص سے کتب درسیہ متعارفہ کا درس دیسکتے ہین اور عبارت عربی اور فارسی خوب لکھ سکتے ہین خصوصاً اونکی سی عربی عبارت کوئی کم لکھ سکتا ہے۔

نواب عماد الملک کی راے درباب عربی دانی

نواب عماد الملک سید حسین صاحب بلگرامی نے سند مرقوم ۲۴ مارچ ۱۸۷۷ء مین بدین خلاصہ تحریر فرمایا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے سید کرامت حسین صاحب اُس خاندان مین ہے جو علوم مین ہمیشہ سابق رہا ہے اسکا مبلغ علم عربی بہت اونچے درجہ کا ہے علوم و زبان عربی مین اوسنے وہ ملکہ پیدا کیا ہے جو ہندی مسلمانون اور مولویون مین اکثر نہین پایا جاتا۔ اونکا فارسی علم بھی ایسا ہی وسیع ہے یہ نہایت افسوسناک بات ہے کہ سید کرامت حسین تھوڑی انگریزی نہین جانتا ہو سید کرامت حسین کے سیرت کی بابتہ مین بخوبی لکھ سکتا ہون کہ ابتک جتنے نوجوان مسلمان میری نظر سے گذرے ہین ان سب مین وہ سب سے بہتر قابل مثال نوجوان ہے

طلب علم مین سختیان اور تحمل مصائب

"علوم کی تحصیل و تکمیل مین سید کرامت حسین صاحب نے بہت سی سختیان اوٹھائین مہینون سواے دال روٹی کے اور کچھ کھانا نہ ملتا تھا

سال بھر سے زیادہ ایک صندوق پر سوے جسپر پانون نہ پھیلتے تھے پڑہتے پڑہتے جب نیند غالب ہوتی تھی تب اوسی صندوق مین کتابون کو بند کر کے اوسپر سو رہتے تھے اور کروٹ کی ضرورت ہوتی تھی تو بیٹھ جاتے تھے اور دوسری کروٹ سوتے تھے۔

طلب علم کے زمانہ مین جناب آیۃ اللہ سید کرامت حسین کا اور انکی عیال کا تکفل فرماتے تھے زمینداری کنتور وغیرہ کا انتظام بھی اونھین کے سپرد کر دیا تھا سید کرامت حسین صاحب کو تو تجربہ نہ تھا خود غرضون نے مشورہ دیا کہ فلان زمینداری کا مقدمہ فلان شخص پر دائر کرنا چاہیے کامیابی ہوگی اور بہت فائدہ ہوگا سید کرامت حسین صاحب نے اپنے چچا سے اجازت لیکر نالش کر دی اور راستی سے جتنی سعی کرنا چاہیے کی لیکن جو تدبیرین اس زمانہ مین مقدمہ جیتنے مین اکثر ناگزیر ہوتی ہین انکو خلاف دیانت جانکر نہین کیا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۲۰۰ روپیہ ضایع ہوا تمام محنت رائگان ہوئی اور سید کرامت حسین صاحب کو اپنے خلاف فیصلہ آخر سنکر بہت صدمہ ہوا جب لکھنو آئے تو بہت دل افسردہ تھے جناب آیۃ اللہ کو اونکے ملال اور قلق کی خبر ہوئی کرامت حسین صاحب کو طلب نہین فرمایا بلکہ جہان وہ تھے وہین حضرت آیۃ اللہ دیوان حافظ لیکر تشریف لائے کرامت حسین صاحب تعظیما کھڑے ہو گئے۔ فرمایا بیٹھو مینے سنا ہے کہ تمکو مقدمہ ہار جانے کا ملال ہے ارے میان مقدمہ کیا اور اسکا ہارنا کیا ہرگز ملال نکرو خوب خوش ہو اور ذوق شوق سے دیوان حافظ پڑھو وہ کہتا ہے ؎

ہنگام تنگ دستی در عیش کوش و مستی — کین کیمیاے ہستی قارون کند گدا را

جناب فردوسمآب مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ کے پند کے اثر سے ملال تو جاتا رہا لیکن دیوان حافظ کا شوق دامنگیر ہو گیا اور تمام عمر رہا

اوسکے بعد جب کبھی کچھ اسباب فراہم ہوتے تھے تو قرآن کریم یا نہج البلاغہ یا دیوان حافظ سے مدد لیتے تھے یہانتک کہ سنہ ۱۳۰۹ع مین شیخ مانڈان ضلع کوئٹہ بلوچستان مین بھی دیوان حافظ ساتھ تھا جب سید کرامت حسین صاحب ہاخودی کو جاتے تھے اور کام سے تھک جاتے تھے تب حافظ کی غزلون سے آرام پاتے تھے اُنکو حافظ کا معتدبہ حصہ زبانی یاد تھا سید کرامت حسین صاحب فال کے بالکل معتقد نہ تھے لیکن دیوان حافظ لسان الغیب مشہور ہے اور تفنناً وہ بھی کبھی کبھی فال دیکھتے تھے جی ہاے کورٹ کے موقع پر سب سے پہلے فال دیکھی تو یہ غزل نکلی ؎ روز ہجران و شب فرقت یار آخر شد * زدم این فال گذشت آخر و کار آخر شد * فال نکلنے کے وقت تو سید کرامت حسین صاحب نے اُنکو محض اتفاق جانا مگر جج ہونے کے بعد اپنے بعض احباب سے اس فال کا ذکر کیا اور انکی عقیدت کو بڑھا دیا۔ ایک بار عید الفطر آئی کرامت حسین صاحب کے پاس صاف لباس نہ تھا ایک پرانی چادر تھی کرامت حسین صاحب نے اپنے ہاتھ سے اوسکا پاجامہ بنا کر سیا اور عید کے دن اوسکو بعد غسل پہنکر نماز عید مین شریک ہوے اس فقر و تنگدستی کے بعد بھی اونکے دل مین دنیا اور لذات دنیا کی کچھ حقیقت نہ تھی کبھی اونکے دل مین اوسکی تمنا نہ ہوتی تھی اپنے چچا علامہ سید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ کی طرز زندگی کو نمونہ بنانا اور اوسی طور سے عمر بسر کرنا چاہتے تھے دنیا و مافیہا سے لگاؤ ہی نہ تھا۔ رات دن سواے علم کے کوئی چرچا ہی نہ تھا کسب معاش کی فکر اونکے نزدیک باعث آزار تھی۔ خدا کے متکفل رزق ہونے کا عین الیقین تھا۔ سید کرامت حسین صاحب کو اپنے باپ کے ترکہ مین سے تین ہزار روپیہ ملا تھا۔ ایک شخص نے اُنکو دھوکہ دیا کہ اگر تم یہ سب روپیہ مجکو دیدو تو مین تجارت کرون اور تمکو ہمیشہ تیس روپیہ ماہوار دیا کرون

سید کرامت حسین صاحب نے سب روپیہ اوسکو دیدیا اور یہ یقین کرلیا کہ وہ ہمیشہ تیس روپیہ ماہوار دیگا جو اونکی بسر اوقات کو کافی ہوگا۔ اور وہ مطلب دنیا سے آزاد ہوکر علم دین مین زندگی بسر کردینگے۔ جناب مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ اور باقی عزیزون اور دوستون نے بہت کہا کہ تم نے دھوکا کھایا ہے روپیہ پھیر لو ورنہ پچھتاؤگے کرامت حسین صاحب نے یہی جواب دیا کہ مین تو دے چکا اب اپنے اقرار سے منحرف نہونگا چاہے جو ہو آخر کار وہی ہوا جو اقارب و احباب کہتے تھے تھوڑے دن مین وہ روپیہ اس شخص نے خورد برد کیا اور کرامت حسین صاحب سخت تنگدستی مین گرفتار ہوگئے لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ کرامت حسین صاحب اوسکے صدمہ سے ہلاک ہوجائینگے لیکن اونکا گمان صحیح نہوا روپیہ تلف ہوجانے سے عسرت کی یہ حالت پہونچی کہ رمضان مبارک مین بھی صرف کودون کی روٹی کبھی کبھی اوسکے ساتھ شلجم کے پتون کی بھوجیا ملتی تھی اوس حالت مین بھی ایک مہمان مردانے مکان مین تھا اور خود کرامت حسین صاحب اوسکے واسطے لاتے تھے نواب عماد الملک سید حسین صاحب بلگرامی کرامت حسین صاحب پر بہت مہربان تھے اونھون نے ایک دن کرامت حسین صاحب سے کہا کہ کاکوری مین ایک مدرسی سے ۳۰ ماہانہ کی خالی ہے اگر تم چاہو تو مین تمکو مقرر کرادون سید کرامت حسین صاحب نے اپنے عم محترم علامہ مولانا سید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ سے پوچھنے کے بعد انکار کردیا یہ بات بھی یہان ذکر کے قابل ہے کہ جب سید کرامت حسین ہائی کورٹ کے جج

تیس ۳۰ روپیہ کی ملازمت سے انکار

ہوے اور انکو پتہ لگا کہ نواب عماد الملک مولوی سید حسین صاحب بلگرامی نے جو اوس وقت انڈیا کونسل مین تھے اونکے لیے سعی فرمائی تھی تو کرامت حسین صاحب

نے شگریہ لکھا اور خط مین عرض کیا کہ اپنے ادنیٰ شاگرد کو جسنے آپکے فرمانے سے سو کی نوکری نہ کی تھی ہائیکورٹ کی ججی دلادی،

مولوی سید عنایت حسین صاحب مرحوم نے چرکھاری سے لکھا کہ یہان سررشتہ نظامت خالی ہے سو روپیہ ماہانہ تنخواہ ہے چلے آؤ تو مین تمکو نوکر رکھادون سید کرامت حسین صاحب نہ گئے اور جواب دیا کہ اگر مین نوکری کرنے آؤن تو تکمیل علم اور تہذیب نفس کیسے ہو۔

ادب کے ساتھ شوق تو ہو ہی چکا تھا منتخب انشاء ابن قدامہ کا ایک نسخہ سید کرامت حسین صاحب کے ایک اُستاد کے پاس آیا اونھون نے بہت چاہا کہ دیکھنے اور حفظ کرنے کو ملے مگر استادون مین اسوقت کتابون کا نہ دینا اچھا گنا جاتا تھا اسلیے استاد نے نہ دیا اور اپنے لیے ایک نقل کرالی بعد نقل کرانے کے کتاب کو پارسل مین بند کیا اور مالک کتاب کے پاس ڈاک مین روانہ کرنے کو خادم کو دیا سید کرامت حسین صاحب نے خادم سے پارسل لے لیا اسکو کھولا اور دس بارہ طالب علمون کو جمع کرکے رات بھر مین اوسکی نقل کرائی اور اوس مختلف خط کے نقل کو اصل سے دو بجے دن تک ایک مسجد مین جاکر مقابلہ کیا اور بعد مقابلہ پارسل بند کرکے روانہ کردیا اور بہت سا حصہ زبانی یاد کرلیا اس طور سے نقل کرنا اخلاقاً زیبا نہ تھا مگر فرط شوق کے سامنے اکثر اخلاقی قوت دب جاتی ہے وہ مختلف الخط نقل مدتون نہایت قدر سے سید کرامت حسین صاحب کے کتبخانہ مین رہی جب سنہ ۱۹۰۲ء مین بمقام الہ آباد کرامت حسین صاحب کی کوٹھی جلی تب وہ نسخہ بھی جل گیا اور اسکے تلف ہونے کا صدمہ کرامت حسین صاحب کو بقیہ عمر رہا۔

ترک لکھنؤ | سنہ ۱۲ء مین ایسے اسباب فراہم ہوے کہ سید

کرامت حسین صاحب لکھنؤ اور اپنے عم محترم کی خدمت سے جدا ہونے پر
مجبور ہوے۔ ان اشغال سے جدا ہونا جنکو کرامت حسین صاحب حاصل زندگانی
جانتے تھے بہت شاق تھا بالکل ایسا جانتے تھے کہ بہشت سے دوزخ کو
جاتے ہین اگر کوئی دوست سمجھاتا تھا کہ آخر کیون جاتے ہو تو کبھی یہ اثر ہوتا تھا
کہ روتے روتے ہچکیان بندھ جاتی تھین ایک بار تو غشی کی سی حالت
طاری ہو گئی۔ سید کرامت حسین صاحب نے اپنے عم محترم سے ایکدن عرض کیا
کہ اگر فلان امر خاص پیش آیا تو مین خدمت مین نہ رہونگا اتفاق سے وہی
بات پیش آئی اور کرامت حسین صاحب نے کہدیا کہ اب مین نہ رہونگا۔ جناب مرحوم
مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ اور دیگر حضرات نے تو باہ تک یہی کوشش
جاری رکھی کہ کسی طرح کرامت حسین صاحب لکھنو سے جدا نہون اور جتنے موانع راہ مین
ڈالنا ممکن تھے سب ڈالے مگر سید کرامت حسین صاحب نے وہی کیا جو کہا تھا اونکو
جنت و نار کا عین الیقین تھا۔ ایک دن ایک دوست سمجھانے لگے اور کہا کہ
دیکھو اگر لکھنو چھوڑو گے تو گنہ گار ہوگے۔ سید کرامت حسین صاحب نے جواب دیا کہ
مین تو جو کچھ کہہ چکا ہون وہی کرونگا۔ اگر خداوند عالم حضرت جبریل کو میرے
پاس بھیجے اور وہ اگر دکھادین کہ آتش جہنم شعلہ زن ہے ادھر تم نے لکھنو سے
باہر قدم نکالا اُدھر جہنم مین گرے تو بھی عرض کرونگا کہ آتش دوزخ مین گرنا
قبول ہے لکھنو مین رہنا قبول نہین۔ سید کرامت حسین صاحب
کے عم محترم نے انکو حکم دیا کہ خیر اگر جاتے ہو تو دیہات مشترک کو تقسیم کراتے
جاؤ اور کرامت حسین صاحب نے جیسے ہوسکا تعمیل کر دی اثناء تقسیم دیہات مین
سید کرامت حسین صاحب کا گذر ایسی جگہ سے ہوا جہان نیشکر کا کولھو تھا اور رس
نکالکر راب بنائی جاتی تھی شکر بننے مین بہت سی نجاستون کی آمیزش

ہوتی نظر آئی اور اسکا اثر یہ ہوا کہ آٹھ سال کم و بیش کرامت حسین صاحب نے شکر نہ کھائی۔

اپنے چچا کا حکم بجالانے کو سید کرامت حسین صاحب کنتور گئے تاکہ دیہات مشترکہ کو باہم تقسیم کرا دین۔ اس زمانہ مین انکو شاہنامہ فردوسی کا شوق حد اعتدال سے زیادہ ہوگیا اکثر دن ایسے گذرتے تھے کہ نماز صبح کے بعد سے نو دس بجے رات تک سید علی نقی صاحب کنتوری سید تصدق حسین صاحب اور سید کرامت حسین صاحب شاہنامہ پڑہنے اور سننے مین گذار دیتے تھے مولوی سید تصدق حسین صاحب بہت خوش الحانی سے پڑھتے تھے سید کرامت حسین صاحب خوش آواز نہ تھے مگر جوش سے وہ بھی دیر تک پڑھتے تھے سید علی نقی صاحب صرف سُنا کرتے تھے اوسکے دنرات پڑھنے اور سننے کا یہ اثر ہوا کہ خطوط مین اوسکے محاورات اور الفاظ استعمال ہونے لگے۔

آٹھ نو ماہ کی سخت کشاکش کے بعد سید کرامت حسین صاحب لکھنؤ سے اواخر ذی الحجہ سنہ ۱۲۹۱ھ مطابق سنہ ۱۸۷۴ع مین جدا ہوے۔

کرامت حسین صاحب لکھنؤ سے اپنی ضد پورا کرنے کو جدا تو ہوے لیکن جو عظمت اور عقیدت اپنے چچا جناب مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کی اونکے دل مین راسخ ہوگئی تھی اوس مین ذرا فرق نہین آیا خود اپنے چچا سے ہمیشہ یہی کہا اور دیگر اصحاب سے بھی برابر اس امر کا سچے دل سے اعتراف کیا کہ جو کچھ مجکو حاصل ہوا وہ مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ کی بدولت ہے جناب فردوسمآب علامہ سید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ کی وفات کے بعد بھی انکی بیوہ اور اولاد کے ساتھ کرامت حسین صاحب کا وہی مخلصانہ برتاؤ رہا جو مرید خاص کا اپنے مرشد کے پس ماندون کے

ساتھ ہونا چاہیے ایک عدالتی مقدمہ مین کرامت حسین صاحب اپنی چچی کی طرف سے ساعی تھے اور فریق مقابل چچی کے عزیز تھے وہ ایک بار کرامت حسین صاحب سے ملے اور کہا کہ اب تو مولانا سید حامد حسین صاحب دنیا مین نہین ہین تم میرے مقابلہ مین اونکی بیوہ کی طرفداری کیون کرتے ہو سید کرامت حسین صاحب نے جواب دیا کہ مین جناب مرحوم کا بندۂ احسان ہون اور چچی کی خدمت اخلاقًا واجب جانتا ہون آپ تو کیا ہین اگر والد مرحوم زندہ ہوتے اور اونمین اور چچا صاحب مرحوم مین مخالفت ہوتی تو مین باپ کے مقابلہ مین چچا کا ساتھ دیتا اوس حد تک کہ اسلام اجازت دیتا۔

سید کرامت حسین صاحب خطون مین اپنے چچا کو العم الرؤف بل الاب العطوف" لکھتے تھے اور یہ صرف لفظًا ہی نہ تھا بلکہ معنًا اونکو یہی اذعان تھا اور ایسا ہی محسوس کرتے تھے جناب فردوسمآب کو بھی کرامت حسین صاحب سے قلبی محبت تھی یہ محبت بھتیجا ہونے کی نہ تھی کیونکہ وہ الحب للہ والبغض للہ کے سچے عامل تھے جسکی بابتہ اونکو یقین ہو جائے کہ امور دین مین اونکا مددگار ہے وہ اونکا حقیقی محبوب تھا اور جسکی بابتہ معلوم ہو کہ اوسکو دین سے علاقہ نہین وہ انکا دشمن۔ کرامت حسین صاحب کی بابتہ اُنکو یقین تھا کہ وہ بدل اُنکے معاون ہین اسلیے اونپر فریفتہ تھے۔

کرامت حسین صاحب کے لکھنو سے چلے جانے کے بعد جناب فردوسمآب نے مدت تک انکو خط نہ لکھا تب کرامت حسین صاحب نے ایک خط مین لکھا کہ مین اپنی بابت رہنے کو لکھنو سے الگ ہوا مگر آپکی جو عقیدت وعظمت دل مین تھی وہ ہے یہ کیا بات ہے کہ آپ خط نہین لکھتے جواب لکھا اوسمین بدین خلاصہ فرمایا ہو گمان مبرید کہ نامہ بہ شما نوشتن نمی خواہم وقتیکہ قصد نوشتن می کنم

از یاد شما حالتے می رود کہ مین را از بسیار نمی شناسم "

کرامت حسین صاحب لکھنو سے جانے کے بعد راج کمار کالج مین ہیڈ مولوی ہوے اور سال بھر نوکری کرنے کے بعد ایک ماہ کی رخصت لے کر لکھنو آئے جناب فردوسمآب کی خدمت مین حاضر ہوے دن کے دس بجے ہونگے وہ تصنیف مین مصروف تھے کرامت حسین صاحب سلام کر کے کھری چارپائی پر بیٹھ گئے فرمایا "تم آگئے" عرض کیا "جی ہان" حاضر ہوا جناب فردوسمآب اپنی جگہہ سے اوٹھے اس طرف تشریف لے گئے جدھر کرامت حسین صاحب کی پشت تھی کرامت حسین صاحب نے خیال کیا کہ کسی الماری مین سے کتاب لینے گئے ہین دو تین دقیقہ کے بعد پشت کی طرف سے آکر کرامت حسین صاحب کے گلے مین باہین ڈالدین اور باواز بلند رونے لگے کرامت حسین صاحب نے مضطرب ہو کر عرض کیا کہ مجھ ناچیز کے لیے یہ اضطراب یہ سنتے ہی باہین گردن سے جدا کر لین اور اپنے مقام پر تشریف لے آئے سید کرامت حسین صاحب اکثر کہا کرتے تھے اور اونھون نے فردوسمآب کو کبھی کسی شخص کے ساتھ ایسی الفت کرتے نہین دیکھا جو سب سے بڑا صدمہ اونپر گذرا وہ جناب مرحوم مولوی سید اعجاز حسین صاحب کا انتقال تھا یہ اثر اونپر ضرور ہوا تھا کہ نعش کو دیکھتے ہی تھوڑی دور چلکر ایک پلنگ پر بیٹھ گئے اور کہا کہ عمامہ میری کمر مین باندھ دو مگر گریہ وبکا نہین کیا۔

کرامت حسین صاحب سے جو لپٹ کر رونے لگے تھے وہ دنیوی محبت کا اثر نہ تھا بلکہ درد دین نے انکو بیتاب کر دیا تھا یہ خیال آگیا تھا کہ ہاے ایسا مددگار بچھڑ گیا وہ نہ کرامت حسین صاحب کی کیا ہستی تھی جسکے لیے آیۃ اللہ علامہ حامد حسین صاحب جنکیلیے آواز بلند روتے سید کرامت حسین صاحب کی ایک زمانہ مین یہ حالت

تھی کہ حضرات مجتہدین اور جناب مفتی میر عباس صاحب اعلی اللہ مقامہ و مولوی سید احمد علی صاحب مرحوم علم مین اپنے چچا سید حامد حسین صاحب فردوس آب کو بہت کم جانتے تھے اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جناب ممتاز العلماء سید تقی صاحب یا جناب مولوی احمد علی صاحب قبلہ کے یہان سے سبق پڑھ کر آتے تو جناب فردوسمآب پوچھتے کہ سبق مین کوئی دشواری تو نہین رہ گئی اگر ہو تو لاؤ مین بتادون ادب کی وجہ سے کتاب سامنے لیجاتے مگر دل مین گمان کرتے کہ جب ایسے ایسے بڑے کامل نہ سمجھا سکے تو یہ کیا بتائینگے اور جو صحیح مطلب آیۃ اللہ بتا دیتے تو بھی باور نہوتا کہ یہ صحیح ہے لیکن جب سید کرامت حسین صاحب کو خود قدرت مقابلہ اور قوت فیصلہ آئی تب وہ اپنے استاد جناب آیۃ اللہ کے علم کی کما حقہ قدر کرنے لگے۔

باب دوم

تحصیل انگریزی وملازمت

تحصیل انگریزی وملازمت سید کرامت حسین صاحب اپنے بڑے بھائی مولوی سید عنایت حسین صاحب کے پاس چرکھاری پہونچے رفتہ رفتہ اونھین یہ خیال پیدا کیا گیا کہ طلب معاش مین کوشش ضروری ہے اور نوکری کرنا چاہیے مولوی صاحب بامید ملازمت اپنے باپ کے ایک دوست ڈاکٹر استراتن صاحب پولیٹکل ایجنٹ بوندیل کھنڈ سے ملے ڈاکٹر استراتن صاحب سے جب مولوی سید عنایت حسین صاحب مرحوم نے کرامت حسین صاحب کے علم وکمال کی بہت صفت کی تب ڈاکٹر صاحب نے کرامت حسین صاحب سے پوچھا کہ چرکھاری سے مکہ کس طرف ہے وہ پانچون وقت کی نماز روزانہ پڑھتے تھے حج کر آئے تھے بحث قبلہ استدلالی کتب فقہ مین پڑھا چکے تھے مگر جغرافیہ سے اتنا بے بہرہ تھے کہ یہ نہ کہہ سکے کہ مکہ چرکھاری سے مغرب مین ہے اسکے بعد ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ جو کچھ تمنے حاصل کیا وہ بجائے خود نہایت قابل قدر ہے مگر دنیا مین رہنا

چاہتے ہو تو علوم دنیا اور انگریزی حاصل کرو سید کرامت حسین صاحب نے کہا کہ انگریزی پڑھ لینا تو سہل ہے مگر اسوقت طلب معاش کی فکر ہے اگر اوس سے نجات ملے تو انگریزی پڑھوں ڈاکٹر صاحب نے کہا اچھا تم انگریزی تو پڑھو ہم ایک مدرسہ بوندیل کھنڈ کے راجاؤن کے لڑکون کے لیے جاری کرنا چاہتے ہین اوسمین تمکو جگہ دینگے جناب مولوی کاظم حسین صاحب مدظلہ جناب مولانا سید کرامت حسین صاحب کے پرانے دوست مجکو تحریر فرماتے ہین "مولوی صاحب (سید کرامت حسین صاحب) نے ماسٹر الٰہی بخش صاحب کلارک ایجنسی سے انگریزی پڑہنا شروع کردی اپنے والد ماجد کے ملنے والونمین سے میر وزارت حسین صاحب وکیل ریاست ٹیکم گڈھ کے بنگلہ مین قیام کیا۔ صرف ایک قدیم ملازم حاجی امام خان ان کے ساتھ تھے ان کے بھائی نے چاہا کہ گھوڑا اور چند ملازم ساتھ رہین لیکن انھون نے منظور نکیا روزانہ دو سو لفظ تک انگریزی کے یاد کرلیتے تھے تھوڑے عرصہ مین شدبد ہو گئی ڈاکٹر استراتن صاحب بہادر سند مرقومہ اکتوبر ۱۸۷۵ء مین بدین خلاصہ ترجمہ فرماتے ہین "مین باور کرتا ہون کہ سید کرامت حسین کا عربی و فارسی مبلغ علم غیر معمولی اور اعلیٰ پایہ کا ہے جو جانتے ہین وہ شہادت اس بات کی دیتے ہین مین اوسکو دو سال سے دیکھتا ہون اور مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے وہ پورا حلیم اور خوش کردار اور علم دوست ہے میرے کہنے سے اوسنے علوم جدید کی جانب توجہ شروع کی ہے"

پنڈت پربانند صاحب ہیڈ ماسٹر راجکمار کالج بوندیل کھنڈ سند مرقومہ نومبر ۱۸۷۹ء مین خلاصہ ترجمہ فرماتے ہین "مولوی سید کرامت حسین نے مجھ سے چند سے انگریزی پڑھی چونکہ نہایت ذہین اور محنتی ہین اسلیے تھوڑی ہی مدت مین

خوب مہارت انگریزی مین پیدا کرلی اب وہ ہر انگریزی کتاب اُسی آسانی سے پڑھ سکتے ہین جیسے ہندی بی اے علوم جدیدہ کی جانب انکو بہت ہی رغبت ہے جنمین سے بعض مین وہ ترقی کر رہے ہین وہ صحیح الجسم صحیح العقل صحیح الاخلاق ہین جو صفات اورون مین کم مجتمع پائے جاتے ہین۔ جناب مولوی کاظم حسین صاحب قبلہ مدظلہ تحریر فرماتے ہین "سید کرامت حسین صاحب نے چندے چھکھاری مین رہ کر حیدرآباد دکن کا قصد کیا ایک بہلی سواری کے لیے خریدی اور روانہ حیدرآباد ہوے۔ چھاونی پہونچکر ڈاکٹر استراتن صاحب بہادر سے رخصت ہونے گئے اونھون نے بہت اصرار سے روکا کہ اب کالج کھلنے والا ہے آپ حیدرآباد نہ جائین یہ راضی نہ ہوتے تھے مگر اونکی مربیانہ فہمایش سے مجبور ہوکر ٹھہر گئے مین بھی کدورہ سے حسب الطلب پہونچگیا تھا اوائل اگست ۱۸۷۳ء مین کالج کا افتتاح ہوا جان منڈر صاحب بہادر پرنسپل اور ایک بنگالی ہیڈ ماسٹر اور مولوی کرامت حسین صاحب بمشاہرہ ۵۰ر ماہوار ہیڈ مولوی مقرر ہوے اور مجکو سکنڈ مولوی کی جگہ دیگئی مین راضی نہ تھا کیونکہ مجکو ہیڈ مولوی کی جگہ دینے کو صاحب بہادر نے طلب کیا تھا۔ مجکو ریاست کدورہ واپس جانا پسند تھا لیکن صاحب بہادر نے بہت تشفی دی کہ وہ جگہ آپ کو بہت جلد دیجاویگی مجکو مجبوری قبول کر لینا پڑا مگر مجکو مولوی کرامت حسین صاحب سے ملکر پہلی ہی ملاقات مین ایسا لطف حاصل ہوا کہ مجکو وہان رہ جانے سے جو کدورت تھی مبدل براحت ہوگئی مین انکی صحبت کو بہت غنیمت سمجھا اور وہ بھی مجھسے محبت فرمانے لگے بقول شاعر ؎

بیگانہ آشنا نشود در تمام عمر — وانکس کہ آشناست بیکدیدن آشناست

میرا فرصت کا اکثر وقت اونھین کے پاس رہنے مین اکثر صرف ہونے لگا ادبیات مین آپ کا کمال معلوم کر کے مجکو شوق ہوا کہ چند اونچی کتابین اس فن کی اون سے پڑھلون چنانچہ مینے بہت جلد سبق شروع کر دیا اور سبعہ معلقہ و حماسہ و تاریخ یمنی اور مقامات حریری و نہج البلاغہ و مقامات بدیعی وغیرہ بالاستیعاب اور کچھ حصہ تفسیر کشاف کا سبقاً سبقاً پڑھا اور عبارت عربی لکھنے کی بھی مشق کی چنانچہ ایک انگریزی کتاب ایسپس فیلز کا ترجمہ عربی مین کر ڈالا اور یہ التزام کیا کہ اسکے ہر حکایت کے مارل (نتیجہ) کی جگہہ عربی مثل یا شعر بہم پہونچاتا تھا مولوی صاحب اصلاح دیتے تھے اور جب اوسکی تکمیل ہو چکی تو ممدوح نے اوسپر دیباچہ تحریر فرمایا۔

کالج مین آکر مولوی صاحب (کرامت حسین) نے مسٹر ڈیوڈ صاحب ایم اے ہیڈ ماسٹر سے جو بہت جلد بنگالی ہیڈ ماسٹر کی جگہ مقرر ہو گئے تھے انگریزی پڑھنا شروع کی اور اونکے بعد جب پنڈٹ پر مانند بی اے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوے اور یہ بہت بڑے لائق شخص تھے اُن سے مولوی صاحب نے انگریزی پڑھ کر بہت جلد عمدہ لیاقت حاصل کر لی اونچی اونچی کتابین پیش نظر رہنے لگین اور ہر وقت ٹنڈل اور ہکسلی اور ہربٹ سپنسر وغیرہ نامی حکما کے نظریات پر بحث ہونے لگی۔

ڈاکٹر اسٹراٹن صاحب کی نصیحت کے بعد کچھ دن تو سید کرامت حسین صاحب کو ایسا وقت ملا کہ وہ ہمہ تن زبان انگریزی کی تحصیل مین مشغول ہو سکے لیکن ۱۵ جون ۱۸۸۶ء سے وہ راجکمار کالج بوندیل کھنڈ مین ہیڈ مولوی مقرر ہو گئے اور اب دن کا بہت بڑا حصہ یعنے دس بجے سے چار بجے تک ملازمت کے فرائض ادا کرنے مین صرف ہونے لگا جب ڈاکٹر اسٹراٹن صاحب

سید کرامت حسین صاحب کو ہیڈ مولوی مقرر کیا تو فرمایا کہ تمکو چالیس روپیہ ماہانہ ملیگا کرامت حسین صاحب نے جواب دیا کہ مین پچاس سے کم نہ لونگا تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر اسٹراٹن صاحب نے تامل کیا اور کہا کہ ہیڈ پنڈت بھی پچاس ملنگے گا جب کرامت حسین صاحب نے کسی طرح پچاس سے کم قبول نہ کیا تب ڈاکٹر اسٹراٹن صاحب نے پچاس ماہوار دینا قبول کر لیا۔ نماز صبح کے بعد سے ۹ بجے دن تک سید کرامت حسین صاحب کو انگریزی کتب بینی کا التزام تھا اور دنیا کی کوئی لذت نہ تھی کہ جو تکمیل علم سے زیادہ مرغوب ہو ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۴ء مین لکھنؤ سے جدا ہونے کا گو اصلی مقصود طلب معاش تھا اور اسکے لیے سید کرامت حسین صاحب نے ملازمت اختیار کر لی تاہم سچی علم دوستی نے اونکا ساتھ نہ چھوڑا ڈاکٹر اسٹراٹن صاحب کی نصیحت سے انگریزی سیکھی تھوڑے ہی زمانہ مین جب قوت مطالعہ پیدا ہو گئی تب اونھون نے ابتدائی کتابین طبیعات کمسٹری تشریح علم عمل اعضا علم حیوانات علم نباتات کو اسلیے پڑھا کہ حکیم اسپنسر کے نظام حکمت کو پڑھین جس نے سید کرامت حسین صاحب کو بالکل محو کر لیا اسپنسر کی رائین۔ اور مقولے سید کرامت حسین صاحب کا جزو ذاتی ہو گئے اوس حکیم کے فلسفہ کو بارہا باستیعاب پڑھا اور اسکے بتائے ہوے طرز خیال اور طریق عمل کو اپنے لیے نمونہ بنایا مقابلہ کرنے کی نیت سے سید کرامت حسین صاحب نے مل اور ہملٹن وغیرہ کی کتابین بھی مطالعہ کین ہکسلی اور ہوارڈ اور ٹنڈل کو پڑھا مگر اسپنسر کو سب پر آخر وقت تک ترجیح دیتے رہے۔ تیس برس بروزانہ اسپنسر کا مطالعہ کیا جسدن ۱۹۰۰ء مین ہائیکورٹ کی ججی شروع کی اسی دن سے اسپنسر کا مطالعہ اس خیال سے چھوڑ دیا کہ فرائض منصبی مین قصور نہو اور دن رات جتنا وقت ملا

زبانی فیصلہ لکھانے کی مشق مین صرف کیا۔

اسپنسر کی فلسفہ کی طرف میلان کا شروع یون ہوا کہ جناب سید کرامت حسین صاحب راجکمار کالج مین ہیڈ مولوی تھے تب جناب چوبے پرمانند صاحب جنکی بابتہ سید کرامت حسین صاحب کا قول تھا "کہ انسے زیادہ ذہین آدمی مینے اپنی عمربھر مین نہین دیکھا" ہیڈ ماسٹر ہوکر تشریف لائے سید کرامت حسین صاحب نے اون سے انگریزی پڑھی جیسا اوپر ذکر ہو چکا ہے جب اوتھون نے کہدیا کہ اب تم اس قابل ہو کہ مجھ سے پڑہنے کی ضرورت نہین تب ایک دن سید کرامت حسین صاحب نے اونسے کہا کہ علوم جدیدہ مین سے کسی مین تو کمال ضرور پیدا کرنا چاہیے۔ طبیعات کیمیا علم الحیوانات علم الطب وغیرہ مین تو آلات اور تجربون کی ضرورت ہے۔ آپ کی اور میری نہ ایسی عمر ہے نہ حالت کہ آلات اور تجربون تک دسترس ہو اسلیے منطق و فلسفہ مین تکمیل کی کوشش کرین دونون نے اس رائے پر اتفاق کیا اور کتب خانہ سے مل صاحب کی منطق نکالکر مطالعہ شروع کیا اوسکو تھوڑے دن پڑھا تھا کہ ایک بار راہ مین جناب چوبے صاحب نے سید کرامت حسین صاحب سے فرمایا کہ ایک حکیم اسپنسر ہے اسکے فلسفہ کا نظام دس جلدین ہے مینے اسکو اگرہ کے کتب خانہ مین دیکھا ہے اسکا نظام بہت عمدہ ہے اسکو پڑہنا چاہیے سید کرامت حسین صاحب نے کہا بہتر اوسکی پہلی جلد (فرسٹ پرنسپلز) منگائی گئی اور مطالعہ کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ اسکے پڑھنے کی استعداد حاصل کرنے کو تھوڑی سعی طبیعات کیمسٹری علم الحیواۃ علم النفس جاننا لازمی ہے تب ان علوم کے ابتدائیات حاصل کرنا شروع

لیے شوق کا یہ حال تھا کہ پرمانند صاحب اور کرامت حسین صاحب دونون ایک بار مٹی کی جلتی دوپہرین مردے کی ہڈیان تلاش کرنے مرگھٹ مین گئے جن کے دیکھنے کی علم تشریح مین ضرورت تھی اور ایک ڈاکٹر صاحب سے ملاقات صرف اسلیے پیدا کی کہ جب وہ مردہ چیرین تو انکے سامنے چیرین چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے ایسا ہی کیا۔ بہر حال مقدمات فلسفہ اسپنسر کو پڑھا پھر دسون جلدون کو اول سے آخر تک چند بار پڑھا اور اوسی کے رنگ مین ڈوب گئے۔

اوسی زمانہ مین یہ شوق ہوا کہ سود مند مسائل پر ہر یکشنبہ کو تقریرین ہوا کرین۔ شنبہ کے دن مدرسہ کے کام سے واپس آکر یہ ٹھہرا کہ آیندہ یکشنبہ کو سید کرامت حسین صاحب خون کے دورے کو بیان کرین یہ بات طے ہونے پر سید کرامت حسین صاحب مغرب سے پہلے اپنے گھر گئے کھانا کھایا مغرب کی نماز پڑھی فزیالوجی علم حیوانات کی ایک کتاب مبسوط مین خون کے دورے کی بحث کو پڑھا اوسکو خوب یاد کیا دو بجے رات تک اوس مین منہمک رہے دوسرے دن اتوار کو جناب مولوی کاظم حسین صاحب کے دیوانخانہ مین اوسکو ڈیڑھ گھنٹہ کے قریب اردو مین بیان کیا۔

۹ بجے دن کے بعد سے مدرسہ جانے کی تیاری کرتے تھے اور ہمیشہ ٹھیک وقت پر پہونچ جاتے تھے جتنے دن مدرسہ مین رہے اوس مین صرف ایک دن پانچ یا چھ منٹ کی دیر ہوئی مدرسہ سے آنے کے بعد شام تک ہوا خوری اور ورزش مین صرف کرتے تھے جناب مولوی کاظم حسین صاحب قبلہ مدظلہ مجکو تحریر فرماتے ہین "مولوی کرامت حسین صاحب کو ورزش کا

شوق تھا اور مین بھی اوسکا عادی تھا روزانہ بالالتزام مین اور وہ ڈنٹر- مگدر لیزم ایک ساتھ ہلایا کرتے تھے اور شام کی ہواخوری مین بھی مین ہمیشہ اونکے ساتھ رہتا تھا- میری وجہ سے انکو بندوق اور شکار کا بھی شوق پیدا ہوگیا تھا اونھون نے بہت جلد اس مین بھی ایسی مشاقی بہم پہونچائی کہ قابل حیرت تھی مدتون کی مشق سے جو بات مینے حاصل کی تھی تھوڑے ہی دنومین اونھون نے وہ کمال حاصل کرلیا کہ مجھ سے آگے بڑھ گئے،، ورزش کے بعد نو بجے رات تک عموماً اپنے تین خاص دوستون کی صحبت تھی جنمین سے دو ہندو تھے ایک مسلمان علمی یا تفریحی باتون مین بسر کرتے تھے اُن تینون صاحبون کے نام یہ ہین جناب چوبے پرمانند صاحب جناب منشی روشن لال صاحب جناب مولوی کاظم حسین صاحب اہل دنیا کے معمولی تفریحون اور جلسون سے بہت ہی بچتے تھے پرنسپل صاحب راجکمار کالج نے زمان ملازمت مین اکتوبر ۱۸۷۵ء مین بدین خلاصہ ترجمہ لکھا ہے وہ مولوی سید کرامت حسین صاحب اس مدرسہ کا ہیڈ مولوی ہے اور اس حیثیت سے بہت ہی عاقل اور قابل اور محنتی ہے مین اوسکے کام سے بہمہ وجوہ خوش ہون سردست تھوڑی انگریزی جانتا ہے لیکن چونکہ یہ بہت محنتی طالب علم ہے اسلیے ایک ہی دو سال مین معقول دستگاہ حاصل کرلیگا،، اس امید مین کہ آیندہ کوئی بہتر نوکری ملے سید کرامت حسین صاحب بالالتزام ہفتہ مین ایک بار ڈاکٹر اسٹر تن صاحب کے سلام کو جاتے تھے کچھ کہتے نہ تھے ایک دن ڈاکٹر صاحب موصوف حاتم طائی کا قصہ فارسی مین طبع شدہ لائے اور کہا کہ اسکو صحیح کردو صاحب کا مقصود یہ تھا کہ جو غلط نامہ آخر مین لگا ہے اسکے موافق جہان جہان غلطی ہے درست کردیجائے کرامت حسین صاحب نے

دو چار مقام سے اسکو دیکھا اور معلوم کیا کہ فارسی عبارت بہت غلط ہے
اور خیال کیا کہ صاحب چاہتے ہین کہ جہان جہان عبارت مین صرف ونحو
یا محاورہ کی غلطی ہو وہ درست کیجاوے عرض کیا کہ کبتک صحیح کردون فرمایا
کل دیجانا سید کرامت حسین صاحب اس کتاب کو گھر لاے اور پورے سات
پہر محنت کر کے تمام غلطیان جنہین انکو صحیح کیا تین چار جزو مین لکھا دوسرے
دن لے گئے ڈاکٹر صاحب نے بحیرت پوچھا یہ قلمی اجزا کیا ہین جواب دیا کہ مین
حضور کے ارشاد کا مطلب یہ سمجھا تھا کہ اس کتاب مین جتنی غلطیان محاورہ
وغیرہ کی ہون وہ صحیح کردون اسلیے جداگانہ جہان جہان غلطی ہے وہ
لکھدی ہے اور اسکے بدلے جو صحیح ہونا چاہیے وہ لکھدیا ہے صاحب نے فرمایا میرا
صرف یہ مطلب تھا کہ غلطنامہ کے موافق صحیح کردو خیر اب تمنے یہ مشقت
کی ہے تو ہمارے میر منشی کو دکھالو اور جب وہ قبول کرلے تو ہم اس کتاب
کو راجکمار کالج کے لیے طبع کرادینگے۔

میر منشی صاحب کایستھ تھے انکو فارسی دانی کا غرہ تھا بوندیل کھنڈ مین
اہل علم کا قحط تھا کرامت حسین صاحب سے آگاہ نہ تھے بہت سے
مقامات کو جہان کرامت حسین صاحب نے صحیح کیا تھا انکو شبہہ ہوا
فارسی کتابون سے سند دکھانا وغیرہ کافی نہوا کرامت حسین صاحب کو
سخت تردد ہوا کہ کیا کرنا چاہیے بعض احباب کی مشورت سے یہ راے
قرار پائی کہ صاحب بہادر کی خدمت مین صاف عرض کردینا چاہیے کہ
میر منشی کو فارسی نہین آتی نہ وہ سمجھ سکتے ہین کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا
اگر جناب کو میری راے قبول نہین ہے تو اختیار ہے جو چاہے کیجیے
سید کرامت حسین صاحب نے جاکر ایسا ہی صاف کہدیا صاحب نے

موصوف نے فرمایا کہ دو تین مثالین ایسی بتاؤ جنکو تم صحیح کہتے ہو اور ہمارے میر منشی غلط کہتے ہین اور ہمارے سامنے صحت کی سند پیش کر دو تاکہ ہم خود بھی سمجھ سکین کہ حق کیا ہے صاحب بہادر کے سامنے سید کرامت حسین صاحب نے چند ایسی مثالین پیش کین جو وہ سمجھ سکین اومین سے ایک یاد رہ گئی اصل کتاب مین قطلع الطریقان لکھا تھا سید کرامت حسین صاحب کہتے تھے کہ یا قاطعان طریق ہو یا قطاع الطریق قطاع خود جمع ہے طریق کو بطور فارسی طریقان جمع کرنا بے سود ہے پھر اوس پر لام تعریف کیسا صاحب بہادر القاموس نکال لائے اور اپنا اطمینان کر لیا کہ کرامت حسین صاحب کی رائے درست ہے اجازت دیدی کہ ہمارے میر منشی کے پاس جانیکی حاجت نہین جیسا تمنے درست کیا ہے ویسا ہی طبع کرا دو اسکے بعد حاتم طائی فارسی حسب تصحیح کرامت حسین صاحب طبع ہو گئی واقعی وہ کتاب بہت آسان ہے اور مبتدیون کے لیے مناسب ہے اوس سے بھی زیادہ سلیس فارسی مین حکایات سلیس سید کرامت حسین صاحب نے لکھی اور وہ بھی نیا گانون مین طبع ہوئی دونون کتابین بعد مین لاہور مین طبع ہوئین[1]۔

جناب مولوی کاظم حسین صاحب مجکو تحریر فرماتے ہین "فارسی وہ اچھی جانتے تھے اور عالمانہ عبارت لکھنے مین خوب دستگاہ تھی تاہم بعض اساتذہ کے کلام مین مثلاً کلیات فارسی مرزا غالب دہلوی و دیوان علی حزین وغیرہ مین کہین کہین دشواری پیش آجاتی تھی چند ہی روز کے مذاکرہ مین اونکی سخن فہمی بہت بڑھ گئی۔ یہ ذکر ۱۸۶۷ء کا ہے"

مولوی سید کرامت حسین صاحب کو جان اور چند کتابون کی عربی عبارت

[1] مطبع کا نام نہ معلوم ہو سکا۔

بہت پسند تھی۔ اوسمین زمخشری علیہ الرحمہ کی کشاف بھی تھی طلب علم کے زمانہ مین اتنی فرصت نہ ملی کہ اسکو جی بھر کر مطالعہ کرتے جب راجکمار کالج نیا گانو مین ہیڈ مولوی ہو گئے تب اونھون نے سنہ ۱۸۷۰ء کو کلکتہ کی طبع شدہ کشاف منگائی اور سنہ ۱۸۷۰ء کی بڑے دن کی تعطیل مین بڑے سویرے اٹھکر باغ مین ایک درخت کے سایہ مین دن بھر بیٹھے رہتے اور بجز ضروریات نسبت دعبادت واجب کے دن بھر سوا کشاف کے مطالعہ کے کچھ نہ کرتے تھے بارہ یا تیرہ دن مین دونون جلدون کو بالاستیعاب پڑھا جا بجا اسپر نشان کیے وہ نسخہ اب جناب مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر مدظلہ العالی خلف جناب فردوسمآب جناب مولانا سید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ کے کتب خانہ مین ہے۔ اسکے حاشیہ پر بہت سی عبارتین ہین منجملہ اونکے دو نقل کیجاتی ہین۔ فلما اضاءت ما حولہ ذہب اللہ بنورہم وترکہم فی ظلمات لا یبصرون صفحہ ۴۷۔ کشاف عن حقائق التنزیل مطبوعہ تالاٹ مطبع الليسى الواقع فی مدینہ کلکتہ سنہ ۱۸۵۶ء پر یہ حاشیہ لکھا ہے۔

کشاف پر حاشیہ

اقول لا ریب ان ہذہ التمثیل بحال المنافقین من تقدیمہم رجلا الی الاسلام وتاخیرہم اخری الی الکفر وخوفہم وخشیتہم وتذبذبہم ورجائہم وقنوتہم ومیلہم تارۃ الی الاسلام واخری الی الکفر بحال من اضاءت النار ما حولہ دہر خمدت فبقی متحیرا قسر عامر عوبا لا یدری ایا کلہ السبع اوتلسعہ الحیۃ ام یغافصہ القاتل او یہلکہ العدو

ترجمہ

بیشک آیۂ مذکورہ مین تمثیل ہے اُن منافقین کے حال کی جنکی حالت یہ تھی کہ کبھی وہ اسلام کی طرف ایک قدم بڑھاتے تھے اور کبھی اس سے ہٹکر دوسرا قدم کفر کی طرف اور اُنکے دل مین خوف وہراس اور رجا اور مایوسی تھی اور حالت اُنکی مذبذب تھی کبھی وہ اسلام کی خواہش رکھتے تھے اور کبھی کفر کی ایسے منافقین کو خداوند عالم نے اس شخص کے حال سے تشبیہ دی ہے جسنے اپنے گھر مین آگ روشن کر رکھی ہے اور وہ آگ جب بجھ جاتی ہے تو حیران وپریشان اور خوف زدہ رہ جاتا ہے اُسے نہین معلوم کہ اب کونسی آفت مین گرفتار ہوگا کیا اسکو درندے پھاڑ کھائینگے یا سانپ کاٹ کھائے گا یا کوئی قاتل جو اسکی تاک مین لگا رہتا ہے ناگاہ آکر مار ڈالیگا یا اسکو دشمن ہلاک کر ڈالیگا۔

او کصیب من السماء فیہ ظلمات ورعد وبرق صفحہ ۲۴ کشاف پر یہ حاشیہ تحریر کیا ہے۔

ھذا من معجزات البلاغۃ تمثیل حال المنافق المترود بین الکفر والاسلام الذی یخاف علی نفسہ واولادہ واموالہ من اھل الکفر مرۃ ومن المسلمین اخری والذی یرجو النجاۃ من المخوفات الدنیویہ باظھار الاسلام وابطال الکفر ثم یعلوہ القنوط منھا بعدم اخلاصہ والذی یامن مرۃ من العقوبات الاخرویہ بصنیعۃ المتذبذب ثم یستبدل الامن بالیاس بحال من افرغ علیہ صیب فی لیل مظلم واحاطت بہ ظلمات بعضھا فوق بعض وافزعتہ الرواعد والبوارق یرجو تارۃ الحیوۃ ویخاف اخریٰ

الموت تمثیل متناکا فی البلاغة۔

ترجمہ

یہ آیۂ مبارکہ بلاغت کے معجزات سے ہے اور اوسمین اوس منافق کی تمثیل ہے جسکو کفر و اسلام مین تردد ہے یعنی یکسوئی نہین ہے اور وہ ایسا ہے کہ اسکو کبھی اسکا خیال ہوتا ہے میرے نفس اور اولاد اور مال کو کفار تباہ کر ڈالینگے اور کبھی یہی خیال مسلمانون کی طرف سے ہوتا ہے کہ شاید مسلمان لوگ بھی ایسا نہ کر بیٹھین اور اوس شخص کی تمثیل ہی جو امید بھی رکھتا ہے کہ اوسکو دنیا کی خوفناک چیزون سے نجات ہو جاتی اس اسلام کے ظاہر کرنے سے اور کفر کے باطل کرنے سے اور پھر اسکے بعد اسکو مایوسی ہو جاتی ہے اوسکی وجہ یہ ہے کہ اوس کو اس اسلام کے بارے مین اخلاص نہین ہے اور اس شخص کی جو کسی اپنے کردار متذبذب سے اخروی عذاب سے امن مین آجاتا ہے لیکن پھر اس امن کو یاس سے بدل ڈالتا ہے پس خداوند عالم نے ایسے لوگونکی مثال اس شخص سے دی ہے جسپر اندھیری رات مین مینھ پڑے اور ایسی تاریکیان جو تہ بہ تہ ہون اوسکو گھیرے ہوے ہون اور اس رات مین اسکو بجلی کی چمک اور رعد کی کڑک ڈرا رہی ہو۔ پس ایسا شخص کہین اپنی حیات کی امید رکھے اور کبھی موت سے ڈرے یہ تشبیہ منتہاے بلاغت کو پہونچی ہوئی ہے

دسمبر ۱۸۸۳ء مین ایک پشمینہ فروش آیا اور رونق بازار کے لیے سید کرامت حسین صاحب سے کہا کہ آپ راجکمار کالج مین ہیڈ مولوی ہین راجون اور سردارون کے بچون کو پڑھاتے ہین جب روساء نیا گانون مین آئینگے آپکو اپنے دربار مین بلا دینگے اور بہت نازیبا ہوگا کہ آپ بلا دوشالہ دربار مین جاین

سید کرامت حسین صاحب جوان تھے سالہا سال بہت عسرت سے بسر کی تھی دنیا کی ظاہری زیب و زینت سے جیسا کہ چاہیے مستغنی نہ ہو چکے تھے ایک سفید دوشالہ سیاہ حاشیہ دار پسند کیا اوسکی قیمت اسی روپیہ ٹھہری سید کرامت حسین صاحب نے کہا کہ مین یہ دوشالہ لینا چاہتا ہون مگر قیمت ادا کرنیکو روپیہ نہین ہے اگر دو ماہ کے وعدے پر دے جاؤ تو لیلون پشمینہ فروش راضی ہو گیا اور سید کرامت حسین صاحب نے دوشالہ لے لیا اسوقت اُنکے پاس صرف ایک خادم ملازم تھا پچاس روپیہ ماہوار پاتے تھے بیس روپے مین دو مہینے بڑی عسرت سے سوکھی روٹی اور چنے کھاکر بسر کیے اور دو ماہ کے وعدہ پر پشمینہ فروش کو اسی روپیہ دیدیے۔

ہفتہ وار پولٹیکل ایجنٹ صاحب کی خدمت مین تو حاضر ہوا ہی کرتے تھے اوسی اثنا مین میر منشی کا عہدہ خالی ہوا اوسوقت ایکدن عرض کیا کہ مجکو اپنے محکمہ مین میر منشی کر دیجیے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ تمنے دفتر مین کبھی کوئی کام نہین کیا ہے دفعتہ اتنا بڑا عہدہ لینے چاہتے ہو سید کرامت حسین صاحب نے عرض کیا کہ جب آپ سا مربی یہ جواب دیتا ہے تو آیندہ پولٹیکل ایجنٹ کیا کہے گا حضور کی تقریر کے تو یہ معنے ہین کہ مین تمام عمر ہیڈ مولوی ہی رہون یہ کہنا صاحب پر اثر کر گیا فرمایا کہ ہم تم کو امتحاناً میر منشی کر دینگے لیکن اگر تم سے کام نہو سکے اور ہم تمکو مدرسہ مین واپس کرین تو برا نہ ماننا سید کرامت حسین صاحب نے کہا کہ ہرگز نہین فرمایا اچھا تم ابھی ہمارے سامنے یہی بات اپنے ہات سے لکھدو سید کرامت حسین صاحب نے وہین مضمون بالا کا اقرار نامہ لکھدیا صاحب موصوف نے اسکو اپنی جیب مین رکھ لیا اور اوسی دن کچہری مین جاکر روبکار لکھا دیا کہ ہمنے

سید کرامت حسین کو میر منشی مقرر کیا	تقرری بعہدۂ میر منشی

اور اسطرح تین برس مدرسی کرتے کے بعد ۱۸۷۸ء مین میر منشی مقرر ہوے
تقرر کے بعد سول سرجن سے صحت کی سند حاصل کرنا ضرور ہوا ایجنسی کے
اسسٹنٹ سرجن صاحب کو بُلا کر پولٹیکل ایجنٹ صاحب بہادر نے حکم
دیا کہ سول سرجن صاحب کے پاس لیجاؤ اور صحت کی سند دلوادو سول سرجن
صاحب نے بہت سے امتحان اور معائنہ کے بعد لکھا کہ سوا دل کے باقی
تمام اعضا تندرست ہین دل کمزور ہے یہ شخص سرکاری ملازمت کے
قابل نہین جب یہ سند صاحب پولٹیکل ایجنٹ بہادر کے سامنے پیش
ہوئی تو حسب عادت فرمایا ،، ٹٹ ،، کچھ پروا نہین اس سند کو پھینک دو
جسدن سید کرامت حسین میر منشی ہوے اوسدن انھون نے سوچا کہ
سرکاری نوکری کیونکر کرنا چاہیے یہ تو طبیعی تھا کہ پوری دیانت اور جانفشانی
سے کرینگے اسکے علاوہ یہ بھی طے کیا کہ طریق عمل ایسا ہونا چاہیے کہ حکام اور
زیردست اور عامہ ناس سید کرامت حسین صاحب کے کام کو دیکھکر
انصاف سے خود کہین کہ وہ کیسا کام کرتے ہین انکو بیان و اظہار کی حاجت
نہ رہے یہ دستور العمل بنایا ،، کن یدا ولاتکن لسانا ،، جسکے لفظی معنے یہ ہین
کہ ہات ہو زبان نہو یعنے کرکے دکھاؤ زبان سے نہ کہو ابتدا مین تو سرکاری
ملازمت ہی مین اسپر عمل کیا اور عادت ہونے کے بعد تمام کامون اور معاملون
مین وہ خود ہی جبلیت ہو گیا۔

ایک مدرس کا میر منشی ہونا طبعاً اہل دفتر کو ناپسند آیا اور ملازمت کے پہلے
ہی دن جب عرضیان لگگئین تب ایک سائل نے ایک عرضی ایک ایسے
معاملہ کی نسبت پیش کی جو ۱۸۴۲ء سے چل رہا تھا اور جسمین ہزارون کاغذات
شامل تھے او سپر صاحب پولٹیکل ایجنٹ نے یہ حکم لکھا دیا کہ مثل کے ساتھ

پیش ہو جب کرامت حسین صاحب نے وہ عرضی دفتر مین مثل کے لیے بھیجی تو محافظ دفتر صاحب نے جدید میر منشی کی نالائقی ثابت کرنے کو مثل کی نتھی توڑ کر مثل بھیجدی کرامت حسین صاحب صرف اتنا سمجھ سکتے تھے کہ احکام بہ ترتیب زمانی ہونا چاہئین اس کلیہ کی بنا پر اونھون نے خود تمام مثل کو مرتب کیا اور سمجھا اور اس کام مین ناتجربہ کاری کیوجہ سے انکو چھ بجے شام سے تین بجے رات تک گذرا لیکن دوسرے دن جب وہ کچہری مین گئے تب وہ اس قابل تھے کہ مختصراً ضروری حالات صاحب پولٹیکل ایجنٹ سے بیان کر کے اوس عرضی پر حکم لے سکین

سید کرامت حسین صاحب جسدن میر منشی ہوے اوسدن دفتر کی کسی اصطلاح سے آشنا تک نہ تھے۔ اظہار۔ پروانہ۔ روزنامچہ مذکوری وغیرہ الفاظ انکے لیے یونانی کے الفاظ تھے لیکن اپنی محنت و دیانت اور قابلیت سے میر منشی کے عہدے کو ایسی رونق دیدی کہ جواب تک بوندیل کھنڈ مین یادگار ہے صاحب پولٹیکل ایجنٹ بہادر کو اپنا معتقد کر لیا وہ اپنی چیٹھی بنام سکرٹری صاحب لفٹنٹ گونر ممالک مغربی و شمالی مرقوم ۲۶۔ اکتوبر ۱۸۶۸ء مین بدین خلاصہ ترجمہ فرماتے ہین "مینے سید کرامت حسین اور اُسکے خاندان کے حالات مبسط سے لکھے ہین اسلیے کہ وہ نہایت ہی مستحق اور متدین نوجوان ہے اور مجکو کامل یقین ہے کہ جو عہدہ اسکو دیا جلئے وہ اوسکے لیے فرائض منصبی بدیانت ادا کرنے کی وجہ سے زیبا ہوگا" جناب مولوی کاظم حسین صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہین "عہدہ میر منشی اس وقت بہت معزز اور با وقعت سمجھا جاتا تھا گویا ریاستہاے متعلقہ کا مرجع خاص تھا اس عہدے والے بہت گرانبار ہو کر سبکدوش ہوا کرتے تھے مگر مولوی کرامت حسین صاحب کی شان ہی

کچھ اور بھی اونھون نے نہایت سنجیدگی اور محنت اور اعلی درجہ کی دیانت سے
اس کام کو انجام دیا۔ حاکم اور محکوم اور متعلقین اُن سے نہایت رضامند رہے
چونکہ انگریزی مین تھوڑی شدبد ہوگئی تھی اور بعض کتابون مین انگلستان
کی دولت و علم و تہذیب و شایستگی کا حال سید کرامت حسین صاحب نے
پڑھ لیا تھا اسوجہ سے ایکدن ڈاکٹر استراتن صاحب نے سے کہا کہ مجھے بڑی حسرت
ہوتی ہے کہ مین لندن جاکر کسب علوم نہین کر سکتا آپ کوئی ایسی تدبیر
فرما سکتے ہین کہ مین جاؤن اور تحصیل علم کرون؟ صاحب موصوف نے حیرت
کی نگاہ سے سید کرامت حسین صاحب کو دیکھا اور مسکرا کر کہا "دل تم چاہتا ہے کہ
چاند پر چڑھ جاوے"

سید کرامت حسین صاحب چاند بلکہ سورج پر چڑھ گئے۔

میر منشی ہونے کے ساتھ ہی آٹھ دن کے بعد سید کرامت حسین صاحب
کو یہ خبر ملی کہ عملہ والے تمام صفات کو تو اب تسلیم کرتے ہین مگر یہ کہتے ہین کہ
افسوس خط موتیا نہ ہے خوشخط نہین۔ اس بات کے سنے پر سید کرامت حسین
صاحب نے ڈیڑھ ماہ تک جتنا وقت ملا وہ شب و روز خوشخط لکھنے کی مشق
مین صرف کیا اور جنھون نے انکو ہاتھ سنبھال کر لکھتے دیکھا وہ معترف ہوے
کہ وہ کمی بقدر ضرورت پوری ہوگئی اسی موقع پر جو کچھ خط کے متعلق لکھنا ہو وہ لکھدون تو بہتر ہوگا
سید کرامت حسین صاحب کا خط پختہ تھا اور بہ آسانی پڑھا جاتا تھا وہ اوس خط
کو دیکھکر کہ جو پڑھا نہ جاوے یا دقت سے پڑھا جاوے ناراض ہوتے تھے۔
ضمیمہ مین اونکے انگریزی اور اردو خط کا نمونہ ہے۔

وہ فاونٹین پن سے لکھنا پسند فرماتے تھے اور اکثر اوسی سے لکھتے تھے کہ ڈوب
لینے مین جو وقت صرف ہوتا ہے اوسکو وہ ضائع کرنا نہین چاہتے تھے ادم

خیالات کی روانی مین بھی ایک قسم کی رکاوٹ قلم سے لکھنے مین بمقابلہ فاونٹن پن کے پیدا ہوتی ہے کہ بار بار ڈوب لینا پڑتا ہے۔

کرامت حسین صاحب بہت جلد لکھتے تھے اکثر اسقدر جلد کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ نقل کر رہے ہین۔ الفاظ یا عبارت مین ردوبدل بہت کم کرتے تھے اور اسکی ضرورت بھی نہوتی تھی۔ بقول ایک انگریزی نثار کے جو لکھدیا وہ لکھدیا۔

ڈاکٹر استراتن صاحب بہادر دل مین نہایت رحیم اور رقیق القلب تھے مگر ماتحتون سے کام لینے کو انھون نے اپنا ظاہری طریقہ یہ رکھا تھا کہ بہت ساغل مچاتے تھے اور کبھی زبان سے بُرے لفظ بھی کہدیتے تھے مقرر ہونے کے کچھ دن بعد سید کرامت حسین صاحب ممدوح کی خدمت مین گئے اور عرض کیا کہ آج بہت ہی عجیب گذارش کرنے آیا ہون جہانتک امکان ہے دیانت اور مستعدی سے اپنا کام کرونگا مگر آدمی ہون غلطی ممکن ہے اگر کبھی کوئی قصور ہو تو جتنی سزائین تعزیرات ہند مین قانوناً مقرر ہین اونمین سے حضور جسکے لائق سمجھین وہ سزا مجکو دین مگر بدزبانی نہ فرماوین اسلیے کہ اسوقت معلوم نہین مین اپنے اختیار مین ہون یا نہ رہون فرمایا "جاؤ لڑکا جاؤ" دنیا کے کامون مین فقط نیک اور ایماندار ہونا کافی نہین ہے بلکہ ہوشیاری اور محنت سے خوب کام کرنا چاہیے۔

ایجنسی بوندیل کھنڈ مین میرمنشی ہونے کے عہد مین سید کرامت حسین صاحب نے کبھی کسی ریاست سے ڈالیون کے ساتھ نذرانہ کا روپیہ نہین لیا ہمیشہ حکام کو اونپر پورا بھروسہ رہا علاوہ فرائض منصبی کے دو نمایان کام اُن کے سپرد ہوے اور دونون کو نہایت قابلیت اور دیانت سے انجام دیا جاگیر گوپال کے رئیس فوت ہو چکے تھے انتظام برائے نام جاگیردار کی بیوہ کے سپرد تھا مگر بعض اہلکار اپنے اپنے مطلب کے موافق جو چاہتے تھے کرتے تھے ایجنسی کو

اونجھے ہوئے معاملات اور رشتہ داران جاگیر کے مسلسل عرضیون سے اذیت تھی اور بیوہ متبنی کرنے پر آمادہ نہ تھی صاحب پولٹیکل ایجنٹ بوندیل کھنڈ نے وہان کے حالات جانچنے اور رپورٹ کرنے کے لیے سید کرامت حسین صاحب کو بمنظوری جناب صاحب ایجنٹ گورنر جنرل سنٹرل انڈیا مقرر کیا سید کرامت حسین صاحب نے وہان کے سب معاملات کو سلجھا دیا اور بیوہ کو دو لڑکون کے متبنی نامزد کرنے پر آمادہ کر کے درخواست دلائی اور دونون کو مع اہلکاران جاگیر حضور مین صاحب پولٹیکل ایجنٹ بہادر بوندیل کھنڈ کے پیش کر دیا اور دونون مین سے ایک کا متبنی ہونا گورنمنٹ آف انڈیا سے منظور ہو گیا۔

جاگیر بیری اور زمینداران بیری مین چند در چند تکرار برسون سے چلی آتی تھی اور ہمیشہ اون سے ایجنسی کو تکلیف رہتی تھی اون کے معاملات کو سمجھکر فیصلہ کی صورت نکالنا سید کرامت حسین صاحب کے سپرد ہوا اور اونھون نے ایسی معقول صورتین نکالین جنکو جاگیر دار اور زمینداران نے قبول کر لیا اور اسکے مطابق فیصلہ ہو گیا۔

عطر نہ لگانیکی وجہ

میر منشی ہونے کے عہد مین ایک دن سید کرامت حسین صاحب کچھ کاغذات ڈاکٹر استراتن صاحب کو سُنا رہے تھے کہ انگریزی دفتر کا ایک محرر کچھ کاغذ دستخط کرانے کو لایا عطر لگائے ہوئے تھا اور جب وہ دستخط کرانے کو جھکا تو ایجنٹ صاحب کو عطر کی خوشبو آئی دستخط کرانے والے محرر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "کیا تم رنڈی ہے جو اپنے کو خوشبو کیے ہے" یہ سنکر کرامت حسین صاحب عرق انفعال مین ڈوب گئے اور دل مین عہد کیا کہ کبھی عطر نہ لگاؤنگا عدالت مین عطر لگا کر آنے کی عادت نہ تھی تاہم احتمال تھا کہ کسی دن کہین عطر لگا ئین اور

وہین سے سیدھے کچہری آنا پڑے اور ایجنٹ صاحب انپر اعتراض فرمائین خوشبو کا شوق تو جیسا تھا ویسا ہی رہا مگر عطر لگانا گویا ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا۔

ریاست باونی کی سپرنڈنٹی پر تقرر

میر منشی کے عہدے مین نمایش کی زیادہ احتیاج تھی عمدہ لباس آراستہ مکان اچھی سواری اچھا خیمہ اور مہمانداری کے لیے تنخواہ کافی نتھی رشوت لیتے نہ تھے عسرت سے بسر ہوتی تھی

ایک دن موقعہ پاکر سید کرامت حسین صاحب نے ڈاکٹر استراتن صاحب سے کہا کہ حضور مجکو کوئی اور معقول عہدہ دلا دین میر منشی کو جس شان سے رہنا چاہیے مین نہین رہ سکتا صاحب پولٹیکل ایجنٹ بہادر جو سید کرامت حسین صاحب کی دیانت اور قابلیت سے واقف ہو چکے تھے اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ صوبہ آگرہ و اودھ مین اونکو ڈپٹی کلکٹر کرا دین۔ سفارش نامہ بنام سکرٹری صاحب لکھا اور سید کرامت حسین صاحب کو اُن کے پاس الہ آباد بھیجدیا وہان سے معمولی جواب ملا کہ سر دست کوئی جگہ خالی نہین ہے جب یہ جواب لاکر سید کرامت حسین صاحب نے ایجنٹ صاحب کو دکھایا تو اسکو تھوڑی دیر بغور پڑھتے رہے اور کچھ نہ کہا اسی اثنا مین ریاست باونی کی سپرنڈنٹی خالی ہوئی اور مارچ ۱۸۸۱ء مین صاحب پولٹیکل ایجنٹ بہادر نے انکو وہان کا سپرنڈنٹ مقرر کردیا ریاست باونی کا کام چند در چند پیچیدگیون کا مجموعہ تھا تاہم سچی ہمدردی دیانت۔ قابلیت۔ محنت۔ مستعدی۔ وہ صفات ہین جو اپنا رنگ۔ آخر کار جما ہی لیتے ہین۔ صاحب پولٹیکل ایجنٹ بوندیل کھنڈ نے انتظامی سالانہ رپورٹ ۱۸۸۱ء مین بدین خلاصہ ترجمہ فرمایا ہے ،، یہ لکھنا زیبا ہے کہ مولوی سید کرامت حسین صاحب نے اس باونی ریاست کے مشکل انتظام کو جو دیوالیہ ہونیکے قریب سے

ہوشیاری کفایت شعاری اور قابلیت سے چلایا ہے۔ غیر قابل اطمینان نتائج
ایسے اسباب کا نتیجہ ہین جو طاقت بشری سے باہر ہین"
جب ریاست باونی کا چارج مولانا سید کرامت حسین صاحب نے اعظم الامرا
فخر الدولہ معین الملک صاحب جاہ مہین سردار نواب محمد حسن خانصاحب
والی ریاست کو سونپا اُسوقت والی موصوف نے روبکار ۵۔ اکتوبر ۱۸۸۳ء مین فرمایا
"سپرنڈنٹ صاحب (سید کرامت حسین) موصوف نے بکمال دیانت و نیک نیتی
و مستعدی اپنے کار منصبی کو انجام دیا اور باوصف خرابی فصلین و کم مائگی و سقیم حالی
رعایا و علاقہ و قلت مداخل و کثرت مخارج بگڑے ہوے کام کو بہ سہولت چلایا اور
جملہ متوسلین ریاست کو رضامند رکھا"
باونی کے سپرنڈنٹ ہونے کے عہد مین کوک صاحب بہادر جو بعد کو برہما مین کمشنر
ہوے تھے بوندیل کھنڈ کے پولٹیکل ایجنٹ تھے جب تک وہ سید کرامت حسین
صاحب سے واقف نہ تھے اُسوقت تک تو خیر ناگفتہ بہ بدگمانی تھی لیکن آگاہ ہوجانیکے
بعد وہ بہت ہی بھروسہ کرنے لگے تھے ایجنسی مین جتنی مشکل اور دیانت اور
قابلیت طلب معاملات ریاستون کے پیش آتے تھے اونمین صاحب موصوف
سید کرامت حسین صاحب سے مشورہ اور مدد لیتے تھے صاحب کمشنر بہادر
جھانسی کو چٹھی مرقوم ۲۳ [1] ۱۸۸۲ء مین بدین خلاصہ ترجمہ لکھتے ہین۔
"مینے سید کرامت حسین صاحب کو جاگیر توری فتح پور کو اسلیے بھیجا ہے کہ وہ بیوہ
جاگیردار کے انتظام جاگیر کی بابتہ رپورٹ دین یہ مشکل اور ایسا کام ہے جسکے
لیے مین کسی کو اپنے بجائے نہین بھیج سکتا جب تک مجکو اوسپر پورا اعتبار نہ ہوتا
کیونکہ اوسکو بہت سے لالچون کا سامنا ہوگا اور اسکے تدین کا سخت امتحان ہوگا

[1] مہینہ کا پتہ نہ چلا۔

اسی اثنا مین بہت نازک اور دیانت و عقل کے جانچنے والے اور دو کام سید کرامت حسین صاحب کے سپرد ہوئے اور اونھون نے دونون کو اچھے اسلوب سے انجام دیا۔ ریاست دتیا سمتھر باونی وغیرہ مین بیتوا ندی کی نہر نکلنے والی تھی اور بہت تردد تھا کہ روساء ہندوستانی سے کیونکر مناسب معاملہ بابت لینے اُنکے زمین کے کیا جاوے گورنمنٹ آف انڈیا نے صاحب کمشنر بہادر جھانسی کو اپنی طرف سے مقرر کیا اور ایجنسی کی طرف سے سید کرامت حسین صاحب مقرر ہوئے پولٹیکل ایجنٹ بہادر بوندیل کھنڈ نے سرکاری تحریر مین لکھا تھا کہ جو دیر مجکو جواب دینے مین ابتک ہوئی وہ اسوجہ سے ہوئی کہ کوئی قابل اعتماد شخص میسر نہ تھا اب سید کرامت حسین صاحب کو فرصت ہو گئی ہے اور مین انکو تجویز کرتا ہون۔ سید کرامت حسین صاحب نے جناب مہاراجہ صاحب دتیا اور سمتھر کو نہایت خوبی سے اس بات پر راضی کر لیا کہ اپنی زمین کا معاوضہ لے لیوین اور نہر نکلنے دین رضامندی کے خریطے ایجنسی مین پیش ہو گئے اور سب باتین آسانی سے طے ہو گئین۔

دوسرا معاملہ

دوسرا معاملہ بہت ہی اُلجھا ہوا اور خطرناک تھا ریاست سمتھر کا ایک پرگنہ امراسترہ سال سے ریاست سے جدا تھا اور اس جدائی سے پیچیدگیان پڑتی تھین ایجنسی کا کام زیادہ ہوتا تھا ایجنسی نے چاہا کہ پرگنہ ریاست مین ملجاوے اور علی بہادر قابض پرگنہ کو نقد معاش ملے اندیشہ تھا کہ علی بہادر سرتابی کرین گے اور گورنمنٹ کو داب حکومت ظاہر کرنا پڑے گا پرگنہ منتقل کرنے کے واسطے پولٹیکل ایجنٹ نے سید کرامت حسین صاحب کو تجویز کیا جو دور اندیشیان اور تدبیرین سید کرامت حسین صاحب نے کین اُنکی تفصیل طول سے خالی نہین۔

سید کرامت حسین صاحب کو امراجانیکا حکم ایجنٹ گورنر جنرل سنٹرل انڈیا نے مقام نیاگانون سے جاری فرمایا وہ حکم معمولی طریقہ سے ایجنسی بوندیل کھنڈ میں گیا وہان سے باونی بھیجا گیا لیکن کرامت حسین صاحب حکم پہونچنے سے پہلے بمقام نیاگاؤن ایجنٹ گورنر جنرل بہادر سے ملنے آئے جب صاحب پولیٹکل ایجنٹ کے پاس گیا رہ بجے دن کو گئے اُسوقت اونھون نے فرمایا کہ تم یہان کیون آئے تمکو تو امرا جانے کا حکم ہو چکا ہے سید کرامت حسین صاحب نے کہا کہ ابھی تک حکم میرے پاس نہین پہونچا کہا حکم پہونچا ہو یا نہ پہونچا ہو تم ہمارے دفتر سے اسکی نقل لیلو اور اسی وقت امرا کو روانہ ہو کرامت حسین صاحب نے عرض کیا کہ میرا اسباب شام تک آئیگا اور اجازت ہو تو مین کل روانہ ہون فرمایا تم ایجنٹ گورنر جنرل صاحب کا مزاج جانتے ہو اگر انکو خبر ملی کہ تم یہان ہو تو وہ ہم سے ناخوش ہونگے کرامت حسین صاحب نے عرض کیا کہ خواہ اسباب آوے یا نہ آوے مین وعدہ کرتا ہون کہ آج شب کو نیاگاؤن مین نہ رہونگا امرا کی طرف چلا جاؤنگا۔ کہا کہ اچھا اب یہان سے چلے جاؤ اور کسی گھر مین جاکر چھپ رہو ادھر اودھر نہ جاؤ تاکہ ایجنٹ گورنر جنرل تم کو دیکھ لین سید کرامت حسین صاحب اپنے ایک دوست کے گھر مین چلے گئے عشا تک وہین رہے اسباب کا انتظار کرتے رہے مگر نہ پہونچا رات کا کھانا کھاکے سید کرامت حسین صاحب نے اپنے دوست سے کہا کہ گھوڑا سواری کو منگادین اسی وقت جانا ہے دوست نے فرمایا رات ہے کہان جاؤگے ٹھہرو صبح صادق ہوتی ہی چلے جانا کرامت حسین صاحب نے کہا کہ مین نے صاحب پولیٹکل ایجنٹ سے وعدہ کیا ہے کہ رات کو نیاگاؤن مین نہین ٹھہرونگا اور خلاف وعدہ نہین کرسکتا بڑے اصرار کے بعد دس بجے

رات کے قریب گھوڑے پرسوار ہو کر رام اکبر طرف روانہ ہوئے اور نیا گاؤن سے چار میل چلکر ایک گاؤنکے باہر ایک میل کے نیچے گاؤن کے چوکیدار سے چارپائی منگا کر سو رہے ہے۔

حقہ پینے کا شوق کرامت حسین صاحب کو حقہ پینے کا بہت شوق تھا اور نہایت تکلف کا حقہ پیتے تھے خود تمباکو بناتے تھے خود خمیرہ بناتے تھے خود توا بناتے تھے کبھی کبھی رمضان مین اونکا بھرا ہوا حقہ جسکی چلم پر املی کا دہکتا ہوا انگارہ آدھ سیر کا رکھا ہوتا تھا افطار کے بعد سے سحر تک رہتا تھا لیکن اوس شب کو جب حقہ نہ ملا تو گونہ اذیت ہوئی اور کرامت حسین صاحب نے عہد کیا کہ آج سے حقہ نہ پیونگا اور اسکے بعد بقیۃ العمر حقہ نہ پیا۔

چاے چھوڑنے کا قصہ بھی اسی کے قریب قریب ہے ۱۹۰۸ء مین چاے پینے مین بہت انہماک ہو گیا اور چونکہ فطرت مین تھا کہ جو چیز ہو وہ حد کی ہو اس لیے یہ خیال شروع ہوا کہ چاے کا نہایت عمدہ اور قیمتی سامان فراہم کیا جانے تخمینہ کیا تو معلوم ہوا کہ پندرہ سو روپیہ کے قریب صرف ہوگا ایک دن چار بجے صبح کو جب جلگے تو یہ خیال شروع کیا کہ آج سے انشاء اللہ چاے کا سامان فراہم کرنا شروع کرونگا تھوڑی دیر کے بعد دل مین خیال آیا کہ کیا یہ نفس پرستی نہوگی کہ مین پندرہ سو روپیہ چاے کے سامان مین صرف کرون کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ چاے پینا ہی چھوڑ دون نفس مرتاض نے طے کیا کہ چاے چھوڑ دینا بہتر ہوگا اور اسدن سے چاے چھوڑ دی کبھی اگر کوئی صاحب بہت مصر ہوے تو اُنکے خوش کرنے کو سید کرامت حسین صاحب تھوڑی سی چا پی لیتے تھے ذہ بھی نہین جب امرا مین تھے ایک خط چرکھاری سے بدین مضمون آیا کہ تمھارے بڑے بھائی مولوی سید عنایت حسین صاحب شدید بیمار ہین آخری دیدار دیکھنا ہو تو فوراً آؤ سید کرامت حسین صاحب نے جواب لکھا کہ مین نہایت مہتم خدمت

یہان ماموٗر ہون بے اجازت صاحب پولٹیکل ایجنٹ کے ہل نہین سکتا
درخواست کی ہے اگر اجازت ملی تو آؤنگا ورنہ سمجھونگا کہ چرکھاری سے رخصت
کے وقت جب ملا تھا وہی آخری دیدار تھا جن صاحب نے خط لکھا تھا انکو اور
جناب مولوی سید عنایت حسین صاحب اور دیگر اقارب واحباب کو یہ مضمون
ناپسند آیا مگر سید کرامت حسین صاحب نے پروانہ کی ایجنسی سے اجازت آئی
اور خط پہونچنے کے دوسرے دن خود کرامت حسین صاحب بھی چرکھاری پہونچے
شام کا وقت تھا دیکھا کہ جناب مولوی سید عنایت حسین صاحب بستر پر لیٹے
ہین کرب سے کراہ رہے ہین پوچھا کیا ہے انھون نے بدشواری کہا کہ دلمین
شدید درد ہو رہا ہے کرامت حسین صاحب تھوڑی دیر تک مریض کو بہت
غور سے دیکھتے رہے اور کہا کہ دل مین ہرگز درد نہین ہے اوسکے آثار اور
ہی ہوتے ہین عجب نہین کہ پتھری مثانہ کی طرف آ رہی ہے اور اوسی کا یہ
درد ہے آپ بالکل مطمئن رہین مرنے کا ذرہ بھر اندیشہ نہین ہے یہ عرض
کرنے کی وجہ سے جناب مولوی سید عنایت حسین صاحب کو گونہ سکون ہوا
اور تھوڑی دیر بعد وہ پیشاب کو گئے اور ایک چھوٹی سی پتھری خارج ہوئی
درد جاتا رہا سب خوش ہو گئے جن صاحب نے خط لکھا تھا اوخون نے
شکایت کی کہ جیسا خط آپنے لکھا بھلا کوئی ایسا خط لکھتا ہے سید کرامت حسین صاحب
نے جواب دیا کہ جو حق تھا وہ لکھا اس ضمن مین یہ خیال آگیا کہ سید کرامت حسین صاحب

تشخیص امراض مین دخل

کو تشخیص امراض مین فطرتی ملکہ تھا دو مثالین جو اسوقت
یاد آئین درج ہین چرکھاری روانہ ہونے سے پہلے
کنتور مین تقسیم دیہات کو آئے تھے بارش کا موسم تھا
اُنکے ایک رشتہ دار جو ایک صاحب کے یہان

منسوب ہوچکے تھے مگر شادی نہوئی تھی اکثر اپنی سسرال جایا کرتے تھے دیہاتی شرم کی وجہ سے جانے کا اعلان نہ کرتے تھے ایک شب کو قریب دس بجے رات کے عزیز موصوف کے گھر سے ماما آئی اور سید کرامت حسین صاحب سے کہا کہ آپکے عزیز موصوف کی طبیعت بہت ناساز ہے انکے والد نے آپ کو طلب کیا ہے جلد چلیے سید کرامت حسین صاحب وہان گئے اور عزیز موصوف کو دیکھا کہ پندرہ پندرہ منٹ کے بعد غشی کا دورہ ہوتا ہے خود اونھین عزیز اور حاضرین سے پوچھا کہ آخر بیمار ہوجانے کے کیا اسباب پیش آئے کسی نے قابل اطمینان جواب نہ دیا کسی نے کہا آسیب ہے کسی نے کہا شاید جنون ہے سید کرامت حسین صاحب چونکہ اپنے باپ کی زندگی مین بہت سے مارگزیدہ کا علاج کرچکے تھے اور جانتے تھے اوسکے کیا آثار ہوتے ہین آسیب کا عقیدہ نرکھتے تھے غشی کہا کہ میرے نزدیک انکو سانپ نے کاٹ کھایا ہے جب عزیز موصوف نے سن لیا کہ سانپ کے کاٹنے کا احتمال ہونے لگا ہے اوسوقت اونھون نے حجاب کو بالاے طاق رکھکر کہا کہ جی ہان مین فلان جگہ یعنے اپنی سسرال گیا تھا اور وہان سانپ نے کاٹا پیٹھ مین کھجالی لگائی کئی جھاڑ پھونک ہوئی مجکو سکون ہوا گھر چلا آیا سید کرامت حسین صاحب نے جسم کا وہ مقام جہان کاٹا تھا دریافت کیا اوسکو چیرا تو سادہ بہرا بہت سا خون نکلا اور جو دوائین اوسوقت مارگزیدہ کے علاج کی معلوم تھین استعمال کین وہین تمام رات بیمار کے ساتھ جاگتے رہے اور اون کو جگاتے رہے دوسرے دن وہ رشتہ دار اچھے ہوگئے اسی زمانہ مین ایک صاحب کو ہچکیان شروع ہوئین اور یہ نوبت پہونچی کہ ہچکیون کی کثرت سے بات کرنا دشوار ہوگیا سینہ وغیرہ پر خفیف سا ورم آنے لگا مریض کو بہت پریشانی ہوئی آنکھون سے آنسو جاری ہوگئے سید کرامت حسین صاحب بلائے گئے

اور اُنھون نے دو ماشہ سفید زیرہ خوب باریک پیسکر پلا دیا پندرہ منٹ مین یا تو مریض اپنے کو موت کے مونھ مین جانتا تھا یا اچھا ہوکر مسکرانے لگا اور ہچکیان بالکل رُک گئین۔

خوشنودی گورنمنٹ

ریاست سمتھر کا معاملہ ختم ہونے پر صاحب پولٹیکل ایجنٹ بہادر بوندیل کھنڈ نے اپنی چٹھی مرقومہ ۲۰ جون ۱۸۸۳ء مین بدین خلاصہ ترجمہ فرمایا "مین آخر مین صاحب ایجنٹ گورنر جنرل کے ملاحظہ مین اس کامل طریق عمل کو لانا چاہتا ہون جس سے مولوی کرامت حسین صاحب نے تمام اُن تفصیلی خدمات کو ادا کیا جو پرگنہ امرا کے سترہ سال جدا رہنے کے بعد سمتھر مین شامل کرنے کی بابت درکار تھین مین خاص اوسی افسر کی قابلیت کی جانب منسوب کرتا ہون اوس مصالحت کو جو ایسے دو بھائیون کے مابین ظاہر ہوئی جو اپنے بچپن سے باہم دگر سخت دشمن تھے جو دشواریان اس کام مین حائل تھین وہ بہت سنگین قسم کی تھین اور جو نتائج پیدا ہوے وہ بڑی امید باندھ لینے والے افسر کی امید سے بالاتر ہین"، صاحب ایجنٹ گورنر جنرل بہادر سنٹرل انڈیا نے اپنی چٹھی مرقومہ ۲۱ جولائی ۱۸۸۳ء گورنمنٹ آف انڈیا کو بدین خلاصہ ترجمہ تحریر فرمایا ہے "مولوی سید کرامت حسین کے طریق عمل کی بابت مین صاحب پولٹیکل ایجنٹ کی عمدہ راے کی تائید کرتا ہون انھون نے وہ کامیابی حاصل کی ہے جسکا ظاہر ہونا مہاراجہ سمتھر اور علی بہادر کے تعلقات سے ناممکن تھا اور وہ گورنمنٹ ہند کی نمایان اظہار خوشنودی کے مستحق ہین"

صاحب سکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا نے چٹھی مرقومہ ۱۰ ستمبر ۱۸۸۳ء بنام صاحب ایجنٹ گورنر جنرل بہادر سنٹرل انڈیا بدین خلاصہ ترجمہ فرمایا

گورنر جنرل با جلاس کونسل نے پرگنہ امرانی کے بدون نقص امن یا مخالفت کے نکال لینے کی خبر کو جو مولوی سید کرامت حسین صاحب کی کوشش ابھو قوت فیصلہ سے ظہور مین آیا خوشنودی سے سنا گورنمنٹ آف انڈیا اس کارگذاری کی قدر فرماتی ہے،، سید کرامت حسین صاحب کی ایمانداری نے نواب صاحب ریاست باؤنی کو اون سے ناخوش کردیا اور نواب صاحب نے انکی بہت سی شکایتین ایجنسی بوندیل کھنڈ مین پیش کین جو سب بے اصل ثابت ہوئین ایکبار یہ شکایت کی کہ کرامت حسین صاحب مال گذاری کے وصول کرنے مین رعایا پر سختی کرتے ہین اور بالمشافہہ صاحب پولٹیکل ایجنٹ سے ایسا کہا کرامت حسین صاحب نے جواب دیا کہ مین وصول مالگذاری مین صرف وہ طریقے اختیار کرتا ہون جو قانوناً جائز ہین کسی کی سعی وسفارش یا کسی لالچ سے ناز یبا نرمی نہین کرتا اور یہ سب کوشش وسختی اسلیے کرتا ہون کہ روپیہ وصول ہو اور حضور نواب صاحب کو اونکا وظیفہ وقت پر پہونچتا رہے نواب صاحب ممدوح جتنی نرمی اپنا وظیفہ لینے مین فرمائین اتنی ہی نرمی مین مالگذاری وصول کرنے مین ضرور کرونگا اس جواب نے سختی کی شکایت کا دروازہ بالکل بند کردیا جب ایجنٹ گورنر جنرل بہادر دورے پر آئے تو شکایت کی کہ انتظام مین خودسری کرتا ہے ہم سے مشورہ نہین کرتا نہ رائے لیتا ہے سید کرامت حسین صاحب سے جواب پوچھا گیا اونھون نے کہا کہ ریاست گورنمنٹ کی نگرانی مین ہے صاحب پولٹیکل ایجنٹ بہادر بوندیل کھنڈ تمام کامون کی نگرانی فرماتے ہین جب تک ریاست گورنمنٹ کی نگرانی مین ہے رئیس سے مشورہ ضروری نہین صاحب ایجنٹ گورنر جنرل نے تمام شکایتون کے جواب مین یہی لکھدیا

رئیس اور ان کے ہواخواہون کو صرف ایمانداری کی وجہ سے ایسی مخالفت

ہو گئی تھی کہ کرامت حسین صاحب اپنی جان اور آبرو کو خطرے مین جانتے تھے مگر خطرے کے آثار بالکل نمایان نہ ہونے پاتے تھے رات کے دس بجے کے بعد کرامت حسین صاحب اپنے مکان کے دروازے کو خود اندر سے بند کر کے اوسمین قفل ڈالدیتے تھے اور تلوار اور دونالی بندوق اور تمنچہ بھر کر اپنے پاس رکھ لیتے تھے اور چار بجے صبح کو خود قفل کھولدیتے تھے۔

ایفائے وعدہ

جب کرامت حسین صاحب ریاست باونی مین سپرنٹنڈنٹ تھے اوسی زمانہ مین مولوی سید مہدی علیصاحب مرحوم ساکن میرٹھ کالپی مین ڈپٹی کلکٹر ہو کر آئے اور سید کرامت حسین صاحب عید الضحیٰ کے دن اُن سے ملنے گئے کدورہ سے چھ سات میل تک ڈاک مین گھوڑا تھا اوسکے بعد نالہ کے پار سے کالپی تک تانگہ تھا عصر کے وقت جب کرامت حسین صاحب نے کالپی سے چلنا چاہا تو موسلا دھار مینھ برسنے لگا اور مولوی سید مہدی علیصاحب مرحوم نے باصرار کدورہ جانے سے منع کیا سید کرامت حسین صاحب نے جواب دیا کہ مین آج ہی واپس جلنے کا وعدہ کر آیا ہون اور خلاف وعدہ کرنا اخلاقی گناہ کبیرہ جانتا ہون آپ روکین نہین مین ضرور جاؤن گا یہ کہکر تانگہ پر سوار ہوے اور کدورہ چلے بارش کا جوش زیادہ ہوا اور جسوقت نالہ پر پہونچے تو نالہ لبالب بھرا ہوا زور شور سے بہ رہا تھا مغرب کا وقت قریب تھا گاڑیبان کے ہوش جاتے رہے اوسنے عرض کیا کہ مین تو کسی طرح سے بھی نالہ پیر کر پار نہ جاؤن گا سید

فن شناوری کا نمونہ

کرامت حسین صاحب نے کپڑے اتارے لنگی باندھی کپڑے گٹھری مین باندھ کر ساتھ لیے اور نالہ مین کودے پانی کے زور سے دور تک بہ گئے

مگر اوس پار نکلے اور سائیس سے کہا کہ گھوڑے پر زین کسے اوسنے عرض کیا کہ
خوگیر و زین وغیرہ سب ایسے گیلے ہوگئے ہین کہ بندھ نہین سکتے سید کرامت
حسین صاحب نے کہا کہ لگام لگا کر ننگی پیٹھ گھوڑے کو لے آؤ گھوڑا ننگی پیٹھ آیا
اوسپر سوار ہو کر کدورہ روانہ ہوے رات اندھیری تھی پانی برستا تھا بجلی چمکتی
تھی بادل گرجتا تھا کچی سڑک تھی اونچی نیچی زمین تھی جابجا گھوڑے کے سم
گڑھو مین گھس جاتے تھے مگر یہ امور مانع نہ ہوسنے اور کرامت حسین صاحب
دس بجے رات کے قریب کدورہ اپنے گھر پہونچے دروازے پر جو سپاہی پہرہ پر
تھا پہلے تو اوسنے نہ پہچانا اور ٹوکا کہ کون آرہا ہے جب کرامت حسین صاحب
نے آواز دی کہ مین ہون اوسوقت وہ دوڑکر پاس آیا اور بخیرت سلام کیا۔

بجلی کا خوف جاتا رہا

عہد ملازمت باونی مین ایک دفعہ ساون مین کرامت حسین صاحب کو بنیا گاؤن
جانیکی ضرورت پڑی بجز ایک ٹٹو کے کوئی اور سواری نہ تھی بدشواری جالیو
پہونچے شام ہوگئی تھی بارش کا جوش تھا سراے مین ٹھہرے جس کوٹھری مین
تھے وہ متعدد مقام سے ٹپکتی تھی اور پانون پھیلا کر سونا ناممکن تھا ناچار اٹھکر
چارپائی پر بیٹھ گئے اب رعد کی گرج اور بجلی کی چمک بڑے زور سے شروع
ہوئی اور ہر پانچ منٹ کے بعد اندیشہ ہوتا تھا کہ بجلی مندر پر جو سراے کے
پاس ہے گری ہے پیہم رعد کی گرج اور بجلی کی چمک نے سید کرامت حسین
صاحب پر یہ اثر کیا کہ وہ موت کے ڈر سے تھرتھرانے لگے زبان سوکھ گئی
جسم سرد ہوسنے لگا دس بارہ منٹ یہی حالت رہی اوسوقت کرامت حسین صاحب

نے سوچنا شروع کیا کہ آخر یہ خوف کیسا مرنا ایک بار ضرور ہے اور ایک بار سے زیادہ مرنا محال ہے اگر بجلی گرتی ہے تو گر نے دو اور موت آتی ہے تو آنے دو اس خیال کا فوری اثر تو ہوا کہ لرزہ تھم گیا جسم مین گرمی آئی زبان تر ہوئی اور چارپائی ایک کونے مین بچھا کر صبح تک سوے اور دائم اثر یہ ہوا کہ اسکے بعد تمام عمر کبھی بجلی کی چمک یا کڑک سے دل پر کوئی ڈرانے والا اثر نہوا۔

ذمہ داری کا احساس

جب تک سید کرامت حسین صاحب میر منشی رہے اوسوقت تک اونمین ذمہ داری کا احساس پیدا نہین ہوا تھا تعطیلون مین دفتر کا کام کرنا بہت ناگوار ہوتا تھا اگر کبھی صاحب پولیٹکل ایجنٹ کسی ضروری کام کے لیے اتوار کو یا کسی اور تعطیل مین اپنی کوٹھی پر طلب فرماتے تھے تو بہ مجبوری جاتے تھے مگر خیال کرتے تھے کہ صاحب ظلم کرتے ہین چند بار صاحب کو فرمانا بھی پڑا کہ تم کام تو کرتے ہو مگر ذمہ داری کا احساس تم مین بالکل نہین لیکن جسدن باؤنی کے سپرنٹنڈنٹ ہو کر گئے اوسی دن ذمہ داری کا پورا احساس شروع ہو گیا اور اتوار دن اور تعطیلون کی بالکل پروا نہ رہی ہر وقت یہی فکر رہتی تھی کہ ریاست کے کام اچھی طرح سے پورے ہو جائین اور جتنے کام تھے وہ یون انجام پاتے تھے کہ ایجنسی کے ماتحتون اور رعایا کو اونپر پورا بھروسہ ہو گیا تھا

عفو تقصیر کی مثال

انکی پیشی مین ایک سر رشتہ دار تھا جو نواب صاحب بہادر سے ملا ہوا تھا اور سید کرامت حسین صاحب کی مخالفت مین کامل سعی کرتا تھا بندہ خدا کے نام سے بیسون عرضیان کرامت حسین صاحب کے خلاف ایجنسی مین بھیجتا تھا یہ بات سید کرامت حسین صاحب کو معلوم ہو گئی تھی مگر اوس سر رشتہ دار سے

نہ باز پرس کی نہ اسکو اپنے عہدہ سے ہٹایا لیکن جو امیدین اسکو حضور نواب صاحب بہادر نے دلائی تھین جب اونمین کامیابی نہ ہوئی اسوقت وہ ایک دن سید کرامت حسین صاحب سے اپنی ناشایستہ حرکتون کا اعتراف کرکے عفو تقصیر چاہی اور اس شرط پر کہ آیندہ وہ ایسی حرکتون سے باز رہے گا اوسکو معاف کر دیا۔

نواب صاحب کی شورش اور مولوی کرامت حسین صاحب کا پیغام

جب نواب صاحب بہادر نے بہت سی شورش کی اُسوقت سید کرامت حسین صاحب نے انکی خدمت مین پیغام بھیجا کہ آخر یہ سب نا ملایم طریقے کیون برتے جاتے ہین اگر حضور کو مد نظر ہے کہ ریاست مین سرکاری انتظام نہ رہے اور خود حضور یا ولی عہد بہادر کام کرین تو صاف صاف خریطہ اس مضمون کا تحریر فرمائیے اور مین پر زور سفارش کے ساتھ ایجنسی مین بھیجدونگا نواب صاحب بہادر کو اسکا یقین نہ آیا لیکن جب ۱۸۸۲ء مین ولیعہد بہادر صاحب بالغ ہوگئے سید کرامت حسین صاحب نے ۱۸۸۲ء مین ریاست کا چارج اونکے حوالہ کر دیا۔

تقرری بعہدۂ دیوان اور کارگزاری

ریاست باؤنی کا چارج دینے کی بابت جب خط و کتابت ہو رہی تھی اُسوقت صاحب پولیٹکل ایجنٹ بہادر نے جناب ایجنٹ گورنر جنرل بہادر سنٹرل انڈیا کو لکھا کہ باؤنی کا چارج دینے کے بعد کرامت حسین صاحب کی

نسبت کیا ہو میر منشی کی جگہ خالی نہین اور وہ افسر اپنی دیانت اور لیاقت
کی وجہ سے مستحق ہے کہ اسکو بہتر خدمت سپرد ہو بندیل کھند سے تو یہ تحریر
پہونچی اور ایجنسی بھوپال سے یہ تحریر پہونچی کہ ریاست نرسنگہ گڈھ کے لیے
ایک متدین اور قابل دیوان کی ضرورت ہے صاحب ایجنٹ گورنر جنرل
بہادر سنٹرل انڈیا نے کرامت حسین صاحب کو نرسنگہ گڈھ کے لیے
تجویز فرمایا اور وہ گورنمنٹ آف انڈیا کی منظوری سے نرسنگہ گڈھ مین دیوان
مقرر ہوے پہلے ایک سال کے لیے پھر رئیس کی خوشنودی سے زیادہ دنون
کے لیے جسوقت سید کرامت حسین صاحب نے نرسنگہ گڈھ کا کام شروع
کیا اسوقت وہان کسی قسم کا انتظام نہ تھا مال دیوانی فوجداری پولیس کو جدا جدا
کرنا دفترون کا باقاعدہ کرنا حفظ امن و داددہی کے طریقون کا آسان کر دینا یہ
سب کرامت حسین صاحب نے بنا کیا علاقہ نرسنگہ گڈھ کے زمینداروں نے
ایجنسی مین بہت سی شورش کی اور جو انتظام سید کرامت حسین صاحب نے
واسطے ترقی ریاست بابت آمدنی مال کرنا چاہے تھے اسمین کامیابی نہوئی
نرسنگہ گڈھ کے عہد ملازمت مین سید کرامت حسین صاحب کو پہلے برس
شدید محنت کرنا پڑی تھی اکثر ایسے دن گذرتے تھے کہ چار بجے صبح کو اٹھکر نہانے
کے بعد وہ نو بجے دن تک اپنے ہاتھ سے تمام کاغذات پر حکم لکھتے تھے بعد ازان
کھانا کھاکر چار بجے تک مقدمات دیوانی فوجداری مال وغیرہ اجلاس عام
مین فیصل کرتے تھے پھر نماز ظہر کے بعد وہ پیادہ تمام کارخانے ریاست
کو ملاحظہ کرتے تھے اور مغرب کے قریب واپس آکر نماز مغرب ورزش اور غذا
کے بعد ساڑھے نو بجے شب تک ریاستی کارخانون کی رپورٹ سنتے تھے
نرسنگہ گڈھ مین کسی زمانہ مین ایک ساہوکار دیوان ریاست تہا اسکو خفیف

جنون سا ہو گیا تھا ایک دن کرامت حسین صاحب اپنے حجرے مین سرکاری کام کر رہے تھے کہ بازار کا ایک صراف آیا اور اسنے کہا کہ ساہوکار سابق الذکر میری دوکان پر آیا اور روپیون کی تھیلی اوٹھاکر لے گیا جوشش انتظام کے شوق

ساہوکار کا معاملہ

مین کرامت حسین صاحب خود اپنے ساتھ دو سپاہیون کو لیکر اس صراف کی دوکان پر پیادہ گئے اور ساہوکار مجنون کو سمجھا بوجھا کر اپنی کوٹھی پر معہ اس تھیلی کے لے آئے ساہوکار کو ایک چارپائی پر دیوانخانہ مین بٹھاکر خود کھانے کو اپنے حجرے مین گئے کھانا کھا رہے تھے کہ دیوانخانہ مین بہت زیادہ شور ہوا اور کرامت حسین صاحب نوالہ چباتے ہوے دیوانخانہ مین گئے دیکھا کہ ساہوکار اپنی چارپائی سے اوٹھکر اس طرف جا رہا ہے کہ جدھر تلنگون کے ہتیار رکھے ہین تاکہ بندوق یا تلوار قبضہ مین لاکر یا قتل کرے یا خودکشی پہرے کے تلنگے پر ایسا رعب چھا گیا ہے کہ وہ چلاتا تو ہے مگر کوئی صاف بات اوسکے موٹھ سے نہین نکلتی کرامت حسین صاحب یہ کیفیت دیکھکر ساہوکار کیطرف جو بہت قوی ہیکل تھا جھپٹے اوسکی گردن پر زور سے ایسا گھونسہ مارا کہ وہ گر گیا اسکو پکڑکر مشکین باندھین اور اسکو چارپائی پر کسکر کھانا کھانے چلے گئے جب کھانے سے فارغ ہو کر دیوانخانہ مین آئے تو دیکھا کہ ساہوکار کے بہت سے رشتہ دار اور ملازم جمع ہین اور اونھون نے بہت سی عاجزی کی اور عرض کیا کہ یہ بہت معزز ہے اور گو اسنے ارتکاب جرم سنگین کا اقدام کیا ہے لیکن آپ مقدمہ قائم نہ کرین اور رحم کھاکر چھوڑ دین کرامت حسین صاحب نے انکی التجا کو قبول کر کے چھوڑ دیا گھر جاتے ہی ساہوکار نے پولیٹیکل ایجنٹ گورنر جنرل اور گورنمنٹ آف انڈیا کو تار دے کہ کرامت حسین صاحب مجکو گھر سے

پکڑ کر لے گئے مارپیٹ کی اگاڑی پچھاڑی لگا کر جلس بھیجا گیا۔ ایجنٹ گورنر جنرل نے صاحب پولٹیکل ایجنٹ کو لکھا کہ کرامت حسین صاحب سے کیفیت طلب کرنا چاہیے اور اگر ضرورت ہو تو اوسپر مقدمہ قائم کرنا چاہیے کرامت حسین جناب سے کیفیت طلب ہوئی اور اونھون نے تمام واقعات بے کم و کاست لکھدیے ریاست کے معتبر اہلکارون نے کہا کہ سچے واقعات لکھنا ضرور نہین ہین ساہوکار اپنے بیان کو ہرگز ثابت نہ کرسکیگا اور ریاست مین اوسکو گواہ نہ ملینگے سچ لکھدینے سے مقدمہ قائم ہو جانے کا اندیشہ ہے لیکن کرامت حسین صاحب نے انکے مشورہ کو نہ مانا اور سب واقعات صاف صاف لکھدیے کہا کہ اگر مقدمہ قائم ہو تو میرے فعل کا نتیجہ ہوگا لیکن صاحب پولٹیکل ایجنٹ نے اونکی مدد کی اور مقدمہ قائم نہوا۔

راجہ صاحب کے لڑکی کی شادی

راجہ صاحب سابق کی ایک صاحبزادی کی شادی راجپوتانہ کی ایک ریاست مین ٹھیری اور برات ساون بھادون مین نرسنگہ گڈھ آئی براتیون کے ٹھہرنے کے لیے کوئی اور مکان سواے اس کوٹھی کے جس مین کرامت حسین صاحب رہتے تھے نہ ملا اور کرامت حسین صاحب نے بہ کمال فرحت کوٹھی کو براتیون کے لیے خالی کر دیا دس بارہ دن تک یہ طریقہ رکھا کہ پہاڑ کے اس قلعہ پر جاکر جسمین خود راجہ صاحب رہتے تھے چھ بجے صبح سے گیارہ بجے رات تک ریاست کا کام اور برات کا انتظام کرتے تھے اور گیارہ بجے رات کو پابرہنہ قلعہ سے اتر کر برستے پانی مین شہر کے دوسری طرف کے پہاڑ پر جہان مندر اور پاتال پانی تھا جاتے تھے اور وہین باقی رات بسر کرتے تھے شدت بارش سے

ایک شب کو ایسا ہوا کہ بوچھار اور ٹپکنے کی وجہ سے سونا نصیب نہوا قلعہ کا فاصلہ پاتلا پانی سے قریب ڈیڑھ میل کے ہے راہ مین پتھرون اور کنکریون کی وجہ سے پاؤن فگار ہو جاتے تھے لیکن پا برہنہ چلنے کی ضرورت اسوجہ سے پڑتی تھی کہ پتھرون پر کائی جمی ہوئی تھی اور پھسل کر گرنے کا خوف رہتا تھا۔

ڈاکہ برسات کے دنون مین ایکبار آٹھ بجے دن کو خبر ملی کہ فلان گاؤن مین جو نرسنگہ گڈھ سے پندرہ میل پر ہے ڈاکہ مع قتل واقع ہوا ملزمان گرفتار ہوگئے کرامت حسین صاحب اسوقت گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوگئے راہ سیاہ بارود کا بر زمین ہو کر گزرتی تھی اور گھوڑے کے سم چار چار انچہ زمین مین دھنس جاتے تھے پندرہ میل بدشواری کوئی سات گھنٹہ مین طے ہوئے پہونچتے ہی گواہون کے اظہار لکھے ملزمون کے بیان لیے اور آٹھ بجے رات تک دورہ سپرد کرنے کا حکم لکھکر حکم دیا کہ ملزمان اجنبی بھوپال کو بمقام سیہورہ چالان کردیے جائیں مغرب کے بعد سے آٹھ بجے تک جو بیانات اور حکم لکھے وہ مشعل کی روشنی اور کیڑون کے ہجوم مین بدشواری لکھے گئے اسی وقت آٹھ بجے رات کے سوار ہو کر مشعل کی روشنی سات لیکر تین بجے شب کے قریب بدشواری نرسنگہ گڈھ پہونچے۔

راجہ صاحب نرسنگھ گڈھ کو شکار کا شوق

راجہ صاحب کو شکار کا شوق اور کتون سے عشق تھا ایک بار ایک تیندوا زخمی ہو کر جھاڑی مین جا چھپا حضور راجہ صاحب اسکی تلاش مین کتے لیکر چلے ایک کتا جسپر راجہ صاحب عاشق تھے زخمی تیندوے کی بو پاکر اس جھاڑی مین گیا جس مین تیندوا تھا تیندوے نے کتے کو پکڑ لیا ساد

کتا چلایا اوسکی آواز دردناک سُنکر راجہ صاحب کا رنگ فق ہو گیا کتے کا محافظ
نور کرامت حسین صاحب اُنکی پُر اضطرار حالت دیکھکر کتے کے بچانے کو دوڑے
جھاڑی مین جاکر دیکھا کہ تیندوا کتے کو پکڑے ہے اور دونون جھاڑی کے اندر
لوٹ پوٹ ہو رہے ہین نہ گولی لگانے کا موقع ہے نہ تلوار کے وار کا کتے کے
محافظ نے ہمت کر کے تیندوے کی دُم پکڑ لی اور سید کرامت حسین صاحب نے
میان سے تلوار نکال کر تیندوے کے حلق پر رکھکر سب پیپلا اوسکے پیٹ مین
اتار دیا جس سے وہ مر گیا اور کتے کو چھڑا لیا راجہ صاحب کی حالت مضطر نے
کرامت حسین صاحب کو بیچین کر دیا یہ سوچنے کا موقعہ نہ دیا کہ اپنے کو کس خطرے
مین ڈالتے ہین۔

سید کرامت حسین صاحب کی مشقت اور محنت

یہ تو نرسنگہ گڈھ مین اکثر ہوتا تھا کہ کرامت حسین صاحب صبح سے بارہ بجے تک چالیس میل گھوڑا دوڑا کر آتے اور نہا کر شام تک کچہری کا کام کرتے تھے۔

ایکبار جون مین جب شدت سے لون چل رہی تھی ٹھیک بارہ بجے دن کے بھوپال سے
نرسنگہ گڈھ تک صرف ایک گھوڑے پر چلے آے اور کوٹھی پر پہونچکر خود آرام نہ کیا بلکہ اصطبل
مین گئے اور چار سائیسون کو بُلا کر گھوڑے کی مالش کرانے لگے چھ بجے شام کے قریب
حضور مہاراجہ صاحب تشریف لاے پوچھا کیا کر رہے ہو کرامت حسین صاحب نے کہا کہ
اس اکیلے گھوڑے پر پانچ گھنٹہ مین بیالیس میل آیا ہون اب اسکی مالش کرا رہا ہون
کہا یہ گھوڑا ضرور مر جائیگا کرامت حسین صاحب نے عرض کیا نہین دوسرے دن صبح
کو راجہ صاحب پھر گھوڑے کو ملاحظہ فرمانے تشریف لائے اور اسکو اچھا پایا۔

باب سیوم

سفر لندن و بارسٹری

نرسنگھ گڈھ کے زمانہ ملازمت مین عجیب اتفاق پیش آیا جو سید کرامت حسین صاحب کو انگلستان لے گیا ۱۸۸۵ء کے آخر مین سرلیپل گریفن صاحب بہادر جو اسوقت ایجنٹ گورنر جنرل سنٹرل انڈیا تھے تبقریب دورہ نرسنگھ گڈھ کی سرحد پر خیمہ زن ہوے ریاستی دستور کے موافق سید کرامت حسین صاحب اور ایک اور معتمد ریاست استقبال کو گئے راہ کٹنے کے لیے دونون باہم مختلف مضامین پر باتین کرتے جاتے تھے سید کرامت حسین صاحب نے معتمد سے پوچھا کہ آپ اپنی زندگی کا مقصود کیا جانتے ہین معتمد صاحب نے سوال کا مطلب نہ سمجھا اسوقت سید کرامت حسین صاحب نے کہا کہ اگر آپ یہ سوال مجھ سے پوچھین تو میرا جواب یہ ہوگا کہ اول مین ڈاکٹری سیکھ کر بے منت خلق قوت لایموت حاصل کرون بعد ازان جتنا وقت بچے وہ سب قوم کی بہبودی مین صرف کرون جب استقبال سے شام کے وقت واپس آئے اسوقت سید کرامت حسین صاحب عرض حال کے لیے راجہ پرتاب سنگھ صاحب والی ریاست

سے کے حضور مین گئے ضروری حالات سُن لینے کے بعد راجہ صاحب ممدوح نے پوچھا کہ تم سے اور معتمد سے راہ مین کیا بات چیت ہوئی۔ سید کرامت حسین صاحب نے مقصود زندگی کے سوال و جواب کا ذکر کیا اور آخر مین کہا کہ مجکو اپنی بابت تو یہ خیال کرنا شیخ چلی کا منصوبہ ہے مگر جن لوگون کے اختیار مین تمام سامان ہے افسوس تو یہ ہے کہ انکو اپنے ملک و قوم کی درستی کا ذرا بھی خیال نہین ہے راجہ صاحب نے فرمایا اس کا کیا مطلب ہے سید کرامت حسین صاحب نے کہا کہ مثلاً حضور ولایت تشریف لیجائین اور وہان امور انتظامی سے آگاہی حاصل فرمائین اور واپس آکر ملک کو درست فرمائین تمام راجپوت رئیسون کو طلب علم و اصلاح ریاست وغیرہ پر آمادہ کرین تو گورنمنٹ آپ کی بہت عزت کرے اور خدا بہت خوش ہو حضور ممدوح نے فرمایا کہ ہم لندن جانے پر آمادہ ہین کرامت حسین صاحب نے کہا کہ سمندر پار جانا آپ کی برادری کو معیوب معلوم ہوگا آپ ایسا کیونکر کرسکتے ہین فرمایا کچھ ہو ہم تو جائینگے سید کرامت حسین صاحب نے کہا کہ مجکو بھی ساتھ لیجیے اور اجازت دیجیے کہ وہان رہکر ڈاکٹری پڑھون حضور ممدوح نے قبول فرمایا جب صاحب ایجنٹ گورنر جنرل اور صاحب پولیٹیکل ایجنٹ نرسنگہ گڈھ مین پہونچے اسوقت راجہ صاحب ممدوح کے ولایت جانیکا تمام انتظام ہو گیا مگر صاحب پولیٹیکل ایجنٹ نے سید کرامت حسین صاحب سے کہا کہ جب راجہ صاحب بہادر تمکو ریاست کے صرف سے ولایت لیئے جاتے ہین اور رخصت معہ تنخواہ دیتے ہین لازم ہے کہ تم ڈاکٹری نہ پڑھو کیونکہ اس سے ریاست کو بڑا نفع نہین ہو سکتا بیرسٹری کی سند اور اظہار شکر کے لیے پھر ریاست نرسنگہ گڈھ مین آکر اُسکا انتظام کرو۔ کرامت حسین صاحب

نے اس رائے کو مان لیا حضور راجہ پرتاب سنگہ بہادر سنہ ۱۸۸۶ء مین انگلستان
تشریف لے گئے سید کرامت حسین صاحب اونکے ساتھ تھے آخر جولائی سنہ ۱۸۸۶ء
تک تو راجہ صاحب ممدوح نے مختلف مقامات کی سیر فرمائی پھر دل سیر ہوکر ہند
کو روانہ ہوگئے سید کرامت حسین صاحب نے مڈل ٹمپل مین شریک ہونا چاہا چونکہ
ہندوستان مین کوئی انگریزی امتحان کبھی نہین دیا تھا اسلیے تاریخ انگریزی و زبان
انگریزی مین ایک ابتدائی امتحان انکو دینا پڑا تا کہ بارسٹری مین بھرتی ہونیکے
لیے متصف ہون اس ابتدائی امتحان کیلیے تاریخ انگریزی اسقدر یاد کی تھی کہ ابتدا سے آخر
تک اور آخر سے ابتدا تک حفظ پڑھ جاتے تھے جب مینے یہ واقعہ سنا مینے کرامت حسین صاحب سے
کہا یہ کیا حرکت تھی فرمایا مین مثل اس گھوڑے کے تھا جو گھوڑ دوڑ مین نہ دوڑا ہو
اور جسکو مطلق نہ معلوم ہو کہ گھوڑ دوڑ کسکو کہتے ہین مینے بگ ٹٹ بھاگنا شروع کیا
اس ابتدائی امتحان مین لاطینی زبان بھی تھوڑی جاننا ضرور ہے مگر ہندیون
کو اسوقت معاف کر دیتے تھے ابتدائی امتحان پاس کرنے کے بعد سید کرامت
حسین صاحب نے رومن لا شروع کیا اور سال بھر مین اوسکا امتحان دیدیا جسدن
پاس ہونیکی خبر ملی اوسیدن اخیر امتحان بارسٹری کی تیاری کی اور تمام کتابین
جو امتحان مین پڑہائی جاتی تھین اوسیدن مول لین انکے سب صفحہ گنے اور حساب کیا
کہ روزانہ بالالتزام کم سے کم دس صفحہ کے مطالب یاد کر لیے جائین تو ایک سال مین

لہ افسوس سید کرامت حسین صاحب کے ولایت کے حالات نہ معلوم ہوئے کن کن روسا اور کاملین
سے ملے کن کن کھانون اور جلسون مین شریک ہوے صرف اسقدر معلوم ہوا ہے کہ جناب ملکہ معظمہ
کی انوبیگ پارٹی یعنی اسٹیٹ بال مین شریک ہوے تھے سید کرامت حسین جلسون مین
زیادہ نہ گئے ہونگے کہ اونھون نے اپنا تمام وقت لندن مین بھی طلب علم مین صرف
کیا تھا۔

کامیاب ہوتا ممکن ہے اور جو قصد کیا تھا اسکو پورا کر دیا۔ بارسٹری امتحان کی تیاری کرنے کے زمانہ مین سید کرامت حسین صاحب کے اوقات حسب ذیل تھے پانچ بجے صبح سے جاگ کر نماز و ضروریات زندگی سے فارغ ہو کر آٹھ بجے تک بارسٹری کے امتحان کی کتابین بالالتزام پڑھتے اور یاد کرتے تھے آٹھ بجے نہا کر ساڑھے آٹھ بجے ٹھیک حاضری کھاتے پھر اوسکے بعد تقریبًا دس بجے دن تک تفریحًا باہر ٹہلنے جاتے تھے اور ٹھیک دس بجے گھر واپس آکر ایک بجے دن تک پھر پڑھتے تھے اوسکے بعد ٹفن کھا کر اور نماز وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے پانچ چھ میل روزانہ پیادہ چلتے تھے اس پیادہ روی اور سیر مین جو کچھ دن کے چھ گھنٹہ مین پڑھ چکے تھے اوسکو سوچا کرتے تھے کہ کتنا یاد ہے اور کتنا نہین جیب مین کاغذ و پنسل رکھتے تھے جو یاد نہوتا تھا اوسکی بابت درج کرتے تھے اور دوسرے دن یاد کر لیتے تھے پانچ بجے گھر واپس آکر چاء پیتے تھے اوسکے بعد پھر گھر سے بلا ضرورت خاص باہر نہ نکلتے تھے دوستون یا گھر کے رہنے والون سے علمی یا خوش کن مضامین پر باتین کرتے رہتے تھے ساڑھے نو بجے شب کو اپنے سونے کے کمرہ مین جا کر عمومًا دس بجے سے پہلے سو جاتے تھے اس التزام کا یہ نتیجہ ہوا کہ سید کرامت حسین صاحب سال بھر بعد پہلی ہی بار آخر امتحان مین شریک ہوے اور پہلی ہی بار پاس ہوگئے سید کرامت حسین صاحب کے اوسوقت کے قانونی مبلغ علم کا اندازہ ایڈورڈس صاحب بیرسٹرایٹ لا کی سند مرقوم ۷ اجنوری ۱۸۸۹ع سے ہوسکتا ہے وہ بدین خلاصہ ترجمہ فرماتے ہین ،، سید کرامت حسین کا علم قانون انگریزی وسیع اور متنوع ہے اور امتحان کی ضرورتون سے بہت زیادہ ہے اصول قانون کے کلیات و جزئیات مسائل کا احاطہ انکو اس درجہ ہے کہ وہ اس سے وکالت مین کام لے سکتے ہین۔

آخر امتحان بارسٹری دینے کے بعد سید کرامت حسین صاحب نے چاہا کہ باقی ٹرم (مدت) معاف ہوجائین اور ہندوستان آنے کی رخصت ملجاے مگر افسرون نے اس بات کو منظور نہ کیا اور سید کرامت حسین صاحب کو سال بھر کے قریب اور انگلستان مین بارہ ٹرم پورا کرنیکو رہنا پڑا ۔

سید کرامت حسین صاحب نے رومن لا اور باقی بارسٹری کی کتابین جب یاد کین اوسوقت کوئی نوٹ بک (بیاض یادداشت) نہین بنائی سانڈرس کے بعض حصص امتحان کے لیے مقرر تھے اوسکے اخیر مین جو خلاصہ ستر صفحہ کے قریب تھا وہ ازبر کرلیا تھا اور ڈاکٹر ہنٹر کا چھوٹا اور بڑا رومن لا دونون کو غور سے پڑھا تھا آوٹ لائن ایک فرانسیسی رومن لا کا ترجمہ بھی پڑھ لیا تھا ہالینڈ کا جورس پروڈنس اور انیس کا قانون معاہدہ اور ایڈورڈس کی ریل پراپرٹی ایسی یاد کی تھین کہ اونپر باسانی لکچر دیتے تھے اور یاد ہونے کا معیار یہ تھا کہ آخر کتاب مین جو فہرست الفاظ و مضامین ہوتی ہے اوسکو دیکھین اور بتا دین کہ فلان لفظ یا فلان مضمون کی بابتہ کتاب مین کیا لکھا ہے جب بارسٹری کے امتحان کے قریب سات ماہ کے باقی تھے اوسوقت ایک دن ڈاکٹر

ڈاکٹر لائٹنر سے ملاقات

لائٹنر صاحب کرامت حسین صاحب سے ملنے کو آئے اور کہا کہ میرا ارادہ ایک عربی رسالہ الحقائق نکالنے کا ہے اور مجھ سے شمس العلماء سید علی صاحب بلگرامی نے تمھاری عربی دانی کی بہت تعریف کی ہے مین چاہتا ہون کہ الحقائق کے پہلے نمبر مین ایک ایسا آرٹکل لکھو جس سے اس رسالہ کی عزت و قدر علماء کے نزدیک ہو جاے کرامت حسین صاحب نے کہا کہ میرا اخیر امتحان قریب ہے اور ایسے وقت مین ایسے آرٹکل کیطرف

جو ایشیا، اور یورپ مین الحقائق کو قابل قدر بنا وے توجہ کرنا دشوار ہے ڈاکٹر
صاحب موصوف نے نہایت اصرار کیا اور سید کرامت حسین صاحب نے
با دل ناخواستہ وعدہ کر لیا کہ ایک ماہ کے اندر ایک آرٹکل لکھدینگے وعدہ تو کرلیا
لیکن سوچنا شروع کیا کہ آخر لکھین تو کیا لکھین کون ایسا مضمون لکھین جو عالمانہ
بھی ہو جدید بھی ہو عربی نثاری کی دستگاہ کیوجہ سے عبارت کا تو اندیشہ نتھا
مگر مضمون کی بابتہ البتہ ایک دن اور ایک رات سوچتے رہے کہ کیا ہو جب
سید کرامت حسین صاحب نے تفسیر کشاف کو بالاستیعاب پڑھا تھا اسوقت
اوسمین انکی نظر سے گذرا تھا کہ قرضب مرکب قرض اور قضب سے ہے قرض مین
سے قر لیا ہے اور قضب مین سے "ضب" اور اس طور سے دو ہم معنی ثلاثی
صیغون سے ایک رباعی صیغہ اوسی معنے کا بن گیا ہے سید کرامت حسین صاحب
کے نزدیک یہ توجیہ نہایت علیل تھی اونکی راے بر بناء اصول کلیہ کون و فساد
جسکو اب ارتقا بھی کہتے ہین اور زبانون کے نمو دعروج و انحطاط پر عامل ہے
یہ تھی کہ ثلاثی قضب کو جب باب تفضیل مین لے گئے تو قضّب ہوا اور بعد ازان
ایک ضاد (ض) را (ر) سے بدلکر قرضب ہو گیا اس لفظ کی بنیاد
پر کرامت حسین صاحب نے یہ راے قرار دی کہ عربی آرٹکل مین پہلی تمہید
یہ تمہید کرینگے کہ کلیہ کون و فساد زبان پر بھی عامل ہے اور رباعی ثلاثی سے بنجاتا ہے
اور زمخشری کی تغلیط کرکے بتادینگے کہ قرضب قضب بن گیا ہے قرض اور
قضب سے مرکب نہین اور اس مضمون کو طول دیکر فصحاے عرب کی زبان
مین ادا کرینگے یہ راے قرار دیکر وہ برٹش میوزیم گئے تاکہ عربی کتب لغت
دیکھین اور اسکی مثالین نکالین کہ ضاد اور رے بدل سکتی ہین وہان عربی
کتب کے داروغہ سے ملے اور اونھون نے کرامت حسین صاحب کو ایک کتاب

جس کا نام سر اللیال فی القلب و الابدال تھا دیکھا سید کرامت حسین صاحب نے
اُس کتاب کو نہایت غور سے مختلف مقامات سے پڑھا اور عربی زبان کی بابت
اونھون نے یہ کلیہ بنایا کہ اوسکے اصلی مصادر حکایت صوت سے پیدا ہوتے
ہین اور حروف کے قلب و ابدال سے فرعی مصادر پیدا ہوتے ہین رباعی و
خماسی ثلاثی سے بنجاتے ہین مصادر کے تینون حرفون کو اصل مین فتح ہوتا ہے اور
ماضی واحد مذکر غائب اوسکو صحیح طور سے نمایان کرتی ہے مشتقات و مزیدفیہ
ماضی کے حرفون کے اعراب بدلنے سے پیدا ہوتے ہین لیکن مشتقات و مزیدفیہ
کے کلیہ کو ثابت کرنے کے لیے اونکو یہ سخت دشواری تھی کہ ''الیوم تنساہا،،
کے حرفون کو جنسے مزیدفیہ بنائے جاتے ہین کیونکہ اعراب کی صورت مین ثابت کرین
وعدہ پورا کرنے کو ایک رسالہ لکھدیا جسمین بیان کیا کہ عربی کے اصلی مصادر
حکایت صوت سے بنجاتے ہین اور انکے حرفون کے قلب و ابدال کی چند مثالین
بھی لکھدین لیکن مشتقات و مزیدفیہ بن جانیکی دشواری حل نہوئی فقہ اللسان
یا عربی فیلالوجی کی تکمیل کی غرض سے سید کرامت حسین صاحب نے عبرانی
و سریانی حاصل کرنا چاہی ایک یہودی سے عبرانی پڑھی ہفتہ مین دو بار جاتے
تھے وقت ۹ بجے سے ۱۰ بجے رات تک تھا عبرانی کے معلم نے ایک دن بیان
فرمایا کہ جو حرف ''الیوم تنساہا،، مین ہین اون سے عبرانی مین مزیدفیہ بنانے کا کام
لیتے ہین اور اُن حرفون کو ایک سیاہ تختہ پر لکھا سید کرامت حسین صاحب نے
جب اون حرفون کو سیاہ تختہ پر لکھا دیکھا تو انکا چہرہ بشاشت سے دمکنے لگا وجد
کی حالت طاری ہوگئی عبرانی پروفیسر نے پوچھا کہ تمپر یہ کیا حالت طاری ہے
اسکا کیا سبب ہے سید کرامت حسین صاحب نے جواب دیا کہ مین عربی فیلالوجی
(علم اللسان) مین ایک مبسوط کتاب لکھ رہا ہون مینے یہ رائے قائم کرلی ہے

کہ اصلی کلم صادر حکایت صوت سے پیدا ہوتے ہین اور مشتقات و مزید فیہ مصادر
سے کے حروف کو مضموم یا مکسور کرنے سے پیدا ہوتے ہین اوسمین بڑی مشکل یہ پیش
تھی کہ اگر ایسا ہے تو مشتقات اور مزید فیہ مین "سالتمونیہا" کے حروف سے
کیون کام لیتے ہین آپ کے فرمانے سے کہ یہ حروف عبرانی مین مزید فیہ بنانیکے
کام مین آتے ہین میرا ذہن فورًا اسطرف منتقل ہوا کہ یہ حروف زیر و زبر و پیش
کی مختلف صورتین ہین اور جو دشواری مجکو اپنی راے کے ثابت کرنے مین تھی وہ
جاتی رہی اسوجہ سے مین فرحناک ہون اور خوشی سے میرا چہرہ دمکتا ہے

جرمنی زبان کی تحصیل اسی زمانہ مین اونھون نے جرمنی زبان سے بھی آگاہی حاصل کی اسلیے کہ جرمنی سیکھنے
پر مجبور ہوجاوین سید کرامت حسین صاحب ہانڈل برگ کے
قریب ایک ایسے گاؤن مین جا کر رہے تھے کہ جہان کوئی انگریزی نہین جانتا تھا
بارسٹری کا امتحان دینے اور کال یعنے بیرسٹر ہوجانے کے بعد
سید کرامت حسین صاحب نے جولائی ۱۸۸۵ء مین ہندوستان روانہ ہونیکی
تیاری کردی دل مین بہت خوش تھے کہ یہ کامیابی گھر جا ئینگے اپنے بڑے
بھائی سید عنایت حسین صاحب سے (جنکو سید کرامت حسین صاحب کی ترقی
کی تمنا حد سے زیادہ تھی اور دوستون سے کہا کرتے تھے کہ اب وہ
بارسٹر ہوکر آتا ہے۔ فلان فلان رفاہ عام کے کام مین اوس سے پوری مدد ملیگی)
ملینگے انکو اور باقی عزیزون اور دوستون کو شاد کام کرینگے فرط اشتیاق سے
من در چہ خیالیم فلک در چہ خیال پیش نظر نہا۔

لندن سے واپسی جسدن سید کرامت حسین صاحب لندن سے
روانہ ہوکر بمبئی پہونچے اُسیدن اُنکو اپنے بھتیجے

ملک جرمن مین ایک مشہور شہر ہے۔

سید افضل حسین کا خط لکھنؤ سے ملا کہ سید عنایت حسین صاحب بہت علیل ہین جلد آؤ سید کرامت حسین صاحب نے تار دیا کہ ذریعۂ تار جلد جواب ہو اب کیسے ہین جواب ملا کہ اونکا انتقال ہوگیا سید کرامت حسین صاحب کو اس خبر سے بہت ہی صدمہ ہوا مگر ضبط و استقلال سے کام لیکر اوسی شب لکھنؤ روانہ ہوے وہان پہونچکر دیکھا کہ بھائی صاحب مرحوم کی بیوہ اونکے دو بیٹے تین بیٹیان سب کو سید کرامت حسین صاحب کے تکفل کی ضرورت ہے علاوہ اُن کے خود سید کرامت حسین صاحب کی ایک بیٹی بھاوج کے ساتھ ہے سید کرامت حسین نے رسمی پرسے کے بعد اپنی بھاوج اور بڑے بھتیجے کو اطمینان دلایا کہ پریشان نہون مین موجود ہون خدا مدد کرے گا اپنے بڑے بھائی مرحوم کے اعقاب کی دیکھ بھال کرکے سید کرامت حسین صاحب سیدھے نرسنگھ گڈھ گئے حضور راجہ پرتاب سنگھ صاحب کا سچا شکریہ ادا کیا کہا کہ حسب اقرار مین حاضر ہون حضور ممدوح نے نہایت مہربانی سے فرمایا کہ اب ہم آپ کو اپنی ریاست مین نہ رکھینگے آپ کی لیاقت زیادہ ہے۔

تقرری بر عہدۂ مدار المہام

نرسنگھ گڈھ سے جواب ہونے کے بعد سید کرامت حسین صاحب نے اپنا نام ہائی کورٹ الہ آباد مین درج کرایا لیکن بیرسٹری شروع کرنے سے پہلے حضور مہاراجہ صاحب بہادر اوڑچھہ[1] نے بہ منظوری گورنمنٹ آف انڈیا انکو اپنی ریاست مین مدار المہام کر دیا تھوڑے ہی دن مین ایسی صورت پیش آئی کہ سید کرامت حسین صاحب کو اوڑچھہ سے جدا ہونا پڑا حاصل اسباب یہ تھا کہ حضور مہاراجہ صاحب بہادر ملکی مصلحت کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ اور

[1] بندیلکھنڈ مین ایک ریاست ہے۔

کرامت حسین صاحب خالص راستی کو اور جو حالت اہل دنیا کی اسوقت ہے اوسمین ملکی مصلحت خالص سچ کو دبالیتی ہے۔

بھتیجی اور دختر کا عقد

ملازمت اودھ کے زمانہ مین سید کرامت حسین صاحب کو اپنی بڑی بھتیجی کا عقد کرنا پڑا گو اُن کی یہ راے پختہ ہو چکی تھی کہ عقد مانند اور ضروریات زیست کے ہی اسمین وہ سامان تو لازم ہے جو خانہ داری کے لیے ضروری باقی نمائش فضول ہے تاہم سید کرامت صاحب نے تین سو روپیہ نمائش ظاہری مین صرف اسلیے صرف کیا کہ لوگ یہ نہ کہین کہ باپ زندہ ہوتے تو وہ ضرور دھوم دھام کرتے اور اس بات کے ثبوت کے لیے کہ ایسا صرف کرنا خطا ہے اوسیدن اپنی دختر کا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا اور دختر کو نہ زیور دیا نہ جدید کپڑے بناے ایک نقد رقم داماد کو دی کہ اوس سے جو سامان پسند ہو خرید کرلین۔ دونون نکاح یکے بعد دیگرے ہوے قدیم اسلامی شعار کے حضرات مین سے ایک صاحب منشی سید جاوید حسین صاحب تحصیلدار ساکن ضلع بجنور موجود تھے وہ سید کرامت حسین صاحب کے پاس آئے اور فرمایا کہ مین آپ کی اس سادگی پر آفرین کہتا ہون آپنے بھتیجی کے لیے تو بہت سا صرف کیا اور اپنی خاص بیٹی کو کمال سادگی سے بیاہ دیا سید کرامت حسین صاحب نے کہا کہ اگر بھابی صاحبہ وغیرہ عزیزون کے صدمہ کا اندیشہ نہوتا تو یہی سادگی بھتیجی کی بابت بھی ہوتی۔

آغاز بیرسٹری

نومبر ۱۸۹۰ء سے سید کرامت حسین صاحب نے بیرسٹری شروع کی عادت راستبازی اور صاف گوئی کی تھی معاملہ ایسے لوگون سے جنکے نزدیک ایک جھوٹ مین دس جھوٹ کا ثواب ہے روپیہ پاس نہین بھائی صاحب مرحوم کے عیال اور اپنی دختر کا بار سر پر الہ آباد

مین سب اجنبی ملاقات صرف مولوی سید مہدی علی صاحب ڈپٹی کلکٹر سے
جو سرکاری ملازمت کی وجہ سے دوسری جگہ بدلنے کو پابرکاب ہو سپر طرہ یہ
کہ عام نظرون مین مسلمان بارسٹر نالائق سمجھے جاتے تھے اِن اسباب کے مجموعے
نے سید کرامت حسین صاحب کی صحت پر بہت ہی خطرناک اثر کیا ایک بار
تو وہ ہجوم افکار سے بیہوش ہو کر ہائیکورٹ کے زینہ سے گر پڑے۔

بیرسٹری کا پہلا دن

پہلے ہی دن جب وہ ہائیکورٹ مین گئے اور
کتب خانہ ہائیکورٹ مین (اسوقت تک بارسٹرون
اور وکیلون کے کمرے جداگانہ تعمیر نہ ہوے تھے) داخل ہوے تو وہان نواب
عبدالمجید صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ سید عبدالرؤف صاحب اور خان بہادر
مولوی غلام مجتبی صاحب سے ملاقات ہوئی سید کرامت حسین صاحب کے اس
انقلاب پر بڑی حیرت ہوئی کہ کہان تو پہلے مولوی یا مجتہد تھے اسکے بعد
میر منشی ہوے پھر سپرنٹنڈنٹ اور اب بارسٹر ہین "ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا"
سچ تو یہ ہے کہ جو تغیر اور حیرت ناک انقلاب سید کرامت حسین صاحب کی
زندگی مین ہوے وہ بہت ہی کم واقع ہوتے ہین پہلے مہینے مین انکو کچھ صرف
ملے دوسرے مین ڈیڑھ سو بعد ازان بحساب اوسط اس سے کم کبھی نہ ملا
سنین مابعد مین انکی پانچ اور چھ ہزار سالانہ کی اوسط آمدنی تھی۔

مسٹر محمود سے ملنے کی ابتدا

نومبر ۱۸۹۰ء مین جب سید کرامت حسین صاحب
نے الہ آباد مین بارسٹری شروع کی اُسوقت سید محمود صاحب جنت مکان
مرحوم ہائیکورٹ مین جج تھے سید کرامت حسین
صاحب نے لوگون سے سُنا کہ انکو مسلمان
بارسٹرون سے کراہت ہے وہ انکو بے استعداد و نالائق جانتے ہین سید

لہ جواب قائم مقام جج ہائیکورٹ ہین ؁ کئی برس ہوے انتقال فرمایا۔

اگرچہ کرامت حسین صاحب کا اول تو مزاج عزلت پسند اوسکے بعد یہ خبر کہ جسٹس محمود کو مسلمان بارسٹرون سے عام کراہت ہے اسلیے کسی طرح رغبت نہین ہوتی تھی کہ جسٹس محمود سے ملنے جاتین چونکہ وہ جج تھے اس عرف نے سید کرامت حسین صاحب کو مجبور کیا کہ ایکبار جائین بکراہت گئے اور مسٹر جسٹس محمود اپنی خاص حالت مین اس کمرے مین جو برساتی کے بعد تھا تشریف لائے چند منٹ سرسری صحبت کے بعد ملاقات ختم ہوئی تھوڑے ہی دن بعد عید آئی اور دوستون نے اصرار کیا کہ مسلمان ہو مسلمان جج کے یہان ضرور جاؤ سید کرامت حسین صاحب بادلِ ناخواستہ گئے اوسی کمرہ مین جسمین پہلے ملاقات ہوئی تھی بیٹھنے کا حکم دیا بہت ہی تلخکامی سے وہان بیٹھے جسٹس صاحب اپنی حالت خاص مین تشریف لائے اتفاق سے جج صاحب نے پوچھا کہ تم سید حامد حسین صاحب کو جانتے ہو سید کرامت حسین صاحب نے عرض کیا کہ وہ میرے چچا تھے اور مین اُنکا شاگرد ہون یہ سنتے ہی جسٹس صاحب اپنی کرسی سے اوٹھے بڑی محبت سے معانقہ کیا فرمایا آپ میرے کلبۂ احزان مین تشریف لائے اور کتب خانہ مین جہان اکثر رہتے تھے لے گئے۔

مسٹر محمود کی قدر افزائی

تھوڑے دنون کی صحبت کے بعد یہ نوبت پہونچی کہ جسٹس صاحب یا تو خود ہائیکورٹ سے گھر جاتے وقت سید کرامت حسین صاحب کو اپنے گھر لیجاتے تھے یا اپنے گاڑی اور جوڑی طلب مین بھیجتے تھے۔ فقہ قانون فلسفہ منطق ادب عربی فارسی اخلاق علم القوم وغیرہ کے مباحث پر باتین ہوتی تھین چندبار تو صحبت نے یہ طول کھینچا کہ سید کرامت حسین صاحب تین بجے شب کو گھر واپس آے ان طولانی صحبتون اور مباحث علمیہ کا یہ اثر سید محمود صاحب پر ہوا کہ انھون نے

سید کرامت حسین صاحب سے کہا کہ علیگڈھ کالج کے لیے قانون کے پروفیسر کی ضرورت ہے تم اُس عہدہ کو قبول کر لو اور جسٹس اسٹریٹ سے جاکر مل بھی لو سید کرامت حسین صاحب نے جواب دیا کہ مجھ مین دو سقم ہین جناب سر سید احمد خانصاحب کو تعلیم نسوان سے نفرت ہے اور مین اوسپر دلدادہ ہون شاید میری مخالفت اُنکی راے مین مجکو پروفیسری کے لیے موزون نہ جانے دوسرے یہ کہ مین سمیع اللہ خانصاحب کے بورڈنگ ہاؤس کمیٹی کا ممبر ہون ممبری سے تو مین استعفا دیدونگا مگر تعلیم نسوان جان کے ساتھ ہے رہا جسٹس اسٹریٹ کے یہان جانا اوسکی یہ حالت ہے کہ آپ حضرات نے یہ طریقہ مقرر کیا ہے کہ چھٹی لکھو وقت مقرر ہو تب ملنے آؤ۔ مین ایسا نہین کرنا چاہتا فرمایا ابا جانی ایسے تنگ خیال نہین ہین کہ تعلیم نسوان مین اُنکی راے کے خلاف ہونے سے وہ تمکو پروفیسر کرنا پسند نکرینگے جسٹس اسٹریٹ صاحب کو تم چھٹی نہ لکھو مین وقت مقرر کرا دونگا۔

مسٹر محمود کی راے

سید کرامت حسین صاحب کی پروفیسری کی بابتہ جو خط مرقوم ۹ جنوری ۱۸۹۰ء جناب سید محمود صاحب نے ڈاکٹر سر سید احمد خانصاحب کو لکھا اوسمین بدین خلاصہ ترجمہ فرمایا۔ مجھے خوب اطمینان ہے کہ سید کرامت حسین صاحب کو علم اور زبا نہاے عربی و فارسی مین مستثنے دستگاہ ہے حنفی اور شیعی فقہ کے اون مباحث کی جو ہندی عدالتون مین جاری ہین سمجھنے اور بیان کرنے مین اُنکو غیر معمولی ملکہ ہے مین سید کرامت حسین کی عقلیات دانی کو جسمین منطق و فلسفہ و مابعد الطبعیہ شامل ہین ایسا جانتا ہون کہ اُسکی وجہ سے وہ کلیات علم قانون کے دقیق مباحث پر حاوی ہین۔

علیگڈھ مین تقرری بعہدۂ پروفیسری قانون

۱۸۹۰ء مین سید کرامت حسین صاحب علیگڈھ کالج مین قانون کے پروفیسر مقرر ہوے وہان اونھون نے جورس پروڈنس پروہ لکچر دیے جو بعد مین سائنس آف لا کی صورت مین طبع ہوے اور رائٹ اینڈ ڈیوٹی

قانون شہادت پر بھی بہت ہی نافع اور دقیق لکچر دیے تھے وہ مسودات ہی مین رہے طبع کی نوبت نہ آئی اور باوجود تلاش کے دستیاب نہوسے جسوقت سید کرامت حسین صاحب قانون کے پروفیسر علی گڈھ مین مقرر ہوے اسوقت ایل ایل بی کے لیے بی اے کی شرط نہ تھی پروفیسری کے عہد مین بی اے کی شرط لگی اسوجہ سے لا کلاس کی آمدنی مین کمی ہوئی اسکے علاوہ پرنسپل صاحب کالج کو کرامت حسین صاحب کی رائین کالج کے باب مین ناپسند ہوئین اور اونھون نے سر سید مرحوم کو آمادہ کیا کہ سید کرامت حسین صاحب کو موقوف کردین ایکدن جب سید صاحب مرحوم ہوا خوری سے قبل نماز مغرب تشریف لاے تو سید کرامت حسین صاحب سے جو اُن کے دولتکدہ پر حاضر تھے فرمایا کہ بی اے کی شرط سے آمدنی لا کلاس کی گھٹ گئی ہے بتاؤ کیا ہو خوب سوچ کر کل جواب دینا سید کرامت حسین صاحب نے کہا اسمین تو ذرہ بھر بھی سوچنے کی بات نہین ہے جناب مجکو موقوف کردین اور صاحبزادہ آفتاب احمد خانصاحب کو قانون کا پروفیسر مقرر فرمادین اس راے کو سر سید صاحب نے پسند کیا اور فرمایا پہلے ایک سال کی بلا تنخواہ رخصت لیلو بعد مین دیکھا جائیگا

علیگڈھ کی پروفیسری سے کنارہ کشی

آخر دسمبر ۱۸۹۶ء تک سید کرامت حسین صاحب

محمڈن کالج مین قانون کے پروفیسر رہے، اوسکے بعد ایک سال کی بلا تنخواہ رخصت لی اور بعد انقضاے رخصت ہی کنارہ کش ہوگئے۔

میور سنٹرل کالج مین تقرری

محمڈن کالج سے کنارہ کش ہونے کے بعد سید کرامت حسین صاحب چندے میور سنٹرل کالج مین لا ریڈر تھے ایکبار انکو ایک مقدمہ مین باہر جانا پڑا جب واپس آئے تو پرنسپل صاحب نے لکھا کہ آپ جب باہر تشریف لے جاوین تو ہم سے اجازت لیکر جاوین سید کرامت حسین صاحب نے اس شرط کو ناپسند کیا اور استعفا دیدیا جب انکو سمجھایا تو جوابدیا کہ مین اپنی آزادی کو فروخت نہین کر سکتا۔

قانونی پیچیدگیون مین دلچسپی

زمانہ بارسٹری مین یہ حالت رہی کہ مقدمات کے واقعات جتنے ہی زیادہ پیچیدہ اور اُن کے قانونی مسائل جتنے ہی زیادہ مشکل ہون اُتنا ہی زیادہ لطف کرامت حسین صاحب کو بحث مین آتا تھا واقعات کو وہ ہمیشہ زمانی ترتیب یا علت و معلول کی ترتیب مین بیان کرتے تھے پہلے سے ایسا مرتب کر لیتے تھے کہ یہ کہنے کی نوبت نہ آتی تھی کہ فلان بات کہنا بھول گئی سید کرامت حسین صاحب نہ زیادہ گو اور نہ عام پسند مقرر تھے لیکن اداے مطلب مین کبھی اغلاق نہ ہوتا تھا۔ بعض بحثون مین تو یہ نوبت آتی تھی کہ ادھر انھون نے اپیلانٹ کی بحث تمام کی اُدھر ججون نے اپیل ڈگری کرنے کا قصد کر لینا بدزبان جج کے سامنے بحث کرنے سے اُنکے جسم پر رونگٹے کھڑے ہوتے تھے اور حتی الوسع حذر کرتے تھے ہائیکورٹ مین کبھی اونھون نے یہ موقعہ نہ آنے دیا کہ ججون سے بے لطفی کی گفتگو ہو۔

معرکۃ الآرا مقدمات میں یادگار بحث

راستبازی صاف گوئی فطرتی حیا اور عزلت پسندی کیوجہ سے اُنکی بارسٹری کو رونق نہوئی بارسٹری کے عہد میں دو مقدموں میں انھوں نے بہت معرکۃ الآرا بحثیں کین

(۱) الطاف حسین خان بنام آغا علی خان ۱۴ الہ آباد صفحہ ۲۹ ۔ جسٹس محمود کو شبہہ ہو گیا تھا کہ وقف بالوصیتہ شیعوں میں جائز ہے یا نہیں اور انھوں نے مقدمہ اجلاس کامل میں بھیجدیا جسمیں چیف جسٹس اور جسٹس ناکس اور جسٹس محمود شریک ہوے یہ پہلا مقدمہ تھا جسمیں سید کرامت حسین صاحب نے ہائیکورٹ میں بحث کی علیگڈھ سے آکر الہ آباد ہوٹل میں ٹھہرے تھے جولائی کا مہینہ تھا تمام رات حبس اور مچھروں کے مارے نیند نہ آئی تھی فریق ثانی کے وکیلوں نے ایک مولوی صاحب کو لکھنؤ سے اپنی مدد کے لیے بلایا تھا جنھوں نے فقہا اور محدثین کے اقوال کے اناپ شناپ غلط معنے لکھدیے تھے اور وکیل صاحب نے بے سمجھے بوجھے بھروسہ کر لیا تھا اثناء بحث میں وکیل صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کے معنے غلط سمجھے اس فقرے کو ایک ایسے صاحب سے جو ابجد خوان عربی بھی نہ تھے سنکر کرامت حسین صاحب کے کانوں سے بلا مبالغہ گرم ہوا نکلنے لگی تھی اونھوں نے

---

(۱) ساکن بنجاری ٹولہ لکھنو میرے حقیقی پھوپھی زاد بھائی اودھ صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ میں مشہور و معروف شخص تھے خان بہادر کا خطاب بھی تھا ۱۳۰۹ھ میں انتقال کیا مرحمت الدولہ سید غضنفر علیخان سولت جنگ متخلص بہ حکیم خلف اکبر وزیر الدولہ مظفر علیخان اسیر نے تاریخ کہی جسکا ماد کا مصرع یہ ہے ع الطاف حسین خان بہادر افسوس

۱۳۰۹ھ

جسٹس محمود اور جسٹس ناکس پر ثابت کردیا کہ وصیت یا لوقف شیعوں میں جائز ہے اور وقف بالوصیت ناجائز ہو اجلاس کامل کا فیصلہ جسٹس محمود نے لکھا اور جسٹس ناکس نے مختصر سا فیصلہ لکھا جسمین یہ اطمینان ظاہر کیا کہ وقف بالوصیت اور وصیت بالوقف دو جداگانہ مفہوم ہین افسوس ہے کہ ۲۵- الہ آباد صفحہ ۲۳۶- باقر علیخان بنام انجم آرا بیگم اور صادق علیخان بنام انجم آرا بیگم مین پریوی کونسل نے اجلاس کامل کے فیصلہ کو صرف اس بنا پر منسوخ کردیا کہ جب سنی وقف بالوصیت کرسکتا ہو تو شیعہ کیون نہین کرسکتا اور اس فرق کو بالکل نہ سمجھا کہ حنفیون مین وقف ایقاع ہے اور شیعون مین عقد ایسا قانونی فعل ہے جو زندگی مین کامل ہونا چاہیے اگر زندگی مین ناتمام رہجائے تو بعد الموت اوسکا اثر نہین ہوسکتا جیسے کوئی شخص بیع بالوصیت یا ہبہ بالوصیت یا نکاح بالوصیت نہین کرسکتا- جواز کی جو توجیہ پریوی کونسل نے فرمائی وہ بہزار ادب صحیح نہین ہے اگر کسی انگریز پر لندن مین ازدواج مکرر کا جرم قائم ہو تو کیا وہ یہ کہ سکتا ہے کہ جب مسلمان ہند مین دو عقد کرسکتا ہے تو مین کیون نہین کرسکتا یا کوئی مسلمان اودہ کا تعلقدار نہو وہ متبنی کرلے اور جب اسکے اصلی وارث متبنی پر قبضہ جائداد زمینداری کا دعوی کرین تو کہین کہ اگر ہندو متبنی کرسکتا ہے تو مسلمان کیون نہین کرسکتا اس موقع پر ظریف[۱] کا ایک شعر بے ساختہ یاد آتا ہے ؎ صنم کو جب کہا قاتل تو بھنگی کیون نہین کہتے ؛ یہ کیا جلاد ہوسکتا ہے مہتر ہو نہین سکتا-

دوسرا مقدمہ وحید النسا بنام گوردھن داس وقائم علیخان وغیرہ ہو دیکھو ۲۳ الہ آباد صفحہ ۲۔ اس مقدمہ مین یہ بحث تھی کہ جب مرتہن اپنی چارہ جوئی کرکے داہن کی

[۱] ظریف تخلص ہو اور نام سید مقبول حسین برادر حقیقی مولانا سید علی نقی صفی لکھنوی۔

جائداد فروخت کرالے اور پورا زر رہن ادا نہو اوسکے بعد وہی جائداد دوبارہ فروخت ہو تو زر فاضل خریدار کو ملے گا یا مرتہن اول کو پہلے یہ مقدمہ جسٹس بنرجی اور جسٹس ایکمین کی اجلاس مین پیش ہوا سید کرامت حسین صاحب کی بحث کی وجہ سے جسٹس ایکمین نے یہ راے دی کہ خریدار کو ملے نہ مرتہن اول کو جسٹس بنرجی نے کہا کہ مرتہن اول کو ملے نہ خریدار کو اسوجہ سے مقدمہ اجلاس کامل مین پیش ہوا اور اجلاس کامل نے سید کرامت حسین صاحب کے خلاف یہ فیصلہ کیا کہ مرتہن اول کو ملے نہ خریدار کو اجلاس کامل کے فیصلہ کے بعد جو شرح قانون انتقال جائداد سنہ ۱۹۱۰ع مین شیپر ڈانیٹ براؤن نے شایع کی اوسمین اجلاس کامل کے فیصلہ کی نسبت بعد بیان کرنے واقعات کے لکھا ہے کہ اس فیصلہ کے صحیح ہونے مین شک ہے (ملاحظہ ہو شیپر ڈانیٹ براؤن طبع ہفتم مطبوعہ تھیکر اسپنک اینڈ کو کلکتہ صفحہ ۵۲۰) یعنی سید کرامت حسین صاحب کی راے صحیح ہے۔

وحید النساء کے مقدمہ کی بحث کے دوران مین تین دن تک سید کرامت حسین صاحب فنا فی المقدمہ تھے ہر وقت اسی مقدمہ کا نشہ سوار تھا دن بھر اوسی کو سوچتے تھے اور رات کو خواب مین بھی وہی نظر آتا تھا دوبار تو یہ اتفاق ہوا کہ وہ سوتے سوتے چونکے دفتر مین گئے اور اپنی موید دلیلین نیل سے لکھکر چھوڑ آئے اور سو رہے یہ بھی فیصلہ اونھون نے ہائیکورٹ سے کرایا کہ اگر دو شفیع ہمدرجہ ہون تو حنفی فقہ کے موافق دونون بانٹ لینگے۔

اور یہ بھی کہ حنفی نقد کو وقف کرسکتا ہے۔

قانونی تحریر شدہ راے	بہ حیثیت بارسٹری کے جو قانونی رائین

سید کرامت حسین نے لکھی ہین اونمین سے مندرجۂ ذیل بہت قابل قدر لکھی ہین
گورنمنٹ آف انڈیا کے ایماء سے لوکل گورنمنٹ نے چند[1] مسلمانون سے یہ راے
لی تھی کہ جیسا مہر کی تعداد گھٹاکر ڈگری دینے کا عدالتون کو اودھ مین اختیار ہو
ویسا ہی صوبۂ آگرہ مین ہونا چاہیے کہ نہین سید کرامت حسین صاحب نے
مبسوط رسالہ لکھا اور اسکو نومبر ۱۸۹۹ء مین بنام رجسٹرار ہائیکورٹ الہ آباد بھیجا اسمین یہ راے
دی کہ جب مہر معین ہو جاے تب اصول قانون کے مواقف عدالت کو کم کی
ڈگری دینے کا اختیار نہین ہو سکتا جن منصف مزاجون نے خود بھی رائین
لکھین تھین جب سید کرامت حسین صاحب کی راے کو پڑھا تو کہا کہ جتنی رائین
اس باب مین لکھی گئین اُنمین بہترین راے یہی ہے یہ ایک لاجواب کتاب ہے اس سے بہتر غیر ممکن
دوسری راے ۸ فروری ۱۹۰۵ء کو لکھی جسمین یہ ثابت کیا کہ حنفی فقہ مین
طلاق ایقاع ہے اور زوجہ کو اوسکی خبر تک کی ضرورت نہین
تیسری راے لکھی کہ حنفی بیوہ بعد وفات اپنے شوہر کے مہر اُسکو معاف
کر سکتی ہے یہ سنہ ۱۹۰۶ء مین لکھی۔
چوتھی راے جنوری ۱۹۱۳ء مین لکھی جسمین ثابت کیا کہ شیعہ بیوہ لاولد کو
شوہر متوفی کی جائداد غیر منقولہ مین بھی حصہ ملنا چاہیے اور یہ ثابت کیا کہ
نہ ملنے کا مسئلہ رومن لا سے آگیا ہے۔

[1] مجھسے بھی راے طلب کیگئی تھی مین مولانا سید کرامت حسین صاحب کی راے کی تعریف نہین کر سکتا ہون۔ مینے اسکا ترجمہ کرایا تھا اور مفت تقسیم کیا تھا۔ یہ ترجمہ مطبع اعجاز محمدی مین طبع ہوا اور مشفقی سید احمد حسن صاحب رئیس جونپور نے جو بعد کو ڈپٹی کلکٹر ہوے بہایت لیاقت سے ترجمہ کیا تھا۔ موٴلف

مولانا نے جب سے بارسٹری شروع کی اس وقت سے عربی کتابون کا حوالہ شروع ہوا!

جب سے مولانا نے بیرسٹری شروع کی اصل عربی کتابونکا حوالہ بھی دینا شروع کیا اس سے قبل مثلاً بیلی کا یا امیر علی کا یا سرکار کے محمڈن لا کا حوالہ ہوا کرتا تھا مولانا عربی کتابونکا حوالہ دیتے عربی عبارت پڑھتے اوسکے معنے سمجھاتے اور خود ترجمہ داخل کرتے تھے یہ اضافہ مولانا کی وجہ سے ہوا اور انکی ذات پر خاتمہ ہوا مجکو سخت افسوس ہے کہ قانون شرع پر کوئی کتاب انگریزی مین نہین ہے کتابین ہین لیکن ایسی کتاب جسکو جی چاہتا ہے نہین ہے صرف مولانا ایسی کتاب کے اہل تھے اتفاق سے مولانا ساجید عالم مجتہد بیرسٹر اور پھر جج ہوگیا تھا ایسا اتفاق اب پھر ہونا ممکن ہے ایسے پڑھانیوالے جیسے مولانا کو ملے تھے اور پھر ایسا غیر معمولی ذہن وحافظہ کا پڑھنے والا اب پیدا نہوگا سچ یہ ہے کہ جس سانچہ مین یہ لوگ ڈھلتے تھے وہ سانچہ ہی ٹوٹ گیا اب ایسے لوگ پیدا کہان سے ہونگے

باب چہارم

ججی ہائیکورٹ

اور اوسکے بعد کے حالات

جناب سید کرامت حسین صاحب کو بارسٹری سے زیادہ آمدنی نہ تھی عمر زیادہ ہوئی جاتی تھی اسلیے سنہ ۱۹۰۶ء مین اونھون نے یہ خیال شروع کیا کہ آخر سنہ ۱۹۰۰ء مین کام سے کنارہ کش ہوکر الہ آباد سے قریب گنگا پار کسی گاؤن مین جا رہین اور وہان سے روزانہ الہ آباد آکر بسہولت گرلز اسکول کی خدمت کرین اسی خیال سے انھون نے بادلپور جو سٹیشن الہ آباد کے پاس ہے خرید لیا بعض دوستون کے سامنے جب انھون نے اپنا یہ مصمم ارادہ بیان کیا تو دوستون کی آنکھون سے بے اختیار آنسو ٹپکنے لگے سید کرامت حسین صاحب بھی بہت متاثر ہوے اور کہا کہ مین بخوشی آپ حضرات سے جدا نہین ہوتا بلکہ مجبور ہون اور مجکو خود قلق ہے۔

اسی عرصہ مین سر جان ہیوٹ لفٹنٹ گورنر صوبہاے متحدہ کی مندرجہ ذیل

(بہ صیغہ امانت) کا نفیڈنشل چٹھی مرقومہ ۳ دسمبر ۱۹۱۷ء ججی ہائی کورٹ کی بابت آئی۔

کانفیڈنشل۔ گورمنٹ ہوس لکھنؤ ۲ دسمبر ۱۹۱۷ء

عزیز مسٹر کرامت حسین سکرٹری آف اسٹیٹ نے طے فرمایا ہے کہ ہائیکورٹ الہ آباد مین ایک چھٹا جج مقرر کیا جاے اور مجکو ہدایت ہوئی ہے کہ مین اس عہدہ کو آپ کے سامنے پیش کرنے مین آپ کو اطلاع دون اسمین دو شرطین ہین اوّل یہ کہ آپ موافق قاعدے کے ۶۰ برس مین اس عہدہ سے سبکدوش ہونا قبول فرمائین۔ دوسرے یہ کہ آپ سول سرجن سے اپنی تندرستی کا سارٹیفکیٹ حاصل کرین مجکو آپ کے جواب سے مسرت حاصل ہوگی جسقدر جلد ممکن ہو جواب بھیجیے جبتک کہ یہ بات بالکل نہ طے ہو جاے کسی سے اسکا ذکر نہ کیجیے گا اس تقرر کے واسطے جیسا آپ کو معلوم ہے شہنشاہ معظم کے اجازت کی ضرورت ہے سید کرامت حسین صاحب نے راز کو مخفی رکھا۔ سید کرامت حسین صاحب سول سرجن کے پاس گئے اون سے سند چاہی اونھون نے حد سے زیادہ اصرار کیا کہ اس عمر مین سند کیون مانگتے ہو طبیب اور وکیل سے کوئی راز مخفی نہین رکھنا چاہیے سید کرامت حسین صاحب نے کہا کہ مین مخفی رکھنے پر مجبور ہون مگر آپ فرض کرلین کہ ریاست حیدرآباد مین بہت بڑا عہدہ ملتا ہے وہاں کے لیے سند صحت مطلوب ہے صاحب موصوف نے پوری جانچ کے بعد اچھی سند دیدی اور سید کرامت حسین صاحب کے وہ سند حضور مین ہز آنر سر جان ہیوٹ کے بھیجدی عمر کی بابت لکھا کہ سنہ ۱۹۰۲ء مین میرا بنگلہ جلا اوسمین سب کاغذات جل گئے اور میرے پاس کوئی تحریری ثبوت عمر کا نہین ہے ڈل ٹمپل سے دریافت کرونگا جواب ملا کہ وہان سے دریافت کرو ۲۴ دسمبر ۱۹۱۷ء

کونسل میں عمر دریافت کرنیکو تار دیا وہان سے بے سروپا جواب آیا دوبارہ تار دیا اوسکا بھی جواب لغو آیا یہ جواب کرامت حسین صاحب نے چیف سکرٹری صاحب کی خدمت مین بھیجدیے لیکن اونکے پاس چونکہ وہ شکار کو تشریف لے گئے تھے بعد از وقت پہونچے۔

شروع سال سنہ ۱۹۰۱ء مین جو لندن گزٹ شایع ہوا اوسمین کرامت حسین صاحب کا تقرر مشتہر ہو گیا اور پانیر مین بھی ہملٹن صاحب بارسٹر الہ آباد نے ملاحظہ کیا اور خوشی سے جامہ مین نہ سماتے ہوے کرامت حسین صاحب کے پاس آیے پوچھا تمھین جج مقرر ہوے ہو یا کوئی اور تمھارے نام کا اگر تم ہوے تو مین کہ سکتا ہون کہ میرے لیے آج کے دن سے زیادہ عمر بھر مین کوئی دن خوشی کا نہین ہوا تمکو تو ضرور معلوم ہو گا بتاؤ اصلی بات کیا ہے سید کرامت حسین صاحب نے کہا کہ مجکو ابھی تک کوئی باضابطہ اطلاع نہین ملی ہے ممکن ہے کہ مین ہی مقرر ہوا ہون خبر کے شائع ہوتے ہی ہندوستان اور انگلستان سے مبارکباد کے تار دن اور خطون کی بوچھار ہونے لگی۔ مینے اپنی اسپیچ مطبوعۂ پانیر مورخہ ۱۷ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء مین بیان کیا تھا کہ ۲۰۰ تار اور ۵۰۰ خط بھیجے سید کرامت حسین صاحب نے سب کا جواب اپنے ہاتھ سے بذریعہ تار و خطوط دیا صرف ایک صاحب نے بعد مین گلہ کیا تھا کہ انکو جواب نہین پہونچا معلوم نہین کیا سبب ہو جب جناب نواب عماد الملک سید حسین صاحب بلگرامی لندن سے لکھنو تشریف لاکر سر جان ہیوٹ صاحب کے مہمان ہوے اور سید کرامت حسین صاحب اون سے ملنے گئے اور اون کو سر جان ہیوٹ نے حاضری پر بلایا اسوقت نواب عماد الملک نے سید کرامت حسین صاحب کے تقرر کی بابتہ سر جان ہیوٹ سے کہا کہ جب آپ کا نیم سرکاری خط کرامت حسین صاحب کی تقرر

پہونچا تب لارڈ مارلے سکرٹری آف اسٹیٹ نے مجھ سے پوچھا کہ تم کرامت حسین صاحب کو جانتے ہو مینے کہا خوب جانتا ہون اور زبان نے جتنی یاری کی مینے انکی مدح وثنا کی اسوقت صاحب سکرٹری آف اسٹیٹ سیدھے حضور ملک معظم کی خدمت مین گئے سید کرامت حسین صاحب کا تقرر کرالاے اور بعد مین انڈیا کونسل مین پیش کیا ممبران کونسل مین سے بعض نے کہا کہ تقرر کرانے سے پہلے پیش کرنا چاہیے تھا۔

عمر کی بابتہ جو دشواری تھی جسٹس رابرٹ ایکمن کی توجہ سے رفع ہوی جسٹس موصوف پر سر جان ہیوٹ لفٹننٹ گورنر کو کامل بھروسا تھا اور جسٹس موصوف نے بعد سن لینے تمام حالات کے جو تاریخ ولادت کرامت حسین صاحب تجویز فرمادی تھی وہی حضور لفٹننٹ گورنر بہادر نے قبول فرماکر ایکونٹنٹ جنرل کو اطلاع دی اور کرامت حسین صاحب کو بھی۔

تقرر کی خبر شائع ہوجانے کے بعد جب سید کرامت حسین صاحب جسٹس ایکمن کی خدمت مین گئے اسوقت اونھون نے فرمایا کہ تمھاری بابت لکھنے سے پہلے سر جان ہیوٹ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ اگر سید کرامت حسین صاحب واقع مین بہترین قانون دانون مین سے اور ہائیکورٹ کی ججی کے قابل ہین تو کیا وجہ ہے کہ انکی آمدنی وکالت سے بہت کم ہے مینے بدین خلاصہ جواب دیا تھا کہ آمدنی کی کمی قابلیت کی کمی کی وجہ سے نہین ہے بلکہ فطرتی حیا کی زیادتی کی وجہ سے ہے۔ یہ سنکر کرامت حسین صاحب کو جرات ہوئی کہ عمر کی دشواری رفع کرنے مین جسٹس ایکمن سے مدد چاہین صاحب ممدوح نے پوری توجہ اور نوازش فرماکر مدد دی بخوبیہ یہ مسئلہ بخیر وخوبی طے ہوگیا مبارکباد کی جو خطوط آے انمین سے صرف پانچ یہان درج ہین۔ پہلا خط سر جیمس لاٹوش سابق لفٹننٹ گورنر

صوبہائے متحدہ کا ہے سید کرامت حسین صاحب صاحب ممدوح کو التفات خاص تھا لیکن اپنی نسبت سید کرامت حسین صاحب نے کبھی کوئی بات صاحب ممدوح سے نہ کہی۔

ترجمۂ خط

۳۴۔ روزری گارڈن لنڈن
یکم جنوری ۱۹۰۸ء

ڈیر مولوی کرامت حسین

آج کے گزٹ مین یہ پڑھ کر کہ آپ الہ آباد ہائیکورٹ کے جج مقرر ہوے دلی مسرت حاصل ہوئی۔ اس تقرر سے صرف مسلمانان ممالک متحدہ کو خوشی حاصل نہوئی ہوگی بلکہ ہر شخص کو جو آپ سے واقف ہے اور اوصاف کی قدر کرتا ہے مجکو اسوقت سے امید تھی کہ آپ کا تقرر ہوگا جب سے زائد جج کی منظوری آچکی تھی مین صرف آپ کو ہی مبارکباد نہین دیتا ہون بلکہ ہائیکورٹ اور ان صوبجات کو بھی مبارکباد دیتا ہون۔

آپ کا مخلص صادق
جیمس ڈگس لاٹوش

دوسرا خط چیف جسٹس الہ آباد ہائیکورٹ کا ہے۔

ترجمہ خط

۹۔ ہسٹینگز روڈ۔ الہ آباد
۲ جنوری ۱۹۰۸ء

عزیز مسٹر جسٹس کرامت حسین

جو اعزاز ملک معظم نے بہ تقرر عہدہ ہائے کورٹ بخشا ہے اس پر مین آپ کو

تہ دل سے مبارکباد دیتا ہون اور امید کرتا ہون کہ اس عہدہ جدیدہ پر آپ سالہا سال رہینگے اور جس کام کو آپ پسند فرمائینگے مین نہایت خوشی سے آپ کا خیر مقدم بہ حیثیت ایک ہم جلیس کے کرتا ہون اور وہ ہم جلیس جسکی مین ہمیشہ سے قدر کرتا ہون۔

آپ کا مخلص صادق

جان اسٹیلی

تیسرا خط جسٹس سر جارج ناکس کا جو ہمیشہ کرامت حسین صاحب کو بڑی وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

ترجمہ خط

الہ آباد

۲ جنوری ۱۹۰۸ء

مائی ڈیر کرامت حسین

مین نہایت جوش سے آپ کی تقرر پر مبارکباد دیتا ہون اور امید کرتا ہون کہ آپ اس عہدہ پر کہ جسکے آپ مستحق ہین سالہا سال تک ممتاز رہینگے۔

مخلص صادق

جارج ایڈورڈ ناکس

چوتھا خط جسٹس رابرٹ ایکمین کا ہے جنکو کرامت حسین صاحب اپنا حقیقی دوست اور محسن جانتے تھے اور جنکو مائی برادر ایکمین (میرے بھائی ایکمین) کے خطاب سے خطوط مین یاد کرتے تھے۔ اسکا ترجمہ ذیل مین درج ہے۔

نمبر ۶۔ ہیسٹنگز روڈ

الہ آباد

مورخہ ۲ جنوری ۱۹۰۸ء

میرے عزیز کرامت حسین

ججی کے اعلےٰ پایہ پر پہونچنے پر میری بیوی اور مین آپکو تہ دل سے مبارکباد پیش کرتے ہین اور ہمکو یقین ہو کہ سالہا سال تک آپ اسکو زینت دینگے۔

آپ کا مخلص

رابرٹ ایکمن

پانچوان خط سید کرامت حسین صاحب کے ایک اخص خواص احباب کا ہے جب سید کرامت حسین صاحب راجکمار کالج نیا گاؤن مین ہیڈ مولوی تھے اسوقت جناب مولوی محمد کاظم حسین صاحب قبلہ بھی وہین مولوی تھے اوراسی زمانہ سے گہری دوستی شروع ہوئی اور تمام عمر یکسان قائم رہی سید کرامت حسین صاحب کا جو خیال جناب مولوی محمد کاظم حسین صاحب قبلہ مدظلہ کی بابت تھا وہ اس دیباچہ سے ظاہر ہوتا ہے جو انھون نے ۱۴ - اگست ۱۹۰۷ء کو یادگار کاظم حسین ۱۳۲۵ معروف بہ بخشش کاظم پر ذیل کی سطرون مین لکھا۔

"این یادگار یست از یادگار سلف صالح کاظم حسین نام عدیم المثل در صفائے باطن وقوت ایمان وزہد پاک وقناعت استوار از نظر خاکسار نگذشتہ مصنف یادگار در علوم عربیہ وفارسیہ بلاغے نادر وکمالے راسخ بخشش فرمودہ اند طبع شعر وملکہ تاریخ وقریحہ[1] ظرافت در ایشان از عطایائے حضرت وہاب است نہ حاصل کدح[2] واکتساب بعض از اشعار وتاریخ ومعما کہ فرمودہ اند از کمال فصاحت و بلاغت بحد سحر حلال می رسد ودانایان سخن را از جا در می آرد فقیر یکے از دیرینہ عقیدت کیشان ایشانم ودر سی وسہ سال گذشتہ بہرۂ وافر بخوشدلی واتعاظ[3] از صحبت ایشان بردہ ام"

[1] قریحہ بمعنی طبیعت [2] کدح بمعنی کوشش [3] اتعاظ بمعنی پند گرفتن

چوبے پر مانند صاحب رائے بہادر و منشی روشن لال صاحب رائے بہادر اور سید کرامت حسین صاحب کی صحبت کی وجہ سے ایک زمانہ مین مولوی محمد کاظم حسین صاحب ریشنیلزم[1] کی طرف مائل تھے نیا گاؤن کی صحبت برہم ہونیکے بعد اونپر تصوف غالب ہوا اور شاہ ابوالخیر سید عبداللہ صاحب دہلوی کے مرید ہوگئے تمام وقت ذکر و شغل مین گذرتا ہے گو کمزور ہوگئے ہین مولویصاحب نے جیساکہ خط مین لکھا تھا ویسا ہی کیا الہ آباد تشریف لائے اور چند ماہ قیام کیا اور بقول کرامت حسین صاحب کے " اپنی فیض صحبت سے مجکو بہرہ ور کر گئے " جس زمانہ مین مولوی صاحب الہ آباد تشریف لائے تھے مین بھی حسن اتفاق سے وہان پہونچ گیا۔ انکی صحبت سے مین بھی مسرور و مستفید ہوا۔ سید کرامت حسین صاحب کی خوشی کی کچھ انتہا نہ تھی ع ہر شب شب برات تھی ہر روز روز عید جب مین رخصت ہوا تو کس پیار سے کرامت حسین صاحب نے یہ مصرعہ پڑھا میرے رخصت ہوتے وقت اکثر یہ مصرعہ پڑھا کرتے تھے ع اے وقت تو خوش باشس وقت ماخوش کردے۔

مولوی کاظم حسین صاحب کا خط بارک اللہ لنا ولکم ولسائر المسلمین

للہ الحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست آخر آمد زپس پردہ تقدیر پدید

جناب مولویصاحب قبلہ زید مجدہم

تسلیم۔ خداوند آپ کو نیا معزز عہدہ مبارک کرے اور آپ کی عمر اور صحت و عافیت زیادہ فرمائے کہ ہم ہوا خواہان بلکہ جملہ مسلمانان کے لیے آپ کی ذات بابرکات باعث موجب فخر ہے۔ جیسی کچھ خوشی مجکو اور میرے سب اہل و

---

[1] وہ گروہ جو عقل کا زیادہ معتقد اور پابند ہے۔

عیال کو اس خبر سے ہوئی وہ بیان مین نہین آسکتی اگر مین اس خوشی کو اپنے حق
مین زندگی بخش سمجھون تو بجا ہے سن کہولت مین فرزند پیدا ہونا تنگی حال مین ترقی
ہونا پنشن کے بعد نوکری کا ملجانا اطفال کی شادیان اور انکی اولاد پیدا ہونا بحمد ا
للہ ان معاملات مین سے کسی ایک مین بھی ایسی خوشی نہ ہوئی خدا اس
خوشی کو اور بھی زیادہ کرے اور دیرپا رکھے اور آپ کو خوشوقت اور ترقیات روز
افزون اور عز و جاہ و بلند نامی سے ہمیشہ کامیابی عطا فرماتا رہے پرسون شب کو
مینے افواہی طور پر یہ خبر سنی تھی فرط نشاط سے معمولی ذکر و شغل مین بتکلف بھی
یکسوئی نہو سکتی تھی رات کو نیند نہ آتی تھی اور آئی بھی تو بار بار آنکھ کھل جاتی تھی
اگرچہ ہر دنیوی خوشی فی الجملہ بحضوری قلب کا باعث ہے مگر شکر عطاے باری
عز اسمہ کا ولولہ ایسے جوش پر تھا کہ اگر اسے راس الاذکار کہا جاے تو بیجا نہین
غالب دہلوی کا یہ شعر جو مدح شاہ اودھ مین قصیدہ کا شعر ہے اور جسکو مین
بے موقع غلو مضمون کی وجہ سے مکروہ سمجھا کرتا تھا وہ میرے حسب حال ہوتا تھا
اور بار بار یاد آتا تھا آپ کے ذوق سلیم کے لیے پیشکش ہے ؎ امجد علی شہ
آنکہ بذوق دعاے او ٭ صدرہ نماز صبح قضا کرد روزگار ٭ اور یہ شعر غالب بھی
بفحواے مصرعہ چنانت دوست میدارم کہ عاشق شعر حالی را ٭ بار بار پڑھتا
تھا و ہو ہذا چہ جاے ہمنفسان فرخی زبخت من است ٭ زبخت فرخ خود ہم
بمن مبارک باد ٭ کیونکہ مجکو پورا الیقین ہو گیا ہے کہ بوجہ انتعاش حرارت غریزی
کیا عجب ہے کہ حالت اضمحلال دفعۃً بقوت و توانائی بدل جاے آپ کی تدابیر
پر عمل درآمد کرنے سے مجکو فائدۂ بین محسوس ہونے لگا ہے اور اس خوشی سے
دفعۃً حالت بدل چلی ہے کیونکہ مدت سے مین بالکل مردہ دل ہو رہا تھا
کیا عجب کہ تھوڑے عرصہ مین قابل سفر ہو جاؤن اور تبدیل آب و ہوا کے

بہانہ ہے حالانکہ وہ خود صحت کے لیے عمدہ تدابیر مین سے ہے یہان سے
بعزم زیارت والاحپل نکلون تقدیر سے موسم کی شدت بھی کم ہو چلی ہے پہلی
شب کا حال تو مین لکھ چکا دوسری شب مین فکر تاریخ نے دیر تک بیدار
رکھا یا ہے ایک نایاب مادہ ہاتھ آگیا قطعہ بھی موزون کر لیا اس عریضہ مین
لکھنے کا قصد تھا مگر اب یہ خیال ہے کہ اگر منظور ایزدی ہے تو خود حاضر ہو کر سناؤنگا
مگر کچھ موتھ میٹھا کرنے کا پہلے اقرار کرالونگا مگر وہان تو صحت اور اغذیہ کی جانب
زیادہ میلان ہے شیرینی کا کیا مذکور ہو سکتا ہے خیر اور کچھ نہ سہی تو گاجر کا حلوا
ہی سہی فقط والسلام خیر ختام کاظم حسین ۶ جنوری ۱۹۰۶ء
تاریخ گوئی کے فن مین تو مولوی محمد کاظم حسین صاحب قبلہ مدظلہ کو بیمثال کمال ہے
نشید کاظم اوسکا شافی ثبوت ہے سید کرامت حسین صاحب کی بیرسٹری
اور ججی دونون کی بہت اچھی تاریخین کہی ہین ذیل مین درج ہین۔

قطعۂ تاریخ کامیابی امتحان بیرسٹری

علامۂ زمانہ کرامت حسین گشت — بارسٹر ایٹ لا چو بافضال ذو المنن
کاظم بعون واحد یکتا برائے سال — بارسٹر ایٹ لا شدہ القا بقلب من
گر لفظ بے مثال زیادت شود بران — تاریخ عیسوی بود اے ماہران فن

۱۳۰۶
۵۸۳
۱۸۸۹ء

قطعۂ تاریخ تقرری بعہدۂ ججی ہائیکورٹ

شد بہ ہائیکورٹ آن علامہ جج — فخر قوم و خاندان فخر سلف
نازش ملک است بر یکتائیش — گوہر یکتا بود فخر صدف

از کمالات و صفاتش آگہند | اہل دل دانند و رجنبش شغف
ہمت دلہائے پاکان کارگر | ناوک انداز دعا زد بر ہدف
ناصر وے باد در دنیا و دین | حق طفیل احمد و شاہ نجف
مذہبی و ملکی و شاہی سنین | دہ کہ در یک مصرعم آمد بکف
ہجری و ہم عیسوی و سمت | دائما ذی رتبہ بادا با شرف

در تمام مصرعہ بکرمی سمبت ۱۹۶۰۔ ذی رتبہ بادا با شرف ۱۹۰۸ء۔ ذی رتبہ بادا ۱۳۲۵ھ

مین نے ایک تار مولانا کی خدمت مین بھیجا تھا جسکو مولانا اور احباب نے بہت پسند فرمایا تھا اُس زمانہ مین مین میرٹھ مین تھا لحاف اوڑھے ہوئے تھا جبکہ خبر مسرت بخش پہونچی میرے تار کا ترجمہ یہ ہے۔

مین آپ کو تہ دل سے مبارکباد دیتا ہون بلکہ آپ ہی کو نہین اپنے آپ کو بھی۔ لحاف اوڑھے ہوئے ہون مارے خوشی کے لحاف کے اندر اور باہر ناچ رہا ہون۔ خوشا تقدیر ان صوبجات کی کہ ایسا جج ملا۔

مولانا سید کرامت حسین صاحب کی تقرری پر اخبارون مین بکثرت مضامین شائع ہوئے اخبار پاینیر کے خاص کالم (زمانہ حال کے ہندوستانی) مین جو حالات چھپے تھے وہ حسب ذیل ہین۔

زمانۂ حال کے ہندوستانی

منقول از اخبار پاینیر مورخہ ۵ جنوری ۱۹۰۸ء

سید کرامت حسین جو حال مین الہ آباد ہائیکورٹ کے ساتوین جج مقرر ہوئے ہین صحیح معنون مین قاضی ہین کیونکہ براہ راست نسل حضرت علی علیہ السلام

ہین جنکی نسبت رسول نے یہ فرمایا ہے "علی تم مین بہترین عادل ہین"
انکے جدامجد مفتی سید محمد قلی خانصاحب میرٹھ مین صدر الصدور تھے انکا زہد
وتقدس ضرب المثل تھا۔ مفتی صاحب موصوف عربی اور فارسی کے بہت
بڑے عالم اور مذہبی خیال کے آدمی تھے اونھون نے چند کتابین لکھی ہین
جن سے تبحر علمی کا اظہار ہوتا ہے۔ سید کرامت حسین صاحب کے والد سید
سراج حسین صاحب کو تعلیم عربی و فارسی کی ہوئی مگر اونھون نے بعد کو انگریزی
وریاضی کی تحصیل کی وہ اپنے وقت کے بہت بڑے ہندوستانین ریاضی دان
سمجھے جاتے تھے۔ کسی زمانہ مین وہ منصف تھے اور بعد کو ایجنسی بندیلکھنڈ مین
دیوان ہوگئے وہ تقدس و قابلیت کی وجہ سے بہت مشہور تھے اسی خاندان
کے ایک اور رکن انکے چچا سید حامد حسین صاحب قبلہ تھے جو عربی و فارسی کے
زبردست عالم تھے جنکی شہرت نہ صرف ان صوبون مین بلکہ دور دور تک تھی انکی
تصانیف اُس قسم کے تصانیف ہین۔ ... جو نہایت اعلے درجہ
کی خیال کی جاتی ہین سید کرامت حسین صاحب مولوی سید سراج حسین صاحب
کے دوسرے بیٹے ہین انکی ولادت ۱۸۵۲ء مین بمقام جھانسی ہوئی۔
جب انکے والد بندیلکھنڈ مین دیوان تھے غدر کے زمانہ مین یہ اپنے والد کے
ساتھ چرکھاری تشریف لے گئے اور وہان ایک عربی دان معلم سے عربی شروع
کی انکے والد کا یہ ارادہ تھا کہ مغربی علوم کی تعلیم سے پہلے انکو عربی کی اعلی تعلیم
دلائی جائے مگر واقعات نے صورت بدل دی سید سراج حسین صاحب
اسوقت فوت ہوگئے جب سید کرامت حسین صاحب کی عمر تیرہ سال کی تھی
اور انکے چچا سید حامد حسین صاحب نے نوعمر بھتیجے کی پرورش وپرداخت
کی اور اسلامی فقیہ اور عربی کے عالم کی حیثیت سے انکو تعلیم دی ادب عربی

اسلامی شریعت اور دینیات میں کمال حاصل کرنے کے بعد سید کرامت حسین نے چاہا کہ اپنے چچا سید حامد حسین صاحب کی تصانیف کو جاری رکھیں مگر وہ بعد ازاں لکھنؤ سے چرکھاری چلے گئے جہاں انکے بڑے بھائی سید عنایت حسین صاحب نے ڈاکٹر اسٹرٹین صاحب پولٹیکل ایجنٹ بندیلکھنڈ سے ان کا تعارف کرایا جو انکے والد سید سراج حسین صاحب کے بہت بڑے دوست اور مشیر تھے ڈاکٹر اسٹرٹین نے یہ دیکھکر کہ مولوی کرامت حسین صاحب حال کے ملازمت کے طریقوں کے لیے کار آمد نہیں انکو یہ مشورہ دیا کہ انگریزی حاصل کریں اور مغربی علوم میں دستگاہ پیدا کریں۔ اس صلاح کی فوراً تعمیل کی گئی اور ڈاکٹر اسٹرٹین نے ان سے وعدہ کیا کہ راجکمار کالج میں جو عنقریب کھلنے والا تھا ہیڈ مولوی کی جگہہ پر وہ مقرر کر دینگے۔ باوجودیکہ مولوی کرامت حسین صاحب نے انگریزی دیر میں شروع کی مگر اوائل عمر سے پڑھنے کی عادت تھی اونھوں نے انگریزی زبان بہت جلد حاصل کی۔ بعد کو علوم جدیدہ خصوصاً علم النفس اور علم الاخلاق وغیرہ میں انھوں نے بہت ترقی کی۔ تیس برس تک برابر چند گھنٹے گذشتہ صدی کے بڑے بڑے مصنفین کی تصنیفات کے پڑھنے اور ذہن نشین کرنے میں صرف فرماتے رہے انکو خاص دلچسپی ہربرٹ اسپنسر سے تھی جب ڈاکٹر اسٹرتین میر منشی کی حیثیت سے ایجنسی بندیلکھنڈ میں سید کرامت حسین صاحب کام کر رہے تھے اسوقت انھوں نے ولایت جانیکی خواہش ظاہر کی اور یہ خواہش ظاہر کی کہ وہاں جاکر اُس تعلیم کی تکمیل کریں جسکا آغاز ہندوستان میں کیا ہے بعد کو وہ ریاست باؤنی میں سپرنٹنڈنٹ ہوگئے اور اسکے بعد ریاست نرسنگ گڈھ واقعہ وسط ہند میں دیوان ہوگئے۔ ریاست نرسنگہ گڈھ کے رئیس نے انگلستان

جانے کا قصد کیا اور مسٹر کرامت حسین کو انگلستان جاکر تکمیل علوم کا موقع
مل گیا وہ رئیس نرسنگھ گڈھ کے ساتھ سنہ ۱۸۸۶ء مین ولایت گئے اور اسی سال
مڈل ٹمپل مین داخل ہوے اور جولائی سنہ ۱۸۸۹ء مین بیرسٹری کی ڈگری حاصل
کی ہندوستان واپس آنے پر وہ چند مہینے تک ریاست ٹیکم گڈھ
مین مدار المہام رہے مگر انھون نے اس عہدہ سے استعفا دیدیا اور الہ آباد مین
بیرسٹری شروع کی کچھ عرصہ تک وہ دار العلوم علی گڈھ کالج مین قانون کے
پروفیسر رہے پھر اسکے بعد میور سینٹرل کالج الہ آباد مین تعلیم قانون دینے پر
مامور ہوے۔ سید کرامت حسین صاحب بہت سی کتابون کے مصنف ہین
انمین سے نہایت مفید وہ کتاب ہے جو عربی الفاظ کے اصل اور مادہ کے
متعلق ہے یہ کتاب عربی ادب مین اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے حقوق و
فرائض پر انکی تصنیف مین ایک ایسا رسالہ ہے جس مین علم قانون پر عمیق
خیالات اور تحقیقات کا اظہار ہوتا ہے۔ گذشتہ سالہا سال سے شرع محمدی
اور فقہ کے تمام مسائل پر انکی راے مستند مانی جاتی ہے اور ہر حصہ ہندوستان
کے لوگ تمام اسلامی متنازعہ مباحث پر انکی راے حاصل کرتے ہین اور انکی
راے مختتم اور قول فیصل سمجھی جاتی ہے۔ مسٹر کرامت حسین ...... ہمیشہ
تعلیم نسوان مین بہت بڑی دلچسپی لیتے ہین اور وہ کراسویٹ گرلز اسکول
کے سکرٹری ہین جس مدرسہ کے کامون مین وہ ہر روز اپنا وقت صرف
فرماتے ہین۔ سید کرامت حسین صاحب ایک پکے مسلمان اور اپنے آبا و اجداد
کے مذہب اور عمل پر سختی سے پابند ہین اسی کے ساتھ وہ ہمہ تن تیار ہین کہ
بہت کچھ اصلاحات کی جائین جنکا اثر زمانہ حال کی زندگی پر علوم مغربی
کی وجہ سے پڑا ہے ایک ایسے متنفس کے انتخاب کو جسکے خیالات شرقی و مغربی

علوم سے منور ہوں اور جسکے خیال کی قوتیں زبردست تصنیفات کی شکل میں ظاہر ہوئی ہیں ہر ملت کے افراد نے اسکو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے،،

علاوہ اکثر اخبارات اردو اور انگریزی کے ذیل کے اخبارات میں تقرر ججی پر مبارکباد کے مضامین شائع ہوے اور جابجا جلسے ہوے اور رزولیوشن اظہار تہنیت کے پاس ہوے۔

ایڈوکیٹ مطبوعہ	۵	جنوری	۱۹۰۸ء	لکھنو
انڈین ڈیلی ٹیلیگراف	۷	〃	〃	〃
انڈین پیپل	۹	〃	〃	
سٹیزن	۹	〃	〃	
انڈین ڈیلی ٹیلیگراف	۱۴	〃	〃	
پائنیر	۱۷	〃	〃	الہ آباد
سٹیزن	۱۶	〃	〃	
پائنیر	۲۳	〃	〃	
سٹیزن	۲۳	〃	〃	
سٹیزن	۲۶	〃	〃	
انڈین ڈیلی ٹیلیگراف	۲۶	〃	〃	
البشیر	۱۴	〃	〃	اٹاوہ

بعض کو سید کرامت حسین صاحب کا تقرر ناگوار ہوا اور گورنمنٹ پر اعتراض کیا اس اعتراض کا جواب سٹیزن مطبوعہ ۱۶ جنوری ۱۹۰۸ء نے دیا ہے جسکا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

ہمارے لکھنو کا ایک ہمعصر سید کرامت حسین صاحب کے تقرر عہدہ ججی ہائیکورٹ

کی خبر دیتا ہے مگر اونکے اوصاف ذاتی کی نسبت بالکل خاموش ہو اور گورنمنٹ
پر اعتراض کرتا ہے کہ یہ انتخاب قومی وجوہ سے کیا ہے ہم یقین کرتے ہین
کہ اسوقت اس سے زیادہ اور کوئی چیز ہماری بدقسمتی سے ہندوستانیونکی ترقی
مسدود کرنیوالی اور دو فرقون مین تفاوت پیدا کرنیوالی بجز ایسے ناعاقبت
اندیش ہندوستانیون کے بیانات کے نہین ہو سکتی۔ جو کہ خود پرستی
کی جوش سے وارفتہ ہو گئے ہین اور اپنی شہرت کی غرض سے بلا تامل مذہبی
تعصب کو بھڑکاتے ہین۔ نئے جج صاحب نے اپنی عمر کا بہترین حصہ لکھنو مین
صرف کیا ہے اونھون نے گذشتہ سالہا سال مین اودھ کے وہ مقدمات
کئے ہین جن مین مسائل متعلق شرع محمدی فریقین مین بحث طلب تھے اُنکے
ہم مذہب ممالک متحدہ مین اُنکو شرع محمدی کا عالم متبحر اور مجتہد جانتے ہین اور
اونکی رائے مختتم اور قول فیصل مانتے ہین۔ سید کرامت حسین صاحب نے
اکثر عربی کتابون کی عبارت سے اُن غلطیون کو بتلایا ہے جو ایسے آدمیون
نے جیسے مسٹر امیر علی جنھون نے شرع محمدی بغیر کافی استعداد عربی کے
جو کہ انسان کے تمام دیگر فروعات کا سرچشمہ ہی انگریزی مین لکھی ہو اور اسکے سمجھانے مین
لغزش و غلطیان کی ہین ہماری بہت سے ہندو جج ایسے ہوے ہین جنھون نے
مسائل متنازعہ کا آئین ہنود مین فیصلہ کر دیا ہے جیسے مسٹر جسٹس دوارکا ناتھ
متر نے دیا بھاگا اسکول کے قانون کا فیصلہ کر دیا۔ مسٹر جسٹس اومیش چندر متر
نے متاکشرہ اسکول کے قانون کا۔ مسٹر جسٹس ٹلانگ و مسٹر جسٹس
راناڈے نے اپنا علم سنسکرت صرف ہندو قوانین ہو گیا اسکول ہی کے سمجھانے
مین صرف نہین کیا بلکہ اون مباحثون کے صحیح بتانے مین جو کہ پیشتر اُن اسکولون
مین جو بنگال و پنجاب و ممالک متحدہ مین رائج تھے لیکن ہمکو اب تک

کوئی ایسا مسلمان جج نہین ملا تھا جو علم عربی مین متبحر ہو اور جسکی مسلّم الثبوت لیاقت کی تمام مسائل شرعیہ پر سب قدر و منزلت کرین - مسٹر جسٹس امیر علی مسٹر جسٹس محمود - مسٹر جسٹس بدرالدین بھی قابل تھے - مگر اونکے اوصاف سید کرامت حسین صاحب سے جداگانہ تھے انھون نے قریب قریب اپنی عمر کا تمام حصہ اس علم و زبان کی تحصیل مین صرف کیا کہ جسنے نسل انسانی کو وہ عقل و فلسفہ بتلایا جو کہ نہ صرف اعلےٰ درجہ کی روحانیت کو ظاہر کرتا ہے بلکہ انسانی خیالات کے علم کامل - خواہشات انسانی - حرکات و جذبات انسانی اور عملی آئین قدرت کا بھی اظہار کرتا ہے - زمانہ حال مین ہندوستانی بنچ مین بہت سے قابل ہین اور ایسے ہین کہ جنکی قابلیت و راستی زبانزد ہے - تاہم ایسے شخص کی ضرورت تھی جو ان مسائل شرع محمدی کا جو کہ اسکے سامنے پیش کیے جائین قطعی طور پر فیصلہ کر دے - سید کرامت حسین صاحب کی ایک ایسی ذات ہے جس سے یہ کمی پوری ہو جائیگی - ہم بہت زور کے ساتھ اس نامنصفانہ فعل کی تردید کرتے ہین کہ کرامت حسین صاحب کا تقرر انکے مسلمان ہونیکی وجہ سے ہے یہ قول ان لوگون کے واسطے شایان ہے جنکی بصارت قلبی زائل ہو گئی ہے اور جو اپنی چاپلوسی کو دوسرون کی تعریف خیال کرتے ہین اور اپنا وقت غیبت مین صرف کرتے ہین - یہ ہمارے لیے ایک بہت بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے ہمعصر کے ہمخیال بہت کم ہین اور انکے ہندو بھائیون اور ہندو رعایا کا خیال انکے خیال کے برعکس ہے - یہ سب مسلمان جج کے تقرر کا نہایت جوش و مسرت کے ساتھ خیر مقدم کرتے ہین -

مقدمات مفصل ذیل جو جسٹس مولانا سید کرامت حسین صاحب جج ہائیکورٹ الہ آباد نے تنہا یا دیگر جج صاحبان ہائیکورٹ کے ساتھ کئے قابل ملاحظہ ہیں

۱- مہادیو پرشاد بنام بندیشری پرشاد	۵ جون سنہ ۱۹۰۶ء	مطبوعہ	جلد ۵	الہ آباد لا جرنل	صفحہ ۱۰۱
۲- رام دین بنام بھوپ سنگھ	فروری سنہ ۱۹۰۶ء	〃	جلد ۵	〃	〃 صفحہ ۱۹۲
۳- ہمت بہادر بنام بھوانی کنور	سنہ ۱۹۰۸ء	〃	جلد ۵	〃	〃 صفحہ ۳۳۹
۴- دوارکاداس بنام رکھے سنگھ	مئی سنہ ۱۹۰۸ء	〃		〃	〃 صفحہ ۴۰۷
۵- عاصمہ بی بی بنام احمد حسین	مارچ سنہ ۱۹۰۸ء	〃	۵	〃	〃 صفحہ ۵۸۴
۶- پچکوری رام بنام نندرلے	اگست سنہ ۱۹۰۸ء	〃	۵	〃	〃 صفحہ ۶۵۸
۷- بھگوان سنگھ بنام نرسنگھ سہائے	جنوری سنہ ۱۹۰۹ء	〃	۶	〃	〃 صفحہ ۸۷۱
۸- عاصمہ بی بی بنام عبدالصمد خان	دسمبر سنہ ۱۹۰۹ء	〃	۷	〃	〃 صفحہ ۱۱۶
۹- رام دہاری بنام رام دہاری	مئی سنہ ۱۹۰۹ء	〃	〃	〃	〃 صفحہ ۳۰۵
۱۰- نیمی چند بنام گنیش	جنوری سنہ ۱۹۱۰ء	〃	〃	〃	〃 صفحہ ۴۷۸ و ۴۸۲
۱۱- سری ناتھ داس بنام اکلا سنگھ	جولائی سنہ ۱۹۰۹ء	〃	〃	〃	〃 صفحہ ۳۵۹
	مارچ سنہ ۱۹۱۰ء	〃	۳		انڈین کیس صفحہ ۳۴۳
۱۲- رستم بنام ملک معظم	مارچ سنہ ۱۹۱۰ء	〃	۷	〃	〃 صفحہ ۳۶۸ و ۳۷۶
۱۳- پلکدہاری داس بنام منکرن رائے	اپریل سنہ ۱۹۱۰ء	〃	〃	〃	صفحہ ۵۹۶
۱۴- وارث علیخان بنام پرسوتم نراین	مئی سنہ ۱۹۱۰ء	〃	〃	۰	〃 صفحہ ۴۸۲
۱۵- ابراہیم خان بنام احمد سعید خان	اپریل سنہ ۱۹۱۰ء	〃	〃	〃	〃 صفحہ ۷۶۱
۱۶- حمیرہ بی بی بنام فریدہ بی بی	اگست سنہ ۱۹۱۰ء	〃	〃	〃	〃 صفحہ ۹۰۲
		〃	〃		انڈین کیس صفحہ ۳۹۷

فخر الدین شاہ بنام کفایت اللہ فروری سنہ ۱۹۱۰ء مطبوعہ جلد ۷- الہ آباد لا جرنل صفحہ ۱۰۹۵

۱۸- غفور خان بنام قلندری بیگم دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء " ۸- الہ آباد لا جرنل صفحہ ۷۹ فل بنچ
" ۹- انڈین کیس صفحہ ۱۲۷

۱۹- ظہورن بنام رحیم مئی سنہ ۱۹۰۹ء " ۸ الہ آباد لا جرنل صفحہ ۲۴۷
" انڈین کیس صفحہ ۲۴۲

۲۰- سکھدی بنام کدار ناتھ فروری سنہ ۱۹۱۱ء " ۸- الہ آباد لا جرنل صفحہ ۲۸۰

۲۱- جے منگل دیو بنام بدساری کنور فروری سنہ ۱۹۱۱ء " ۸ " صفحہ ۳۴۵
" ۹- انڈین کیس صفحہ ۸۱۹

۲۲- بھودا بنام گھوری جولائی سنہ ۱۹۰۹ء " ۸- الہ آباد لا جرنل صفحہ ۳۵۲

۲۳- بہاری بنام رامچندر فروری سنہ ۱۹۱۱ء " ۸- الہ آباد لا جرنل صفحہ ۳۶۸

۲۴- نیاز بیگم بنام منظور احمد خان اپریل سنہ ۱۹۱۱ء " ۸ " صفحہ ۵۸۰
۱۱- انڈین کیس صفحہ ۵۳۴

۲۵- محمد طالب حسن بنام عنایتی جان مئی سنہ ۱۹۱۱ء " ۸- الہ آباد لا جرنل صفحہ ۷۴۶

۲۶- چودھری عطا محمد بنام صدیقن بی بی جون سنہ ۱۹۱۰ء " ۸ " صفحہ جرنل ۹۵۳
۷- انڈین کیس صفحہ ۸۲۰

۲۷- گوپالداس بنام سیوداس جولائی سنہ ۱۹۱۱ء " ۸- الہ لا جرنل صفحہ ۱۱۲۰

۲۸- نیتر خان بنام محمد بخش فروری سنہ ۱۹۱۱ء " ۸ " صفحہ ۱۱۴۴
جولائی سنہ ۱۹۱۱ء " ۱۰- انڈین کیس صفحہ ۱۴۳۳

۲۹- کشوری لال بنام توڈر سنگھ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء " ۹- الہ آباد لا جرنل صفحہ ۲۴۴

۳۰- برج ناتھ سرن بنام ایف یم برن جنوری سنہ ۱۹۱۳ء " ۹- الہ آباد لا جرنل صفحہ ۲۵۳ و ۲۵۶

۳۱- پاربتی بنام بیجناتھ پاٹھک فروری سنہ ۱۹۱۲ء مطبوعہ جلد ۹- الہ آباد لا جرنل صفحہ ۳۰۰

۳۲- رگھوبر رائے بنام جے رائے مارچ سنہ ۱۹۱۲ء " " صفحہ ۵۲۴

۳۳- نند رام بنام بھوپال سنگھ جون سنہ ۱۹۱۲ء " جلد ۱۰ " صفحہ ۱۳۰

" جلد ۱۶- انڈین کیس صفحہ ۱

۳۴- نندن سنگھ بنام جمن سنگھ جون سنہ ۱۹۱۲ء " جلد ۱۰ الہ آباد لا جرنل صفحہ ۲۷۸

۳۵- رام دیو رائے بنام بہرگو رائے مئی سنہ ۱۹۱۲ء " جلد ۱۰ " صفحہ ۵۳۸

۳۶- سید مرتضیٰ حسین بنام دولہن بی بی مئی سنہ ۱۹۰۹ مطبوعہ جلد ۲- انڈین کیس صفحہ ۷۷۱

۳۷- فیض الرحمان بنام محمد علی خان جون سنہ ۱۹۰۹ء " " ۲ " صفحہ ۹۶۵

۳۸- محمد اسمٰعیل بنام عبدالغفور دسمبر سنہ ۱۹۰۹ء " " ۴ " صفحہ ۴۸۸

۳۹- جے گوپال مصر بنام سیو ساگیر سنگھ دسمبر سنہ ۱۹۰۹ء " " ۴ " صفحہ ۵۷۹

۴۰- فرحت علی بنام محمد ابراہیم جنوری سنہ ۱۹۱۰ء " " ۵ " صفحہ ۳۲۵

۴۱- گوکل مصر بنام بندہ علی مئی سنہ ۱۹۱۰ء " " ۸ " صفحہ ۹

۴۲- اکبری بنام بشیر علی جون سنہ ۱۹۱۰ء " " ۸ " صفحہ ۵۵

۴۳- دلگنجن سنگھ بنام برسدہ نرائن سنگھ جون سنہ ۱۹۱۱ " " ۱۱ " صفحہ ۲۰۲

۴۴- محمد طالب حسین بنام عنایت خان مئی سنہ ۱۹۱۱ء " " ۱۱ " صفحہ ۷۶۲

۴۵- برج ناتھ سرن بنام ایف ایم برن جنوری سنہ ۱۹۱۲ء " " ۱۲ " صفحہ ۵۰۶

۴۶- کشوری لال بنام لوڈر سنگھ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء " " ۱۳ " صفحہ ۵۳۵

۴۷- دشنک لال بنام رام نرائن جنوری سنہ ۱۹۱۲ء " " ۱۳ " صفحہ ۵۷۳ و ۵۷۴

۴۸- پاربتی بنام بیجناتھ پاٹھک فروری سنہ ۱۹۱۲ء " " ۱۴ " صفحہ ۶۱

۴۹- رام دیو رائے بنام بہرگو رائے مئی سنہ ۱۹۱۲ء " " ۱۵ " ۲۴۰

۵۰- بیجناتھ بنام سالگرام جون سنہ ۱۹۱۲ء " " ۱۶ " صفحہ ۲۳

وجہ تحصیل علم انگریزی

سید کرامت حسین صاحب نے انگریزی زیادہ عمر ہو جانے کے بعد صرف قوت مطالعہ سے اسلیے حصل کی تھی کہ علوم جدیدہ کو پڑھیں انگریزی کا شارہ ہونا یا مجالس عام مین دلچسپ تقریرین کرنا ہرگز اُنکا مقصود نہ تھا اُنکے دل سے یہ خیال مرتے دم تک نہ گیا کہ وہ انگریزی بخوبی نہین جانتے تھے کئی مرتبہ اونھون نے مجھ سے فرمایا کہ انگریزی اسوقت پڑھی جب عمر زیادہ ہو گئی تھی اسلیے انگریزی نہ آئی عربی مین یہ قدرت ہے کہ جیسے کسی عطار کو بوتل سے عرق نکالنے مین ہوتی ہی چاہے قطرہ قطرہ چاہی نصف بوتل نکالے مجکو عربی پر کماحقہ قدرت ہے مین عرض کرتا مولانا آپ انگریزی مین عاجز نہین ہین۔ آپ کا ایک خاص رنگ ہے۔ جیسے اچھا معمار ایک ایک اینٹ جما کر رکھتا ہے اگر ایک اینٹ نکال ڈالو ساری عمارت کو نقصان پہونچے گا اسیطرح آپ کی عبارت ہوتی ہے ایک لفظ عبارت مین زائد نہین ہوتا اگر ایک لفظ نکال ڈالو سارا فقرہ خراب ہو جائے گا آپ کے الفاظ کم ہوتے ہین مطلب زیادہ یہ خوبیاں کچھ کم نہین ہین کہان میسر ہوتی ہین شکر کیجیے آپ ایسی انگریزی جانتے ہین۔ انگریزی کا تلفظ انکا اچھا نہ تھا۔

زبانی فیصلہ لکھانا

جب ہائیکورٹ کے جج مقرر ہوے تو اُنکے دوستونکو اندیشہ تھا کہ شاید وہ آسانی سے فی البدیہہ فیصلے نہ لکھا سکین اور انکے مخالف تو یقین کرتے تھے کہ اسمین جسٹس کرامت حسین صاحب کو ضرور ناکامی ہوگی۔ سید کرامت حسین صاحب کی یہ تو فطرت ہی تھی کہ جو کام کرین وہ خوب کرین۔ دن رات مین جتنا وقت اُنکو مل سکتا تھا ابتدائے جنوری سنہ ۱۹۰۸ع سے آخر مارچ سنہ ۱۹۰۸ع تک اسی مین صرف کیا پیش شدہ مقدمات کے واقعات پیچیدہ کو بترتیب زمانی جہانتک اچھی انگریزی مین

ہوسکے جسکے چسکے ادا کرین اُن واقعات سے جو قانونی مسائل پیدا ہوتے ہین انکو بیان کرین اور اپنی رائے کے موافق انکا فیصلہ کرین اس شبانہ روز کی مشق نے اور ہر وقت واقعات کے اور قانونی مسائل کے بیان نے مشکل کو آسان کر دیا اور وہ زبانی فیصلہ لکھانے لگے پندرہ ماہ کی مشق سے وہ حالت ہوگئی جیسے پختہ خط لکھنے کی مشق ہو جاتی ہے اور بآسانی فیصلے لکھا دیتے تھے ابتدا کے چند ماہ مین تو انکو دشواری ہوئی اور جو بارسٹر و وکیل انکی عدالت مین موجود ہوتے تھے وہ کہتے تھے کہ ابھی مشق نہین لیکن نومبر ۱۹۰۰ء کے بعد کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملا

ججی کی حالت مین سوائے ججی کے کام کے سید کرامت حسین صاحب کوئی کام صبح سے شام تک نہ کرتے تھے صبح سے بڑے بڑے مقدمات کی تجویز لکھتے اور شرع کے مقدمات مین عربی کتابون سے سند نکالتے اور ترجمہ کرنے مین مشغول رہتے تھے۔ پھر کچہری جاتے تھے کبھی ایک منٹ کی دیر نہین ہوئی ٹھیک وقت پر پہونچے۔ کچہری سے اکثر کراسویٹہ گرلز ہائے اسکول جاتے اور وہان سے آکر تجویز لکھتے۔ ورنہ کچہری سے آکر اور تھوڑی دیر سستا کر مقدمات کا کام شروع کر دیتے۔ شب مین بھی کام کرتے تھے لیکن بہت کم بعض شرعی فیصلون کے لکھنے مین کئی کئی مہینے صرف ہوئے۔

عدالت ہائی کورٹ کی بنچ پر مزاج

یہ اکثر مینے سُنا ہے مجھے خود کبھی مولانا کی اجلاس بلکہ ہائیکورٹ الہ آباد مین بحیثیت بیرسٹر کے جانیکا اتفاق نہین ہوا کہ مولانا کا مزاج کبھی اجلاس مین چڑچڑا نہین ہوتا تھا۔ تہذیب واخلاق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا تھا اکثر ججون کا یہ حال ہوتا ہے کہ

بعد لنچ یعنے سہ پہر کے کھلنے کے وہ شگفتگی مزاج مین نہین رہتی جو قبل از لنچ ہوتی ہے۔ طبیعت ہاتھ سے نکلی جاتی ہے۔ بات بات پر الجھتے ہین۔ درتیوری چڑھاتے ہین اچھی طرح بات نہین کرتے۔ مولانا کی حالت یکسان ہوتی تھی اجلاس کی ابتداء سے انتہا تک وہی کیفیت چڑچڑا پن کیسا وہی تہذیب وہی اخلاق وہی خندان پیشانی ایک سی حالت رہتی تھی جونیر سینیر انگریز ہندوستانی کسے باشد اجلاس مین سب برابر سب کی بحث سُننا سب کو معقول جوابدینا سب کے جواب سُننا کسی کو بدتہذیبی بلکہ ذرہ برابر ترشی سے جواب نہ دینا یہ شعار تھا۔ مینے ایک مرتبہ کرامت حسین صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کو اجلاس مین غصہ کیون نہین آتا۔ فرمایا جسکی زبان قانون ہو اوسکو کیون غصہ آئے۔ جیسا قبل اس کے بیان کیا ہی ہندوستان کی بدنصیبی سے جسٹس کرامت حسین صاحب کا تقرر بعض کو گوارا نہ تھا لیکن اونکے قانونی کمال اور حکیمانہ دلکش برتاؤنے جو بیرسٹرون اور وکیلون کے ساتھ عدالت مین تھا سب کو تسلیم کرادیا کہ وہ ہر طرح سے اس عہدۂ جلیلہ کے لیے موزون تھے وہی حضرات جو تقرر کے وقت دلشاد نہ تھے بعد سبکدوش ہونے کے اکثر فرماتے تھے کہ ایسا جج اب نہ آویگا۔

ججی سے سبکدوش ہوتے ہین

ججی سے سبکدوش ہوتے وقت ذیل کی تقریرین ہوئین جو انگریزی اجلاس سے ترجمہ ہونے کے بعد تحریر کیجاتی ہین

ترجمہ از اخبار لیڈر الہ آباد مورخہ ۱۴ جون ۱۹ یوم یکشنبہ

منجانب اراکین قانون پیشہ مسٹر جسٹس کرامت حسین صاحب کے

حضور مین ایڈریس

کل ایک بڑا ہجوم قانون پیشہ حضرات اور وکلا اور بعض عمال ہائیکورٹ کا کمرہ اجلاس نمبر ا مین تھا کیونکہ بہ حیثیت جج ہائیکورٹ مسٹر جسٹس کرامت حسین صاحب کو عدالت کی کرسی پر جلوہ فرما ہونے کا یہی سب سے آخر دن تھا ٹھیک ۱۱ بجے دن کو ہائیکورٹ کے تمام صاحبان جج بھی عدالت کی کرسیون پر رونق افروز تھے۔

اسوقت مسٹر ڈبلو والک نے منجانب اراکین مجلس قانون پیشہ یہ فرمایا ۔ عالی مرتبت معلے القاب مسٹر جسٹس کرامت حسین صاحب۔ قریب ساڑھے چار سال ہوئے کہ حضور والا اس عدالت کی کرسی پر متمکن ہوئے تھے اسوقت یہ امر الہ آباد کے اراکین مجلس قانون پیشہ کے بیحد مسرت کا باعث ہوا تھا حضور والا سالہا سال تک ہم لوگون کے محبت خاص اور الہ آباد کے قانون پیشہ اراکین کی لائبریری کے ایک ممتاز رکن رہے۔ علاوہ اوس مسلمہ قابلیت کے جو بحیثیت ایک قانون دان کے حضور والا کو حاصل ہے۔ حضور والا ایک بہت بڑے عالم علوم مشرقیہ بھی مشہور ہین اور حضور والا کی ان قابلیتون سے صاحبان جج اور حضور والا کے موکلون کو بڑی مدد ملتی تھی خصوصًا جب کبھی اصل ماخذ کے معنے حل کرنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ ہم لوگون کو حضور والا سے

بحیثیت جج مختنتی۔ متحمل منصف اور خلیق ہونے کی امید تھی اور ہم لوگون نے حضور والا کو ایسا ہی پایا۔

وہ خوشگوار تعلقات جو سالہا سال سے عدالت اور وکلامین قائم تھے انکو حضور والا نے ہمیشہ برقرار رکھا۔ججی کی کرسی پر حضور والا کی تقرری کا خیر مقدم ہم لوگون نے دلی مبارکباد سے کیا تھا اور آج دلی رنج کے ساتھ ہم لوگ حضور والا سے رخصت ہوتے ہین۔ہم لوگون کی یہ تمنا ہے کہ حضور والا سالہا سال تک شادمان وکامیاب رہین۔ہم لوگ اس سے واقف ہین کہ حضور والا امور خیر اور تعلیم کی ترقی مین اپنا وقت صرف فرمائین گے کیونکہ حضور والا نے پیشتر بھی بہت کچھ خدمات کیے ہین۔

مین منجانب ارکین مجلس قانون پیشہ الہ آباد حضور والا کی خدمت مین ملتجی ہون کہ حضور والا یہ ہدیۂ محقر ہم لوگون کی طرف سے اخلاص وتعظیم کی یادگار مین قبول فرمائین۔

بعد ازان ایک نقرئی پھولدان انکی (سید کرامت حسین صاحب کی) خدمت مین پیش کیا گیا۔

مجلس وکلا کی جانب سے آنریبل ڈاکٹر سندر لال نے مخاطب کرکے فرمایا

حضور عالی مسٹر جسٹس کرامت حسین صاحب۔

چونکہ یہ آخری موقع ہے کہ ہملوگ حضور والا کو بحیثیت ایک جج عدالت ہائیکورٹ مخاطب کرکے عرض کرتے ہین لہذا جس عنوان سے حضور والا نے اپنے اس منصب عالی کے فرائض انجام دیے اسکی قدردانی مین مجلس وکلا کی جانب سے صرف چند الفاظ پیش کرنا بے محل نہوگا۔جیساکہ مسٹر والک نے ابھی بیان فرمایا ہے کہ حضور والا کی عہدہ ججی کی تقرری پر دلی مسرت سے ہم لوگون نے خیر مقدم کیا

تھا اور آج رنج کے ساتھ حضور والا سے جدا ہوتے ہین۔ ہم کو بلا پس و پیش کہنا پڑتا ہے کہ جمی کے عہدہ پر حضور والا کے خدمات کی تعریف اس بارے مین کیجاتی ہے کہ حضور والا نے خلق عمیم اور باوقار تحمل اور شدید انہماک سے اپنے فرائض کو انجام دیا۔ عربی و اصول قانون و فقہ و شرع محمدی مین حضور والا کے تبحر علمی سے جسکے بیشمار خزائن آج بھی زبان عربی مین محفوظ ہین ہمیشہ اس عدالت کے کامون مین بہت معقول مدد ملی اور ہمیشہ وہ قضایائے مشکل حل ہوتے رہے جو وقتاً فوقتاً پیش آئے باہمہ گرمتخاصمین مین بہترین طریقہ سے حضور والا نے معدلت گستری فرمائی۔ کبھی کبھی ہم لوگون کو حضور والا کے فیصلہ سے اتفاق رہا یا نہ رہا ہو مگر حضور نے ہمیشہ ہم لوگون کے عزت و احترام کو ملحوظ رکھا۔

حضور والا کی مدت خدمت کے لیے یہ امر شدنی تھا کہ مختصر ہو۔ ہم لوگون کی یہ دعا ہے اور یہی تمنا ہے کہ حضور والا فراغت و اطمینان سے سالہا سال بسر فرمائین۔ خدا کرے کہ حضور والا کی عمر اتنی دراز ہو کہ تا حد امکان حضور والا مادر ہند کی خدمت اور تعلیمی مقصد کے حصول مین اپنا وقت صرف فرمائین ہم لوگ اپنے اخلاص اور تعظیم کے یادگار کے طریق پر حضور والا کے عنایت آمیز شرف قبولیت کی تمنا مین یہ ناچیز تحفہ پیش کرتے ہین۔

اسکے بعد ایک نقرئی طاس معہ ایک نقرئی قلمدان کے جج صاحب ممدوح کی خدمت مین پیش کیا گیا۔

مسٹر جسٹس کرامت حسین صاحب نے جن پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ بہت متاثر ہین جواب مین یہ ارشاد فرمایا۔

مسٹر دالکہ۔ ڈاکٹر سندر لال و دیگر حضرات قانون پیشہ "حقیقتاً یہ آپ حضرات

کی خالص نیکدلی کا باعث ہے کہ آپ لوگون نے اپنے عنایت آمیز جذبات کے ظاہر کرنے کی زحمت فرمائی - جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اسکا مجھ پر بہت بڑا اثر پڑا ہی اور اوسکے لیے مین بیحد ممنون ہون -

مین آپ کو یقین دلاتا ہون کہ میرے فرائض کے انجام دینے مین جو قابل قدر مدد آپ نے فرمائی ہے اور جس فیاضانہ طور پر آپ نے میری فروگذاشتونکو نظر انداز فرمایا ہے اسکو مین یاد رکھونگا - یہ آپ کو معلوم ہے کہ عدالت گستری ایک اعلے ترین ہمدردی خلائق ہے اور چونکہ آپ بالمشافہ ہمین مدد دیتے ہین اسلیے آپ کا پیشہ دنیا کے اشرف پیشون مین سے ایک پیشہ ہے جتنا ہی آپ بہتر طریقہ پر اپنے فرائض کے ادا کرنے مین متوجہ ہونگے اتنا ہی زیادہ فائدہ آپ خلق اللہ کو پہنچائنگے کسی فرد واحد کی شان مین بلا کسی تعریف کے مینے یہ کہا ہے کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ جس جماعت قانون پیشہ سے آپ کا تعلق ہے وہ ہندوستان مین کسی ایسی جماعت سے گھٹ کر نہین ہے -

جو نفیس تحفے آپ نے مجھے اسقدر فیاضی سے مرحمت فرمائے ہین انکی نہایت قدر میرے دل مین ہے - مین اپنے گھر پر ان تحفون کو ایک موزون جگہ پر رکھونگا اور جس مہتم بالشان عنایت سے یہ دیے گئے ہین انکی ہمہ وقت تازہ یاد ان سے ہوا کریگی - اس دعا کے ساتھ کہ انسان کے لیے جو تمام برکتین ممکن ہین وہ آپ کو نصیب ہون مین آپ سے وداع ہوتا ہون - اسکے بعد جسٹس سید کرامت حسین صاحب نے اپنے ہم جلیس جج صاحبان سے ہاتھ ملایا اور عدالت سے رخصت ہو گئے -

ہائیکورٹ کی ججی سے سُبکدوش ہونے کے بعد کے حالات

ہائی کورٹ کی ججی سے سبکدوش ہونے کے بعد کے حالات مجملاً حسب ذیل ہین۔

سید کرامت حسین صاحب ججی کا چارج دیکر لکھنؤ تشریف لائے اور حسب معمول میری ہی کوٹھی پر قیام کیا تین چار ماہ قیام کے بعد کچھ دنون قیصر باغ مین رہے اور پھر سید علے اوسط صاحب بارسٹر کے پھوس والے بنگلہ مین بکرایہ رہنا شروع کیا۔ ہائیکورٹ کی ججی سے سبکدوش ہونے کے بعد آپ کسب معاش مین بہت کم وقت صرف کرتے تھے ہان اگر کوئی پانسو روپیہ دیتا تو مقدمات قانونی مین راے دیتے تھے باقی سب وقت تعلیم نسوان مین (جسکو وہ اپنے نزدیک بندگان الہی کے نفع رسانی کا ایک بہترین طریقہ سمجھتے تھے) صرف کرتے تھے۔ قریب قریب روزانہ میرے یہان تشریف لاتے تھے لیکن تھوڑی دیر ٹھہرتے تھے کہ اُنکے کامون مین فرق نہ آے سال کے چار ماہ موسم بارش مین کوئٹہ ملک بلوچستان تشریف لیجاتے تھے وہان مشفقی امداد علے صاحب مولانا کی صحبت سے مستفیض ہوتے تھے ایک سال الموڑہ پہاڑ جاکر کچھ دنون جناب نواب شاہ زمان مرزا صاحب عرف اکھن صاحب کے ساتھ رہے بعد ازان دوسری کوٹھی کنٹونمنٹ مین بمقام الموڑہ جداگانہ کرایہ پر لی اور وسط اکتوبر تک قیام پذیر رہے جناب نواب شاہ زمان مرزا صاحب ساکن چولکھی تحریر فرماتے ہین

آخر ماہ جون یا شروع ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۶ع مین جناب مولانا سید کرامت حسین صاحب قبلہ الموڑہ تشریف لے گئے اور جس بنگلہ مین مین مقیم تھا قیام فرمایا مین فخر کرتا ہون کہ میرے مہمان ہوئے۔ وہان مولانا کے مقلد بھی تھے۔ چنانچہ (پنڈت جوالا دت) جوشی جنکو مولانا نے اپنا دوست فرمایا ہی۔ الموڑہ کے متوطن ہین۔ مجھ سے دریافت فرمایا کہ جوشی آجکل یہان ہین یا نہین بعد دریافت معلوم ہوا کہ الموڑہ مین نہین ہین۔ جناب مولانا کی تشریف آوری کی خبر ہمارے جناب سید آل محمد صاحب قبلہ کے خط سے ہو چکی تھی اور مینے مولانا کی تشریف آوری کی خبر مشہور کردی تھی جو سنتا تھا وہ شاد ہو جاتا تھا۔ تمام اہل الموڑہ مشتاق تھے جناب مولانا کے تشریف لاتے ہی سب صاحبان کو معلوم ہو گیا قریب ۴ بجے شام کے جناب مولانا میرے بنگلہ مین تشریف لائے ابھی اچھی طرح اسباب وغیرہ اپنی اپنی جگہ نہین رکھا گیا تھا کہ حضرات الموڑہ زیارت کو آنا شروع ہو گئے حقیقت مین حضرات الموڑہ جنسے میری مراد ہے وہ سب صاحب اہل ہنود ہین مگر اس خلوص سے تشریف لائے کہ مجکو تعجب ہوا کہ ان حضرات پر مولانا کا اسقدر سکہ جما ہوا ہے خلاصہ یہ کہ ہمیشہ سب صاحبان تشریف لاتے رہے اور مولانا بھی بعض بعض حضرات کے یہان بازدید کو تشریف لے گئے۔ جوشی صاحب کے صاحبزادے وکالت کا امتحان دینے کے واسطے جناب مولانا سے قانون روزانہ قریب دوپہر کے پڑھتے تھے اس درمیان مین مولانا سے انجمن مین سالانہ جلسہ کے واسطے اسپیچ کا وعدہ ہوا۔ جناب مولانا نے ۱۱ جولائی سنہ ۱۹۱۶ع کو پبلک کتب خانہ مین تشریف لیجاکر اسپیچ دی --- اوس روز تمام شہر کے طالب علم اور وکلا و رئوسا اور مسافر و مریض جو قابل شرکت تھے سب جمع ہوے بہت بڑا مجمع تھا

دو حضرات قابل ذکر ہین ایک صاحب امریکن جنھون نے اپنا مذہب ہندو
اختیار کیلہے اور ایک صاحب بنگالی وہ بھی اپنی تمام جائداد منقولہ و
غیر منقولہ چھوڑ کر فقیر ہو گئے ہین تشریف رکھتے تھے۔ بعد برخاست جلسہ
سب صاحب جناب مولانا صاحب کی غلبیت مین اس درجہ معرف تھے
کہ قابل بیان نہین بار بار مجھ سے ارشاد فرمایا کہ باعث فخر ہوگا اگر آپ جناب
مولانا صاحب کو ہمارے کلب کا ممبر کر دین۔ مولانا کا مین اس قدر
مزاج دان ہو گیا تھا کہ اس قلیل عرصۂ قیام مین مجکو جرائت گذارش کی نہین
ہوئی میری بدقسمتی تھی کہ جناب مولانا نے فرمایا کہ یہ بنگلہ شاہراہ پر ہے دوسرا
بنگلہ تلاش کیجیے وہان اُٹھ جائین مینے عرض کیا کہ جیسا مناسب ہو دوسرے
روز سے بنگلہ تلاش کرنے لگے یہانتک کہ اپنے دوست سے فرمایا کہ علیحدہ
بنگلہ کوئی بتاؤ اونھون نے اپنا باغ جو قریب ۲ یا ۳ میل کے تجویز کیا جناب
مولانا اوس باغ کو دیکھکر بہت خوش تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ اپ کل چلدے بنگلہ
طے ہو گیا ہے اور پتہ بتایا مین نے فاصلہ جب سُنا تو نہایت پریشان ہوا
مولانا کی ہمراہی چھوڑنا بھی دشوار ہے اور جاتا ہون تو سخت مشکل ہے کہ
بحیثیت مریض جیسا آتا رہونگا ہون امسال بھی آیا ہون وہان ڈاکٹر دوا
وغیرہ پہوچنا امکان سے باہر ہے کیا کرون مگر مولانا صاحب سے کب
کوئی امر پوشیدہ کر سکتا تھا فوراً میرا بشرہ دیکھتے ہی فرمایا کہ آپ کو نا منظور
ہے خلاصہ یہ کہ مجبوراً مجکو گذارش کرنا پڑا کہ بوجہ علالت کے یہ عذر ہے
ورنہ معاذ اللہ آپ کی ہمراہی مین کوئی پس و پیش ہو سکتا ہے۔ اس عرصہ
مین اور حضرات تشریف لے آئے یہ ذکر ملتوی ہو گیا۔ ایک روز جناب مولانا
جوشی صاحب سے فرما کر تشریف لائے کہ ایک گھوڑا دس بجے کل بھیجدیجے گا

تا کہ بنگلہ و باغ دیکھ لوں وہ دوسرے دن وقت پر آیا جناب تشریف لے
گئے اور سر شام تشریف لائے اس درجہ گھوڑے کی سواری میں خستہ
ہو گئے تھے کہ بالاخانہ پر تشریف لانا بار گذرا خاصہ تیار تھا منبر پر تشریف
لائے اور سکوت میں عرصہ تک بیٹھے رہے میں نے کوئی پانچ گرین پیش کی
نوش فرمائی اور فرمایا کہ قریب ۲۰ سال کے گذرا کہ گھوڑے کی سواری ترک کی
تھی۔ مگر مولانا کو گھوڑے پر سوار دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ مولانا مشاق
نہیں ہیں اور شہ سواری کا تو ذکر اس جگہ زائد ہوگا

اس درمیان میں ایک مرتبہ جناب پنڈت کشن نرائن صاحب دیکھنے کو
تشریف لے گئے تھے میں بھی ہمراہ تھا۔ کلب میں سالانہ گارڈن پارٹی ہوئی
تھی۔ مولانا صاحب تشریف لے گئے تھے آم بھی نوش فرمائے۔ مگر دوسرا
بنگلہ ضرور لیا وہ کنٹونمنٹ میں تھا تشریف لے گئے۔

میں بحیثیت مریض کے وہاں قیام نہیں کر سکتا تھا کہ حکم ہو گیا تھا کہ مریض
کو کنٹونمنٹ میں بنگلہ نہ دیا جائے۔ ایک مرتبہ پلاؤ اور میٹھے چاول پکائے
اور میرے نام سے دعوت فرمائی جس میں ڈپٹی صاحبان اور مرزا امام علی بیگ
صاحب پنشنر تحصیلدار متوطن الموڑہ بھی شریک ہوئے۔ پلاؤ و میٹھے کی لذت
کیا عرض کر سکتا ہوں۔ اکتوبر تک قیام فرمایا۔ جب تشریف لائے تو اہل الموڑہ
نے نہایت خوشی کے ساتھ رخصتی کی گارڈن پارٹی دی اس درمیان میں
دو دفعہ مسلمانوں کے کلب میں بھی اسپیچ فرمائی۔ رخصتی کے روز سب صاحبان
رخصت کرنے آئے اور سب کو جناب مولانا کے تشریف لیجانے کا افسوس
ہوا۔ آپ کا ملازم واجد ہمراہ گیا تھا وہ اچھی روٹی نہ پکا سکتا تھا میرے ساتھ جو ملازم تھا
وہ بھی مولانا کے پسند کے موافق روٹی نہیں پکا سکتا تھا اور گندم کھانا ہوا

مقصود تھا تو یہ تدبیر نکالی کہ گندم کو جوش دیکر نمک سے وہ مسلم گندم نوش فرماتے تھے۔ بوجہ رحم دلی کے ملازم پر سختی نہین فرمائی اور اسی طرح گندم کو نوش فرماتے رہے آرد گندم کو ترک فرمایا۔

پہلی سالگرہ اسٹوڈینٹس کلچر ایسوسیئشن واقع الموڑہ - ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ع پبلک لائبریری ہال مین منعقد ہوئی جناب مولوی سید[1] کرامت حسین صاحب پریسیڈنٹ مقرر ہوئے

---

[1] مشفقی پنڈت بشن نرائن در بھی مدعو کئے گئے وہ اس زمانہ مین نینی تال مین تھے اونھون نے جو خط سکرٹر صاحب جلسہ کے نام لکھا اوسکا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

نینی تال
۹ جولائی ۱۹۱۲ع

میرے عزیز صاحب

مجکو یہ سنکر بہت خوشی ہوئی کہ آپ ۱۱ ماہ حال کو اپنے انجمن کی سالگرہ کرنیوالے ہین۔ یہ میرے واسطے افسوس اور مایوسی کا مقام ہے کہ مین یہان ہون اور ۱۱ تاریخ کو مین آپ کے ساتھ شریک نہوسکون گا۔ لیکن میری ممتاز ہمدردیان اور اچھی خواہشین آپ صاحبان کے ساتھ ہین جوکہ ایک اچھے اور مفید کام کرنے مین مصروف ہین۔ مین ہمیشہ اپنے نوجوانون کی ترقی کے کامون مین بہت بڑی دلچسپی لیتا ہون۔ آپ کی انجمن اس کام کے واسطے بہت ہی مفید ہے۔ ہر چیز جوکہ ہندوستانی نوجوانون کو اخلاقی اور دماغی ترقی کی ترغیب دلاتی ہے اور باہمی اتفاق میل و ملت کی قدر سکھاتی ہے اسکا خیر مقدم ہر ایک صحیح الخیال آدمی کریگا الموڑہ کے نوجوانونکی یہ سعی با ممبرونکی ہمدردی اور امداد کی طالب ہے۔ آپ اپنا کام خاموشی صبر سرگرمی سے انجام دین مین آپ کو یقین دلاتا ہون کہ یہ تخم جو آپ نے بویا ہے آپ کے تمام پبلک کے واسطے بہت اچھے نتائج کا حاصل ہوگا۔ آپ کا اچھا اثر پھیلے گا اور دوسرون کو آمادہ کریگا اور اس طرح پر آپکی مثال ہمارے تمام ضلع کے طلباء کے لیے آئندہ نمایدہ روشنی ثابت ہوگی مین آپ کے اس نیک کام کیواسطے دعا کرتا ہون اور آپکی دعوت کا مکرر شکریہ ادا کرتا ہون۔

آپ کا محب صادق بشن نرائن در

اور انگریزی مین تقریر فرمائی۔ جسکا ترجمہ حسب ذیل ہے۔
یہ آپ کی بڑی عنایت ہے کہ آپ نے مجکو مدعو کیا اور مجکو اس بات کا موقع دیا کہ مین آپ سے اپنے خیال کا اظہار کر سکون۔ مین آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہون۔ اس انجمن کے اغراض و مقاصد جیسا کہ پہلی رپورٹ مین بیان کیا گیا۔ ذاتی ترقی کے لیے ہین۔ یہ ایک قابل ستائش مقصد ہے کیونکہ ہر فرد کی ترقی فرقہ کی ترقی ہے آپ کا منشا بحیثیت طلبا اپنے تئین ترقی دینا ہے اگر ایسا ہے تو ترقی کے خیال کے ساتھ صحیح الرائے صحیح الجسم اخلاق اور اوصاف اعلیٰ کا خیال مثل سرشت ثانی کے ہونا لابد ہے تاکہ آپ لوگ ایک اچھی۔ پاک۔ سادی۔ اور فائدہ بخش زندگی حالت متفقہ مین بسر کر سکین۔ اور مین جرائت سے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ اس مقصد سے حاصل کرنے کے واسطے ہر ممبر انجمن کو چاہیے کہ اپنی تندرستی قائم رکھنے کے قوانین اور نوع انسانی کے دماغی و جسمانی ترقی کے قوانین سیکھے۔ اسکو عنصر علم اخلاق بھی جاننا ضروری ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ اسکو عناصر علم تشریح بدن۔ علم النفس علم صحت اور علم الاخلاق حاصل کرنا چاہئین مین خیال کرتا ہون کہ ان علوم کا دارومدار انسانی زندگی پر ہے۔ علم الاخلاق کی نسبت مین آپ کی توجہ ایک بہت بڑے امریکن علم ملت کے ماہر کی طرف مبذول کرتا ہون جیسے علم طب کا کام بیماریون کا دفع کرنا اور تندرستی کا بحال رکھنا ہے اُسی طرح سے علم الاخلاق کا کام غلطیون کی بیخکنی اور سچ قائم کرنا ہے اوسکو صحیح طور کے یقین ہو گیا ہے کہ افلاس بیکاری بدی۔ اور جرم جس سے تمام مخلوق نالان ہے غلطی سے ہوتی ہین میرا ذاتی مدت دراز کا تجربہ یہ ہے کہ ایسے شخص کی سعی

جو کہ علم الاخلاق سے بالکل بے بہرہ ہو در شوشل اصلاح مین کوشش کرے
مثل ایسے آدمی کی کوشش کے ہے جو کہ تمام اُن علوم سے ناواقف ہو
جنکا جاننا ایک ڈاکٹر کے واسطے لازم ہے اور وہ شخص کسی مہلک بیماری کا
علاج کرے۔ آپ کے انجمن کے ہر ممبر کو صرف علم کے بنیادی اصول جاننے
پر اکتفا نہ کرنا چاہیے۔ جیسا کہ مین نے بیان کیا۔ بلکہ اسکو حتی الوسع اپنے علم کے
مطابق کام مین لانا چاہیے کیونکہ علم بے عمل جیسا کہ ایک عرب نے کہا ہے
مثل درخت بے ثمر کے ہے۔ دوسرون کو لازم ہے آپ لوگون مین سے
ہر ایک کو کسب علم مین علوم مذکورہ کے اصولون مین مدد دین اور آپ اپنی روزانہ
زندگی مین انکو عملی صورت مین لائین۔ آپ مین سے ہر ایک کا فرض ہے
کہ دوسرون کو دکھین کہ وہ راستبازی سے منزل مقصود تک پہونچنے کیلیے
کوشان ہین۔ آپ کے مضامین مباحث ان باتون پر مبنی ہونا چاہئین مین
بلا شک یہ کہہ سکتا ہون کہ یہ آپ کے واسطے بہت بہتر ہوگا کہ آپ اور تمام
باتون کو اپنے اغراض و مقاصد سے بالکل علیحدہ رکھین۔ علاوہ مقامی اشخاص
عقد وحل کے آپ کا فرض ہے کہ آپ عملی حیثیت مین سربرآوردہ ہنود کی ہمدردی کو
بھی جگہہ دین۔ میرے معزز دوست پنڈت جوالادت جوشی جو کہ اخلاق و نیکی
کا پتلا ہین انکو بھی آپ اس انجمن مین شریک کرین۔ ڈاکٹر سندرلال صاحب جو کہ
اس صوبہ کے بہت نامور اشخاص مین سے ہین اونسے بھی آپ لوگ استدعا
کرین کہ وہ آپ کے مربی ہون۔ انکا علم ذخار اور وسیع تجربہ آپ کے لیے
نعمت غیر مترقبہ ہوگا مین معافی چاہتا ہون کہ مین نے آپ لوگون کا بہت
وقت صرف کیا۔ اور دعا کرتا ہون کہ آپ کی کوشش بارور ہو۔
لکھنؤ مین جب تک رہتے روزانہ مسلم گرلز اسکول مین صبح ۹ بجے سے ۱۰ تک

بالالتزام تشریف لیجاتے تھے اور جب ضرورت ہو تو دو وقت یعنے شام کو بھی لڑکیون کو اسکول مین قرآن مجید کا ترجمہ اور مختصر تفسیر پڑھاتے اور لکھواتے اور وہان کے انتظامی معاملات کی نگرانی فرماتے تھے لکھنؤ کے ہشت ماہہ قیام مین تصنیف کی فرصت کم ملتی تھی کیونکہ بعض طلبا کو قانون بعض کو انگریزی فلسفہ بعض کو عربی ادب اور حدیث وغیرہ پڑھاتے تھے اور آنے جانیوالون سے ملاقات مین وقت صرف ہوجاتا تھا بعض ضرورتون سے کبھی کبھی الہ آباد تشریف لے جاتے تھے اسلیے کہ یونیورسٹی کے فیلو اور سنڈیکیٹ اور سینیٹ کے ممبر اور تھوڑے عرصہ تک لوکل گورنمنٹ کی کونسل کے ممبر تھے۔ تصانیف کا کام کوئٹہ اور پہاڑ پر زیادہ کرتے تھے لیکن مادہ تصانیف یعنی عبارات کتب منقول عنہ یہان سے ساتھ لے جاتے اور آٹھ ماہ یہان کے قیام مین اون کے مسودات صاف کئے جاتے تھے یا اون کے طبع مین وقت صرف ہوتا تھا ججی سے علیحدہ ہونے کے بعد رحلت کے وقت تک جو قابل الذکر کام ہوا وہ فقہ اللسان کا طبع ہونا ہے جو مولانا کی عظیم الشان تصنیف ہے مین نے بلیغ کوشش کر کے رائے بہادر منشی پراگ نرائن صاحب مالک مطبع اودھ اخبار سے اوسکے چھاپ دینے کا وعدہ لیا اور منشی صاحب نے اسکو ایفاء کیا مین منشی صاحب کا شکرگذار ہون اور سید کرامت حسین صاحب نے اونکا شکریہ خاتمۂ کتاب مین لکھا ہے۔

آخر ساڑھے چار سال مین مولانا نے جو تصانیف فرمائے وہ حسب ذیل ہین۔ مسئلہ عقار۔ فقہ اللسان کی تکمیل۔ المقدمہ کا دوسرا ایڈیشن تیار کرنا۔ المرأ ایک مبسوط کتاب حالات نسوانی پر۔ حالات جناب امام حسین علیہ السلام حالات جناب امیر المومنین علیہ السلام۔ تاریخ جناب سیدہ صلواۃ اللہ

جو چھپ چکی تھی اُس کی تکمیل۔ رسالہ امورِ عامہ کی تکمیل۔ ان کتب مین مولانا نے معتدبہ اضافہ کر کے نہایت مفید اور کار آمد بنا دیا۔

انجمن العامل

مولانا کی تحریک سے ایک انجمن سنہ ۱۹۱۶ء مین نواب سجاد علیخانصاحب عرف اچھن صاحب۔ مرزا بہادر مرزا محمد عباس صاحب رئیس اعظم شہر لکھنؤ و سابق ڈپٹی کمشنر کے نواسے نے انجمن العامل قائم کی اور نواب صاحب کی استدعا پر مولانا انجمن کی سرپرستی قبول فرمائی اور وہ بھی اس شرط پر کہ ہر ہفتہ مین یکشنبہ کو سہ پہر کو آغا حیدر صاحب مرحوم کے امام باڑہ مین کسی خاص مضمون پر جو مسلمانون کو بالخصوص نافع ہو لکچر دین چنانچہ مولانا نے کئی لکچر دیے لیکن افسوس کہ کوئٹہ سے واپس تشریف لانے پر رحلت کے وقت تک کوئی لکچر نہ دے سکے ورنہ جب سے انجمن قائم ہوئی تھی اسوقت سے کوئٹہ تشریف لے جانے تک کوئی ہفتہ ناغہ نہین کیا وقت کی ایسی پابندی تھی کہ چند منٹ کی بھی تاخیر نہین ہوتی تھی اور نہ سامعین کی کثرت و قلت کی پروا تھی۔ انجمن "العامل" کا دستور العمل حسب ذیل ہے

دستور العمل

(۱) اس انجمن کا نام "العامل" افراد کاسبہ بنانیوالی انجمن ہوگا۔

(۲) اس انجمن کی غرض شیعون کو افراد کاسبہ بنانا ہے۔

(۳) اسکا صدر مقام وکٹوریہ اسٹریٹ نمبر ۱۶۰ ہوگا۔

(۴) ہر وہ شخص جو کم سے کم ایک شیعہ فرد کو کاسب بنائے اسکا رکن ہوگا ایسے رکن کا فرض ہوگا کہ جب فرد کاسب بنائے سکرٹری انجمن ہذا کو اطلاع دے

۵- اس انجمن کے لیے ایک مجلس انتظامی ہوگی جسمین ایک صدر انجمن دو نائب صدر انجمن ایک سکرٹری اور نو ممبر ہونگے۔
۶- ممبرون کا انتخاب مجلس انتظامی کے سالانہ اجلاس عام انجمن مین ہوگا۔
۷- سالانہ اجلاس کی اطلاع تحریری کم از کم ایک ماہ پہلے دیجائیگی۔
۸- پندرہ کا کورم ہوگا (اجلاس عام انجمن)
۹- سب کارروائی کثرت رائے سے ہوگی۔
۱۰- مجلس انتظامی کم سے کم سال مین چار مرتبہ اجلاس کریگی۔
۱۱- ہر اجلاس کی اطلاع پندرہ دن پہلے دیجائیگی۔
۱۲- پانچ کا کورم ہوگا (مجلس انتظامی)
۱۳- اگر کورم پورا نہ ہو تو جلسہ ملتوی ہوگا۔ ملتوی شدہ جلسہ مین کورم کا لحاظ نہ کیا جائے گا۔
۱۴- سب کارروائی کثرت رائے سے ہوگی۔
۱۵- اگر مختلف فیہ مین رائے دہندہ ممبرون کی تعداد دونون جانب برابر ہو تو جسطرف صدر انجمن ہون اس گروہ کی رائے کثرت رائے کا حکم رکھے گی۔
۱۶- انجمن اور مجلس انتظامی کی کارروائی درج رجسٹر ہوگی۔
۱۷- انجمن کو اپنے قاعدہ کی ترمیم و تبدیل کا اختیار ہوگا۔
۱۸- کسی ممبر کا نام رجسٹر سے خارج کر دینے کا اختیار مجلس انتظامی کو ہوگا اور وجہ بیان کرنیکی ضرورت نہ ہوگی۔
۱۹- ہر ممبر کو پوری کوشش کرنا چاہیئے کہ سال کے اندر فرد کا سبب بنا دے۔
۲۰- تمام ضروری مراسلت سکرٹری انجمن سے کرنا چاہیئے۔

علماء لکھنؤ کی انجمن

مولانا کو یہ خیال زمانہ قیام لکھنؤ مین اکثر رہا کرتا تھا کہ اگر علماء لکھنؤ اور چند طلباء کی ایک انجمن ماہانہ یا ہفتہ وار قائم ہو جائے جسمین وہ خود ان اعتراضون کو بیان کرین جو جدید سائنس کی رو سے اسلام پر ہوتے ہین اور بعد مین سب ممبر ملکر ایک ایسی کتاب بنائین جس سے اعتراضون کا دفعیہ ہو جائے لیکن افسوس یہ آرزو اُن کی پوری نہ ہوئی۔

علماء کی عزت

منجملہ تمام تمناؤن کی انکی ایک تمنا یہ بھی تھی کہ علماء کی حقیقی عزت عوام الناس مین قائم ہو جائے اور اسکے واسطے انھون نے بہترین تدبیر یہ سوچی تھی کہ تمام معاملات شریعت کا فیصلہ علماء کے ہاتھ مین دیا جائے اور علماء کو کسب معیشت سے فارغ البال کر دیا جاے اور انکے احکام کو گورنمنٹ خود نافذ کرا دیا کرے۔ افسوس اسکی کوشش شروع ہونے سے پہلے داعی اجل کو لبیک کہنا پڑی۔

باب پنجم

تعلیم نسوان

ہائی کورٹ کی ججی سے سبکدوش ہونے کے بعد سید کرامت حسین صاحب نے الہ آباد چھوڑ کر لکھنؤ مین قیام کیا اور اپنا تمام وقت مسلم گرلز اسکول لکھنؤ کی خدمت و ترقی مین صرف کرتے تھے نہ طلب شہرت تھی نہ حب جاہ نہ امید صلہ۔

تعلیم نسوان کا ابتدائی خیال

تعلیم نسوان کے خیال کی ابتدا لندن پہونچنے سے ہوئی ۱۸۸۶ء مین سید کرامت حسین صاحب جب وہان پہونچے بہترین صحبتون مین شریک ہوے اور میمون سے ملے تب اونکو یہ خیال شروع ہوا کہ ہندوستان کی ترقی کے لیے عورتون کی تعلیم و تربیت بہت ضروری ہے اُنکے معاصر یعنی سید علی امام[1] صاحب مظہر الحق[2] صاحب ڈاکٹر ماشاء اللہ[3] خانصاحب ڈاکٹر عبد الرحیم صاحب وغیرہ لندن مین

[1] مشفقی سر سید علی امام سابق لا ممبر (مشیر قانونی) کونسل گورنر جنرل بہادر

[2] مشہور بیرسٹر ایٹ لا پٹنہ۔

[3] سول سرجن ساکن آگرہ محلہ گلاب خانہ۔

تھے اونسے گفتگو اور بحث کر کے چاہتے تھے کہ ایک انجمن تعلیم نسوان کے لیے
مقرر ہو اوسکے قواعد بھی مرتب کر کے طبع کرا لیے تھے مگر جب ایک جلسہ مین
وہ قواعد منظوری کے لیے پیش ہوے تب سید علی امام صاحب نے یہ تقریر
فرمائی کہ جو کچھ انجمن کو کرنا ہو گا وہ ہندوستان مین کرنا ہو گا یہان لندن مین انجمن
کرنا اور اوسکے قواعد بنانا بیش از وقت اور فضول ہے۔ حاضرین پر اس تقریر کا
یہ اثر ہوا کہ انجمن نہ بنی۔
جب کرامت حسین صاحب نے الہ آباد مین بیرسٹری شروع کی تب تعلیم نسوان
کا پھر خیال ہوا۔ مولوی سید مہدی علیصاحب مرحوم ساکن میرٹھ اور خان بہادر
مولوی نہال الدین صاحب نے ہمدردی کی کرامت حسین صاحب نے
تعلیم نسوان پر رسالہ لکھا اوسکو چھوا کر شایع کیا لیکن کوئی عملی صورت پیدا
نہ ہوئی سنہ ۱۸۹۱ء مین مسلم ایجوکیشنل کانفرنس الہ آباد مین ہوئی اور کرامت
حسین صاحب اکثر مشاہیر کے خیمون مین جو بغرض کانفرنس الہ آباد تشریف
لاے تھے گئے اور عرض کیا کہ آپ حضرات کو مسلمانون کی تعلیم سے دلچسپی ہے
اوسکی ترقی کے لیے سفر دور و دراز کی دشواریان گوارا فرما کر یہان تک تشریف
لاے ہین لڑکیون کی تعلیم و تربیت کی طرف کیون متوجہ نہین ہوتے اکثر
حضرات نے اس گذارش کو بڑی بے پروائی سے سنا اور جو جواب دیے
اس سے پایا جاتا تھا کہ وہ گمان کرتے تھے کہ کوئی دیوانہ اونکے خیمہ مین گھس
آیا ہے بہ لطائف الحیل اسکو ٹالنا چاہیے اور اسکے شر سے بچنا چاہیے۔
جب سنہ ۱۸۹۲ء مین کرامت حسین صاحب علی گڈھ مین قانون کے پروفیسر تھے
اسوقت وہان ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس ہوا سر سید احمد خانصاحب نے

سلہ اب انکین قریب لوہے والے پل کے رہتے ہین۔

سید کرامت حسین صاحب سے کہا کہ تم کیون کانفرنس کے ممبر نہین ہوجاتے جواب دیا کہ اس شرط پر ممبر ہوسکتا ہون کہ تعلیم نسوان کی تحریک کی اجازت ملے۔ سرسید نے فرمایا بہتر ہے آپ تحریک فرماوین مین مخالفت کرونگا۔

تعلیم نسوان کا پہلا رزولیوشن

اجلاس کانفرنس مین سید کرامت حسین صاحب نے تعلیم نسوان کی تحریک اور آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب مرحوم پانی پتی نے تائید کی خود سرسید نے اور جناب مولوی بشیرالدین صاحب ایڈیٹر البشیر اٹاوہ نے مخالفت کی لیکن اتفاق سے رزولیوشن پاس ہوگیا۔

راجہ جے کشن داس صاحب اوسدن سرسید کے مہمان تھے اجلاس کے بعد اونھون نے سید کرامت حسین صاحب کو بلایا اور پوچھا کہ جو رزولیوشن تم نے پاس کرالیا وہ صرف کاغذی بات ہے یا حقیقت مین تم کچھ کرنا چاہتے ہو سید کرامت حسین صاحب نے جواب دیا کہ مین گمنام اور بے مایہ ہون لیکن ارادہ یہ ہے کہ جتنا وقت کسب معاش سے بچے وہ سب تعلیم نسوان مین صرف کرون راجہ صاحب نے فرمایا کہ اگر تم اپنے ارادہ مین پختہ ہو تو لیڈی ڈفرن فنڈ کے آیندہ اجلاس مین حضور نواب لفٹنٹ گورنر سے کہونگا کہ لیڈی ڈاکٹر اسی وقت عام پسند ہونگی جب خاندانی ہندو اور مسلمان لڑکیان پڑھ کر ڈاکٹری کرین جو عورتین فی الحال ڈاکٹری کرتی ہین اونسے شریف ہندو اور مسلمان عورتون کو اتنا ہی پرہیز ہے جتنا اجنبی مردون سے اسلیے شریف ہندو اور مسلمان لڑکیون کے لیے مدرسے بنانا چاہئین جہان وہ پڑھکر ڈاکٹری پڑھ سکین۔ راجہ صاحب نے اس وعدہ کو وفا کیا اور سر چارلس کراستھویت سابق لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ کو یہ رائے پسند آئی اور کراستھویت گرلز اسکول کی بنیاد پڑی۔

تعلیم نسوان کا پہلا بڑا جلسہ

پہلا عام جلسہ گورنمنٹ ہاؤس لکھنو مین ہوا اکثر تعلقدار اور ارکین موجود تھے حضور سر راجہ امیر حسن خان صاحب مرحوم تعلقدار محمود آباد ضلع سیتاپور اودھ بھی تشریف رکھتے تھے مختلف حضرات نے مختلف چندے دینے کا اقرار فرمایا جناب سر راجہ امیر حسن خان صاحب مغفور نے سر چارلس کراسٹھویٹ سے فرمایا کہ مینے مجتہدون سے دریافت کیا تھا وہ فرماتے ہین کہ اس کام مین چندہ دینا حرام ہے اسلیے مین چندہ نہ دونگا حضور لفٹننٹ گورنر نے فرمایا کہ تعلیم نسوان آپ کی راے مین بری بات ہے مگر افسوس ہے کہ مین آپ سے متفق نہین ہون۔

یہ بحث بھی پیش ہوئی تھی کہ آیا مدرسہ لکھنؤ مین ہو یا الہ آباد مین جناب راجہ جے کشن داس صاحب نے راے دی کہ الہ آباد مین ہو اور اس راے کی تائید مین ایک وجہ یہ بھی بیان کی کہ وہان سید کرامت حسین صاحب موجود ہین جنکو عورتون کی تعلیم سے سچی دلچسپی ہے حاضرین مین سے ایک صاحب یہ بات سنکر برہم ہوے اور فرمایا کہ کیا کرامت حسین صاحب ہی کام کرنے والے ہین ہم لوگ یہان ہین اور دل سے کام کرینگے اودھ کے چندہ کی مقدار زیادہ ہونیکی وجہ سے مدرسہ لکھنو مین کھولا گیا صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لکھنو اکزیکیٹو (انتظامیہ) کمیٹی کے پریسیڈنٹ ہوے کبوتر والی کوٹھی[1] مین مدرسہ کھولا گیا سال ہی دو سال مین راجہ جے کشن داس صاحب کو جنکو مدرسے سے حقیقی دلچسپی تھی پتہ لگا کہ راس المال مین سے بنتیس ہزار کے قریب خرچ ہو چکا اور ایک لاکھ سے کچھ زیادہ باقی ہے اونھون نے اس باب مین پوری کوشش کرنا شروع کی کہ مدرسہ الہ آباد جاے اور چند در چند بحثون اور جھگڑون کے بعد یہ طے ہو گیا جو اکزیکیٹو کمیٹی الہ آباد مین مقرر ہوئی اوسکے پریسیڈنٹ صاحب کلکٹر الہ آباد مقرر ہوے مشفقی منشی روشن لال صاحب

[1] یہ کوٹھی سول سروس کلب کے سامنے دریا کے بار ہے اور یہ کوٹھی راجہ بلرام پور کی ہے۔

بارسٹرایٹ لا سکرٹری ہوے تھوڑے دن کے بعد وہ تولاہور چلے گئے اور سید کرامت حسین صاحب سکرٹری ہوے جسوقت سید کرامت حسین صاحب نے سکرٹری کے عہدہ کا چارج لیا

اسوقت آمدنی مدرسہ کے سرمایہ کی صرف چھپتر روپیہ ماہوار تھی اور ایک ہندی کا درجہ تھا ایک اُردو کا ایک بنگالی کا قبل اسکے کہ مدرسہ استوار بنیاد پر قائم ہو یہ بحث پیش آئی کہ بنگالی لڑکیون کا جو مدرسہ ہے وہ اسمین شامل کردیا جائے اور یہ اسوجہ سے چاہا تھا کہ مسلمان اور ہندون مین لڑکیون کی تعلیم سے نفرت ہے بنگالی ہی لڑکیان آئین اور کسی طور سے کام تو چلے بنگالی صاحبون نے مقررہ حقوق چاہے اور کرامت حسین صاحب نے مخالفت کی سب کمیٹی کے اجلاس مین ایک بار کہا کہ کثرت رائے سے آپ جو چاہین طے فرمائین لیکن جب یہ معاملہ حضور مین لفٹننٹ گورنر بہادر کے پیش ہوگا تب مین بہت زور سے مخالفت کرونگا سب کمیٹی نے کثرت رائے سے بنگالی صاحبون کی بہت سی درخواستین قبول کرلین مگر جب معاملہ سرانٹنی مکڈانل[1] کے سامنے پیش ہوا اوسوقت سید کرامت حسین صاحب نے کہا کہ بنگالیون مین تو عورتون کی تعلیم رائج ہے وہ اپنے طور پر اوسکو بخوبی انجام دے رہے ہین یہ روپیہ تو صوبہ آگرہ واودھ کے لوگون نے اپنے صوبہ کی لڑکیون کی تعلیم کے لیے دیا ہے یہ بہت ناانصافی ہوگی کہ بنگالی حضرات اس سے فائدہ اٹھائین حضور لفٹننٹ گورنر بہادر کو یہ بات پسند آگئی اور اونھون نے فیصلہ کردیا کہ بنگالی لڑکیون کا مدرسہ کراسٹھویٹ گرلز اسکول مین شامل نہو اس بحث نے بھی بہت طول کھینچا کہ کراسٹھویٹ گرلز اسکول مین بنگالی پڑھانیکا سامان فراہم کیا جائے اور بدشواری طے ہوا

[1] بعد کو لارڈ مکڈانل ہوے۔

کہ لازمی نہین سرانٹنی مگڈانل کے عہد حکومت مین بارہا عرض کیا گیا کہ مدرسہ کی آمدنی کافی نہین ہے گورنمنٹ سے اعانت ہونا چاہیے چند بار کی گذارش کے بعد اونھون نے ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن افسر اعلے سررشتہ تعلیم صوبہ جات متحدہ کو حکم دیا کہ مدرسہ کو ملاحظہ کرین اور لکھین کہ آیا مدرسہ کو گرانٹ ان ایڈ یعنی مالی امداد دینا چاہیے یا نہین سید کرامت حسین صاحب نے انکو مدرسہ کا معائنہ کرایا اور ضرورتین بتائین لیکن انھون نے خفیہ رپورٹ لکھی کہ مدرسہ مین سرمایہ کافی ہے مدد کی ضرورت نہین اور سرانٹونی کا دور حکومت مدرسہ کی طرف سے بے التفاتی مین گذرا جب حضور سر جیمس لاٹوش لفٹننٹ گورنر ہوے تب سید کرامت حسین صاحب نے اُنکے سکرٹری صاحب کو باقاعدہ لکھا کہ حضور ممدوح کب سالانہ اجلاس پسند فرمائینگے جواب دیا کہ جبتک حضور ممدوح اپنی نظر سے مدرسہ کو معائنہ نہ فرمائینگے اوسوقت تک کچھ اقرار نہین فرماسکتے جب وہ الہ آباد تشریف لاے سید کرامت حسین صاحب حاضر خدمت ہوے اور عرض کیا کہ مدرسہ بہت میلی گلی مین ہے وہان تکلیف دینے سے شرم آتی ہے فرمایا جب مین پریسیڈنٹ ہون تو چلنا ضرور ہے سید کرامت حسین صاحب نے جہانتک ہوسکا راہ کو اور مکان کو صاف کرایا لڑکیون کی طرف سے ایک سادہ ایڈریس اس مضمون کا لکھا۔

"اے آمدنت باعث آبادی ما"

ایک پُر اثر ایڈریس متعلق امداد تعلیم نسوان	لڑکے خوش قسمت ہین کہ انکو مان باپ اور سرکار دونون پڑھواتے ہین لڑکیان بدقسمت ہین کہ نہ انکے مان باپ پڑھواتے ہین نہ سرکار"

ایک چھوٹی لڑکی نے اس ایڈریس کو حضور سر جیمس لاٹوش کو سُنایا ایڈریس سُنکر

وہ یون چونکے جیسے بجلی لگنے سے آدمی چونکتا ہے اور پوچھا یہ کسنے لکھا اس کا
جواب اونکو صاف نہ ملا بعد ملاحظہ مدرسہ جب چلے تو سید کرامت حسین صاحب سے
فرمایا کہ تم کل ڈیڑھ بجے میرے پاس آنا سید کرامت حسین صاحب حسب
وعدہ حاضر ہوئے فرمایا تم نے کبھی گورنمنٹ سے مدرسہ کے اعانت کی درخواست
کی جو واقعات سر انٹونی کے زمانہ مین گذرے تھے وہ کرامت حسین صاحب نے
عرض کر دیے فرمایا یہ تو کوئی وجہ نہین کہ تم دوبارہ درخواست نہ کرو بتاؤ
کہ سر دست کم سے کم کتنا ماہانہ گورنمنٹ سے چاہتے ہو کرامت حسین صاحب
نے جسٹس ایکمن سے مشورہ کے بعد ایک سو دس روپیہ مانگے سر جیمس
لاٹوش سے جب یہ رقم عرض کیگئی تو انھون نے فرمایا کہ فلان دن فلان
وقت تم آنا مین ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن کو بھی بلا رکھونگا سید کرامت
حسین صاحب وقت معہودہ پر گئے ڈائرکٹر صاحب بھی تشریف لائے ہزآنر
نے اونسے کہا کہ کراستھویت گرلز اسکول کو فلان ماہ سے ماعہ دیا کرو انھون
نے عرض کیا کہ بجٹ مین یہ رقم درج نہین اور دینا مشکل ہے فرمایا ہم یہ کچھ
نہین جانتے تمکو ضرور دینا ہوگا انھون نے سر تسلیم خم کر لیا اور مبلغ ماعہ
ماہوار مدرسہ کو ملنے لگا جب یہ مدد ملنے لگی تب سرکاری مدرسون کے مانند
اپر پرائمری درجے مقرر ہوئے سید کرامت حسین صاحب کو جب موقعہ ملا تب
اونھون نے سر جیمس لاٹوش سے بھی عرض کیا کہ مدرسہ کا مکان بالکل ناموزون
ہے دوسرا مکان بن جانا ضرور ہے جواب اکثر یہی ملا کیا وہ لڑکیان جو مدرسہ
مین پڑھنے آتی ہین اونکے گھر اس مدرسہ سے بہتر ہین اسکے جواب مین کرامت
حسین صاحب نے یہی گذارش کی کہ جب وہ مدرسہ مین آتی ہین تب امید ترقی
بڑھا لیتی ہین اور ہمکو بھی تو صفائی اور پاکیزگی سکھانا ہے لفٹنٹ سے سبکدوش

ہو کر ولایت روانہ ہونے سے پہلے فرمایا کہ تم کیا اور مدد مدرسہ کی بابت مجھسے چاہتے ہو۔ سید کرامت حسین صاحب نے عرض کیا کہ تعمیر کے لیے جو روپیہ عطا ہوا ہے وہ ہمکو اس شرط پر دیدیا جاوے کہ ہم بلا منظوری محکمۂ تعمیرات اسکو صرف کرین ورنہ سال جدید شروع ہو گا اور روپیہ حسب قاعدہ داخل خزانہ سرکاری ہو جاوے گا۔

حضور ممدوح نے سکرٹری صیغۂ مال کو اُسی وقت چٹھی لکھدی اور روپیہ برآمد ہو گیا۔ سر جیمس لاٹوش نے ایکبار سر جان اسٹینلی چیف جسٹس سے فرمایا کہ آپ تھوڑی توجہ کراستھویٹ گرلز اسکول کی طرف کیون نہین فرماتے انھون نے جواب دیا کہ مین اور میری بیوی دونون اسطرف توجہ کرینگے اور جب تک ہائیکورٹ مین رہے ہمیشہ پوری توجہ فرماتے رہے۔

جب سر جان ہیوٹ کا دور آیا تو انھون نے کراستھویٹ گرلز اسکول کیطرف زیادہ توجہ فرمائی پانچہزار روپیہ سالانہ عطیہ سرکاری مین اضافہ کیا شیروالی کوٹھی جسمین اب مدرسہ ہے خرید فرمانیکو پینتیس ہزار روپیہ عطا کیا۔

مس پوپ کے آنے کی تحریک

دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء مین مس عطیہ فیضی ساکن بمبئی جو اب مسز رحیمی ہین الہ آباد مین تشریف لائین انھون نے مدرسہ مین بہت دلچسپی ظاہر کی اور سید کرامت حسین صاحب سے کہا کہ لندن مین ایک قابل خاتون مس پوپ ہین اگر آپ انکو مدرسہ مین معلمہ کردین تو بہت درستی ہو جاے، چونکہ وہ مسلمان ہین مدرسہ مسلمانون کے لیے بہت دلکش ہو جائیگا سید کرامت حسین صاحب نے مس عطیہ فیضی صاحبہ سے سفارشی خط لیا اور مس پوپ کو لکھا کہ کیا آپ ہندوستان تشریف لانے کا خیال فرماتی ہین دیر مین جواب دیا کہ ہان قصد تو ہے

مگر روپیہ پاس نہین لی وسوقت سید کرامت حسین صاحب نے انکو لکھا کہ اگر آپ ایک سو پچاس کی مدرسی قبول فرمائین تو تشریف لائیے یہ تنخواہ آپ کے کمال کے مقابلہ مین بالکل بے حقیقت ہے مگر ہم بے مایہ ہین زیادہ نہین دیسکتے۔ مس پوپ نے قبول فرمالیا سید کرامت حسین صاحب نے مبلغ ما صہ روپیہ زادراہ کے لیے بھیجدیے جب یہ ذکر سید کرامت حسین صاحب نے اپنے دوست مشفقی سید عبد الرؤف[ا] صاحب سے کہا تو اونھون نے فرمایا اور بجا فرمایا کہ مدرسہ تو کمیٹی کے اختیار مین نہے کیا ہو اگر کمیٹی مس پوپ کو مدرسہ مین ملازم کرنا قبول نہ کرے سید کرامت حسین صاحب نے کہا مین تنخواہ اپنے پاس سے دونگا سید کرامت حسین صاحب کے دوستون نے ایک خاص تدبیر سوچکر یورپین لیڈی کا اسٹاف مین داخل ہونے کا مسئلہ کمیٹی مین پیش کرادیا لیکن مس پوپ کا ملازم ہونا کمیٹی نے قبول نہ کیا اور سید کرامت حسین صاحب نے کمیٹی سے اجازت لی کہ مس پوپ مسلمان بورڈرون کی نگرانی فرمائین انکو مدرسہ سے علاقہ نہو اور انکی تنخواہ سید کرامت حسین صاحب دین مس پوپ صاحبہ جولائی سنہ ۱۹۱۲ء مین الہ آباد تشریف لائین اور مسلمان بورڈرون کے ساتھ رہنے اور انکی نگرانی کرنے لگین۔

مسلم گرلز اسکول لکھنؤ	سنہ ۱۹۱۱ء مین جناب سر راجہ محمد علی محمد خانصاحب تعلقدار محمود آباد الہ آباد مین تشریف لائے سید کرامت

حسین صاحب نے انکو کراستھویٹ گرلز اسکول ملاحظہ کرایا فرمانے لگے کہ پہلے تو مین لڑکیون کے تعلیم کے خلاف تھا مگر کلکتہ جانے اور وہان کی تعلیم و تربیت یافتہ عورتونکو دیکھنے سے میرا خیال بدل گیا اگر مسلمان لڑکیان تعلیم پائینگی

سلہ سید عبد الروف صاحب اب ہائیکورٹ الہ آباد کے قائم مقام جج ہین۔

نوجوان تعلیم یافتہ مسلمان تعلیم یافتہ برا ہمو عورتون وغیرہ سے شادیان کرینگے
اور جاہل مسلمان لڑکیان تباہی مین گرفتار ہونگی۔ اسی کے ساتھ یہ رغبت
ظاہر فرمائی کہ خاص مسلمان لڑکیون کے لیئے ہندوؤن سے جُدا مدرسہ ہونا
چاہیے۔ کاش یہ مدرسہ صرف مسلمانون کے لیے ہوتا یہ قرار پایا کہ جب سر جیمس
مسٹن لفٹننٹ گورنر ہوکر تشریف لائین اوسوقت انکی خدمت مین اس خاص ضرورت
کا ذکر کرکے یہ عرض کیا جائے کہ یہ مدرسہ خاص مسلمانون کا ہوجاے سرجان
ہیوٹ کے تشریف لیجانے اور سر جیمس مسٹن کے تشریف لانیکی اثنا مین جو
واقعات پیش آے اونسے سید کرامت حسین صاحب کی یہ راے ہوئی
کہ اس بات مین کوشش کرنا بے سود ہے کہ مدرسۂ موجودہ صرف مسلمان
لڑکیون کے لیے ہوجاسے ہرگز کامیابی نہوگی مناسب ہوگا کہ جدید مدرسہ
لکھنؤ مین یا کسی دوسری جگہ صرف مسلمان لڑکیون کے لیے کھولا جائے
جناب سر راجہ محمد علی محمد خانصاحب نے اس راے کو پسند فرمایا اور وعدہ
کیا کہ چھ سو روپیہ ماہوار اپنی ریاست سے مسلمان لڑکیون کے مدرسہ کے
واسطے دینگے لیکن اسپر اصرار کیا کہ وہ مدرسہ لکھنؤ مین ہو۔ آخر جون سنہ ۱۹۱۲ء
مین ججی سے سبکدوش ہوکر سید کرامت حسین صاحب اسکے درپے ہوگئے
کہ سر راجہ محمد علی محمد خانصاحب اپنا وعدہ پورا فرمائین اور مدرسہ لکھنؤ مین
کھل جائے سارا ستمبر سنہ ۱۹۱۲ء اسی مین صرف ہوگیا اور جو اذیت اور
بیکاری اور کاہش سید کرامت حسین صاحب کو اس مہینہ مین پیش آئی
وہ قبل ازان عمر بھر کبھی ایک مہینہ مین پیش نہین آئی تھی۔ ایک بار تو یہ اتفاق
ہوا کہ امید و بیم کے ہجوم سے بیہوش ہوکر میرے حمام مین گر پڑے پانچ
یا سات دقیقہ بیہوش پڑے رہے ہونگے جب ہوش آیا تو بہت آہستہ سے

مجکو پکارا مین اتفاق سے حمام کے بہت قریب تھا میری مدد سے بہ مشکل بستر تک گئے مشفقی لفٹنٹ کرنیل ایچ ٹی ہینڈ وڈ صاحب سول سرجن لکھنؤ کو مین نے فوراً بلایا سول سرجن صاحب فوراً آے نسخہ لکھا بہت اچھا نسخہ لکھا لیکن جناب سر راجہ محمد علی محمد خان صاحب بہادر نے اس سے بھی بہتر یعنے چھ سو روپیہ ماہوار عطا فرمائے۔

جناب راجہ صاحب ممدوح نے مبلغ چھ سو روپیہ ماہوار عطا کرنے کا وعدہ تو کر ہی لیا تھا اوسکی بابت ایک بار مولانا کرامت حسین صاحب نے فرمایا کہ صرف وعدہ زبانی نہ رہنا چاہیے بلکہ دستاویز تحریر ہونا چاہیے اور اوسمین دیہات مکفول ہونا چاہیے جناب راجہ صاحب موصوف جنکو وعدہ نہ وفا کرنے کا شبہ بھی نہ تھا اور جو دستاویز لکھنے کو اپنی شان سے فروتر جانتے تھے ارشاد کیا "کیا آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں ہے" سید کرامت حسین صاحب نے فرمایا "حضور پر تو پورا بھروسہ ہے مگر خدا کا بھروسا نہین" (یعنی نہین معلوم کل کیا ہو) جناب راجہ صاحب ممدوح نے اس بات کے سنتے ہی فوراً فرمایا "بہت خوب مین دستاویز لکھکر رجسٹری کرا دونگا" اور جو کہا تھا وہی کیا یعنی دستاویز لکھدی اور اوسمین چند دیہات بھی مکفول فرماکر اوسکو رجسٹری کرا دیا اور ۲۱ نومبر ۱۲ ۱۹ع سے لڑکیون کا قیامی مدرسہ جاری ہوگیا۔ مس[1] پوپ صاحبہ اوسکی پرنسپل ہوئین اور چند عیسائی اور مسلمان اوستانیان ملازم کرلین۔ مس پوپ صاحبہ نے جسدن مدرسہ شروع ہوا ایک تقریر کی وہ حسب ذیل ہے۔

مس آمنہ اتھیل پوپ صاحبہ کی تقریر

میری معزز بہنو اور عزیز لڑکیو۔ مین اسوقت آپکے سامنے اس لیے کھڑی ہوں

[1] کئی سال سے مس پوپ صاحبہ نہین ہین اور اونکی جگہ مس ٹام صاحبہ کام کرتی ہین۔

کہ نہایت مختصر طور پر کچھ اس مدرسہ کے بارے مین بیان کرون اور یہ بھی کہ ہم سب بہنوین یہان اسوقت کیون جمع ہوئی ہین لیکن یہ بیان کرنے سے پہلے مین اپنی معزز بہنون کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہون کہ آپ نے یہان تشریف لانے کی تکلیف گوارا کی اور جس محبت اور عنایت سے مجھے ہر کام مین مدد دی گئی ہے اس کے لیے مین دل سے ممنون ہون - مین سُنا کرتی تھی کہ ہندوستان کی خاتونین اور خاص کر لکھنؤ کی بیگمات بڑی ملنسار اور محبت والی اور دل لبھانے والی بیبیان ہوتی ہین یہ بات مینے دو چار دن مین ہی اپنی آنکھون سے یہان دیکھ لی - جس محبت اور عنایت سے آپ نے میرا خیر مقدم کیا ہے اور جس محبت اور عنایت سے اسوقت میرا دل بڑھا رہی ہین مین کبھی اپنی عمر مین نہین بھول سکتی مجھے افسوس ہے - اور مین شرمندہ ہون کہ مین اردو زبان اچھی طرح نہین بول سکتی - گو کچھ فارسی جاننے سے مجھے اس مین مدد ملی ہے تاہم اردو مین اپنے خیالون کو پوری طرح اچھی ظاہر نہین کر سکتی اس لیے مجھے امید ہے کہ اگر مجھ سے کوئی فروگذاشت ہو جاوے تو مجھے ضرور معاف کرینگی -

میری ایک مدت سے یہ خواہش تھی کہ مین اپنی مسلمان ہندوستانی بہنون کی کچھ خدمت کر سکون - خدا کا شکر ہے کہ مجھے یہ موقع ملا ہے - کہ تعلیم کے ذریعہ سے مین کچھ خدمت کر سکون گی - میری معزز بہنو آپ نے کتابون مین پڑھا ہو گا اور اپنے بزرگون سے سُنا ہو گا کہ ایک زمانہ تھا کہ اسلام کا ستارہ عروج پر تھا اور وہ اس قدر روشن تھا کہ اس نے ایک دنیا کو روشن کر دیا تھا اور کوئی زمین ایسی نہ تھی - کوئی ہنر ایسا نہ تھا جس پر اسلام کی چمکتی ہوئی کرنین نہ پڑتی ہون لیکن پھر ایک زمانہ وہ آیا کہ وہ روشنی کم ہو چلی اور تاریکی چھانے لگی اس کی

بہت سی وجہین ہین جن کے بیان کرنے کا موقع نہین ہے لیکن ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ تعلیم نسوان کی طرف سے کم توجہی ہو گئی اس وقت نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کے مسلمانون مین ہزار مین دس عورتین بھی پڑھ لکھ نہین سکتین۔

مین اس وقت تعلیم نسوان پر لکچر دینا نہین چاہتی ہون۔ نہ اتنا وقت ہے۔ اور نہ اسوقت اس کی ضرورت ہے کیونکہ آپ لوگ جو یہان اسوقت موجود ہین بخوبی جانتی ہین کہ تعلیم بہت اچھی چیز ہے۔ لیکن مین اتنا کہنا چاہتی ہون کہ کوئی قوم ترقی نہین کر سکتی جب تک کہ اس قوم کی مائین اور بہنین پڑھی لکھی نہ ہون مجھ سے اکثر یہ سوال پوچھا گیا ہے۔ اور شاید آپ بھی سننا پسند کرینگی کہ اس اسکول مین لڑکیون کو کس قسم کی تعلیم دیجاے گی۔ بے شک یہ سوال ایسا ہے کہ آپ کو پوچھنا چاہیے۔ اس کے قواعد بنے ہوے ہین اور بورڈنگ ہوس کے بھی قواعد بنے ہوے ہین۔ اُن سے آپ کو کل کیفیت معلوم ہو سکتی ہے۔ اسوقت مختصر طور پر صرف دو ایک باتین عرض کرونگی۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس اسکول مین پردے کا بہت خیال رکھا گیا ہی جس طرح لڑکیان اپنے گھرون مین پردے مین رہتی ہین۔ اسی احتیاط سے یہان بھی رہین گی مین پردے کی رسم سے واقف ہون اور اسے بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھتی ہون اور مجھے یقین ہے کہ میری ہندوستانی بہنین یہ سن کر خوش ہونگی کہ میری نگرانی مین انکی لڑکیان اسی طرح پردے کی پابند رہین گی جس طرح اُن کی مائین رہتی ہین۔ اور یہی میری اُن کے لیے نصیحت ہے اور یہی ان کے لیے مناسب اور ضروری ہے دوسری بات یہ ہے کہ یہان مذہبی اور اخلاقی تعلیم کا خیال رکھا گیا ہے۔ اور نماز روزے کی پابندی لازمی ہوگی۔ اور اردو۔ فارسی۔ عربی۔ اور انگریزی پڑھائی جائے گی۔

ساتھ ہی ساتھ امور خانہ داری کی پوری تربیت اور تعلیم ہوگی جسمین سینا پرونا کھانا پکانا۔ مختلف قسم کی دستکاری وغیرہ وغیرہ داخل ہین۔ اصول صحت و صفائی کی بھی تعلیم اور ان کی پابندی ہوگی۔ مختصر یہ کہ اس اسکول کی یہ کوشش ہوگی کہ یہان کی پڑھی ہوئی لڑکیان روزہ نماز کی پابند ہون۔ اپنے خدا سے ڈرتی ہون۔ نیک ہون۔ اور اپنے مان باپ کی فرمان بردار بیٹیان ہون۔ اور جب وہ زمانہ آے کہ گھر بار والی ہون تو وہ لائق منتظم۔ چاہنے والی اور مدد دینے والی بیبیان ہون۔ اور اپنے بچون کی صحت تعلیم و تربیت کا معقول انتظام کر سکین مین معافی چاہتی ہون کہ مین نے آپ کا بہت سا وقت لے لیا اور مین ممنون ہون کہ آپ نے میری اس تقریر کو غور سے سنا اب مین بسم اللہ کہکر اس وقت سے اسکول کا کام شروع کرتی ہون۔ اور دعا کرتی ہون۔ کہ خدا ہماری مدد کرے اور ہمین کامیابی دے۔ آپ سب بہنین دل سے آمین کہین۔ لکھنو۔ بروز عید الضحےٰ ۲۱ نومبر ۱۹۱۲ء۔

لکھنؤ کے مسلم گرلز اسکول کا باضابطہ افتتاح لیڈی مسٹن کی توجہ سے ہوا اور لیڈی مسٹن نے جو تقریر ۲۸ مارچ ۱۹۱۳ء کو فرمائی اسکا ترجمہ حسب ذیل ہے خواتین یہ آپ کی بہت بڑی مہربانی ہے کہ آپ نے مجکو مسلم گرلز اسکول کے افتتاح کے واسطے مدعو کیا مین اس خیر مقدمی ایڈریس کا تہ دل سے جو مس پوپ نے ابھی پڑھا۔ شکریہ ادا کرتی ہون۔ مین بخوبی جانتی ہون کہ مسلمانون مین خصوصًا وہ لوگ جو کہ پرانے خیالات کے ہین لڑکیون کے اسکول کو جہان کہ طرز تعلیم موجودہ زمانہ کے مطابق ہوگا پسند نہ کرینگے۔ لیکن میرے مسلمان احباب نے مجکو یقین دلایا ہے کہ ایسی تعلیم مین اگر پردہ اور مذہبی مسائل مدنظر رکھے جائین تو لڑکیان بغیر خراب ہوتے اخلاق کے پاکم ہونے

اوس خوشی کے جو انکو گھرون مین حاصل ہے تعلیم حاصل کرسکتی ہین اُس
حالت کو سنکر مین بہت خوش ہوان کیونکہ کوئی چیز ہم مغربی خواتین کے واسطے بجز
اس چیز کے زیادہ مسرت کا باعث نہ ہوگی کہ ہماری مشرقی بہنون کو اس
قابل بنادے کہ وہ اپنے شوہرون کے ساتھ دماغی کوشش مین پورا حصہ لین
اور اپنے بچون کی اچھی معلمہ ہوسکین۔ ہم یقین کرتے ہین کہ اعلی تعلیم مائونکے
خیالات کو بلند کردیگی اور آیندہ نسلون کے واسطے نفع بخش ہوگی یہ ہماری
دلی خوشی ہے کہ ہم ایک ایسا قایم کیا ہوا اسکول دیکھین۔ اور ہم کو دلی امید
ہے کہ یہ اُن لڑکیون کے واسطے جو کہ اسمین تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے
آوینگی بہت ہی مسرت بخش ونافع ہوگا یہ میرے معزز احباب آنریبل راجہ
محمود آباد و مولوی سید کرامت حسین صاحب کی علوہمتی وسرگرمی کا نتیجہ ہے
ان احباب نے زر کثیر ووقت بیش بہا اس مین صرف کیا ہے اور ایک بہت
ہی اچھی ابتدا کی ہے یہ عمدہ مثال یقینًا دوسرے مسلمانون کو اس بات
پر آمادہ کریگی کہ وہ آگے بڑھین اور آیندہ ضروریات کے پورا کرنے مین
حصہ لین۔ جیسا کہ مس پوپ نے ایڈرس مین بیان کیا ہے۔ وہ اس سے
زیادہ بہتر خدمت اپنے فرقہ یا ملک کے واسطے نہین کرسکتے۔ مس پوپ
وخواتین مین آپکا شکریہ پھر ادا کرتی ہون کہ آپ نے مجکو یہان بلایا مین اسکول
کا افتتاح کرتی ہون اور آپ سب کے ساتھ دعا کرتی ہون کہ مستقبل اسکا
بہت ہی کامیاب وفائدہ مند ہو،، (انڈین ڈیلی ٹیلیگراف لکھنو مطبوعہ
۱۰ مارچ ۱۹۱۳ء)

لکھنو کے مسلم گرلز اسکول کی بابت مین نے ایک مضمون تعلیم نسوان پر لکھا تھا
اور وہ ۲۸ مئی ۱۹۱۳ء کے انڈین ڈیلی ٹیلیگراف،، مین شایع ہوا تھا اس

مضمون مین جناب سید کرامت حسین صاحب کے ایثار کا ذکر کیا ہے اور پورا بھروسا اونکے انتظام ونگرانی وزہد وتقدس پر ظاہر کرکے تعلیم نسوان کی طرف توجہ مسلمانون کی مبذول کی ہے۔ مضمون مطول ہے اسلیے بہ لحاظ طوالت اسکا ترجمہ یہان درج نہین کیا۔

تعلیم نسوان مین سید کرامت حسین صاحب کو بہت سی دشواریون کا مقابلہ کرنا پڑا اکثر حضرات فرماتے رہے کہ اسمین کوشش کرنا عبث ہے ہرگز کامیابی نہوگی ایک دوست نے اونسے ایک بار کہا کہ خدا کے یہان تمھارا منھ کالا ہوگا اس نازیبا حرکت سے باز آؤ سید کرامت حسین صاحب نے جواب دیا کہ منھ تو ابھی کالا[1] ہے اور کیا کالا ہوگا۔ پاکدامنی اور عفت کے خلاف بہت سے بے بنیاد قصے مشہور کیے ایک صاحب نے ایک بار مینی تال مین اونسے کہا کہ تم پر بدچلنی کے فلان فلان الزام ہین اوںھون نے جوابدیا کہ اگر مسلمانون مین عورتون کی تعلیم جاری ہوجاوے تو مجھکو سب الزام بدل قبول ہین چند سال مین نہ مین ہونگا نہ وہ جنکے ساتھ الزام لگایا گیا ہے نہ الزام لگانے والے اور ایک بہت سودمند کام مسلمانون مین رائج ہوجائیگا۔ مسلمان عورتین پڑھنے لکھنے لگین اور مین بدنام ہوجاؤن ہزار گونہ بہتر ہے اس سے کہ مین نیکنام رہون اور مسلمان عورتین جاہل رہین۔

سرمایہ کرامت

سید کرامت حسین صاحب نے فقط اپنے وقت اور ذات ہی کو مسلمان لڑکیون کی تعلیم کیواسطے وقف نہین کردیا بلکہ عمر بھر مین، جتنا روپیہ اوںھون نے کمایا تھا وہ بھی

بے نظیر ایثار کی مثال

دیدیا اسکا نام سرمایہ کرامت رکھا اس عطیہ کی

[1] مولوی کرامت حسین صاحب کا رنگ سیاہ تھا۔

مقدار صرف دو لاکھ ہے لیکن اس اعتبار سے کہ کل کائنات یہی تھی اور کمانے کا زمانہ گذر چکا تھا اور پیری مین بعسرت بسر کرنا ہر ایک کا کام نہین سید کرامت حسین صاحب نے ایسا کام کیا ہے جسکی مثال اس زمانہ کے مسلمانون مین ملنا محال نہین تو مشکل ضرور ہے۔

جب سید کرامت حسین صاحب نے یہ ٹھان لی کہ اپنی سب کمائی مسلمان لڑکیون کی تعلیم کے لیے وقف کر دینگے تب اونھون نے یہ طریقہ سوچا کہ جتنا روپیہ اور جائداد ہے وہ سب تعلیم کے لیے دیدین لیکن حق حین حیات اپنے لیے محفوظ کرین کیونکہ معاش کا کوئی اور ذریعہ اونکے پاس نہ تھا یہ راے قرار دیکر بدفعات ایک لاکھ اسی ہزار روپیہ کی جائداد و نقد کو بحفاظت حق حین حیات حسب قانون امانت امانتی جائداد قرار دیدیا اور اپنے دوستون مین سے تین حنفی دوستون کو امین مقرر کر دیا یہ خبر مشتہر ہوئی اور اخبارون مین مضامین چھپے۔

اس شہرت کے بعد سید کرامت حسین نے اپنے قانونی مشیرون سے کہا کہ مسلمان لڑکیون کی تعلیم کے لیے اتنا سرمایہ دیدینے کی خبر تو اب شائع ہوگئی لیکن مہربانی فرما کر بتلائیے کہ جو امانت نامے مینے لکھے ہین وہ قانوناً بجا اور نافذ ہین کہ نہین؟ سب کی بالاتفاق یہ راے ہوئی کہ قانون امانت ٹرسٹ اکٹ مسلمانون کے ایسے کارہاے خیر سے متعلق نہین ہے اور یہ سب امانت نامے باطل ہین۔

سید کرامت حسین صاحب کی ابتدائی تعلیم کا یہ اثر انکے راسخ تھا کہ ہر شخص کے زندہ رہنے کو خصوصاً جبکہ اوسکی عمر چالیس برس سے گذر چکی ہو ~~سنکے زندہ رہنے~~ کی بہ نسبت عجیب تر جانتے تھے اور خود اپنی بابت اکثر کہا کرتے تھے کہ جب

مین صبح کو جاگتا ہون تو عجب کرتا ہون کہ مر کیون نہین چکا فردوسی نے
شاہنامہ مین فرمایا ہے۔

چو برداشتم جام پنجاہ ہشت — نگیرم بجز یاد تابوت و دشت

سید کرامت حسین صاحب پچاس برس کے ہوچکنے کے بعد اس شعر کا
سچا مصداق تھے اور کوئی دن اونپر ایسا نہ گذرتا تھا کہ موت کو یاد نہ کرتے
ہون یا اپنے زندہ رہنے سے متعجب نہ ہوتے ہون مگر اس کے ساتھ یہ بھی
عجیب حالت تھی کہ موت کی یاد اور دوسکا انتظار اونکو ان کامون سے جنکو
وہ کرنے کے قابل جانتے تھے باز نہین رکھتا تھا امانت نامون کے باطل
ہونے اور موت کے آجانے سے کار خیر مین خلل پڑجانے کے اندیشہ نے
انکی صحت پر بہت ہی بڑا اثر کیا اور اضطراب کے ساتھ اونھون نے مختلف
کوششین کین کہ مسلمان لڑکیون کی تعلیم کے لیے جو روپیہ دیدیا ہے
وہ قانونًا نافذ ہوجائے۔ قبل ازان کہ موت آجائے انھون نے جناب چیف
جسٹس الہ آباد سے کہا کہ آپ کوئی چارہ بتادین کہنا بے سود ہوا حضور لفٹنٹ
گورنر کو بہ حیثیت اپنے دوست کے لکھا کہ لوکل گورنمنٹ کوئی ایسی صورت
نکال دے کہ حق حین حیات محفوظ ہوکر سرمایہ کرامت کی آمدنی مین سے
تھوڑے دن ایک جزو چند لڑکون کی تعلیم کے لیے ملے اور باقی سب ہمیشہ
مسلمان لڑکیون کی تعلیم مین صرف ہوا کرے صاحب ممدوح سے بھی اطمینان
بخش جواب نہ ملا ایک صاحب نے رائے دی کہ ایک انجمن تعلیم مسلمات
قائم ہوکر رجسٹری کرادیجائے اور سرمایۂ کرامت مسلمان لڑکیون کی تعلیم مین
صرف کرنے کو اوسکے حوالہ کردیا جائے انجمن قائم ہوکر رجسٹری کرادی گئی
مگر پھر بھی یہ خدشہ رہا کہ آیا شیعون کی فقہ ایسی انجمن کو جائز موہوب لہ تسلیم

کریگی یا نہین بالآخر یہ قرار پایا کہ ایک لاکھ پچیس ہزار نقد کی زمینداری جائداد خریدی جاے وہ وقف ہو اور انجمن کے کارکن یعنے بورڈ آف ڈائرکٹرز اسکا متولی کردیا جاے اور حقوق مرتہنی وغیرہ جنکے وقف مین فقہی دشواری ہے وہ جناب سر راجہ محمد علی محمد صاحب پریسیڈنٹ بورڈ کے نام بعوض تین سو روپیہ ماہانہ تاحیات مولانا سید کرامت حسین صاحب بیع کردیے جائین

مولانا سید کرامت حسین صاحب نے ذریعہ بیعنامہ مورخہ

چند حقوق مرتہنی وغیرہ جناب سر راجہ محمد علی محمد خانصاحب کے نام بعوض مبلغ تین سو روپیہ ماہانہ تاحیات خود بیع کردیے اور ذریعہ وقف نامہ مرقومہ یکم اپریل سنہ ۱۹۱۳ع ایک لاکھ پچیس ہزار کی زمینداری جو انکے نام جناب راجہ صاحب موصوف نے ذریعہ بیعنامہ مورخہ

بیع کی تھی وقف کردی اور ارکان بورڈ کو اوسکا متولی کر دیا۔

جناب سر راجہ محمد علی محمد خانصاحب نے اپنی خرید کردہ جائداد بنام مولانا سید کرامت حسین صاحب فروخت کردینے سے اور بعد وقف ہونے جائداد کے اسکا انتظام اپنی ریاست کے ذمہ رکھنے سے جو سچی مدد مولانا سید کرامت حسین صاحب کی فرمائی مولانا سید کرامت حسین صاحب بقیۃ العمر اسکی بڑی قدر کرتے رہے۔ اور سر راجہ صاحب کو بکمال شکر گذاری یاد فرماتے رہے۔

جب یکم اپریل سنہ ۱۹۱۳ع کو وقف نامہ رجسٹری ہو گیا تب سید کرامت حسین صاحب اپنی نیند سوے اور موت کے آجلنے کا کھٹکا جو انکو گھلائے دیتا تھا وہ جاتا رہا بعض دوستون سے اونھون نے کہا کہ اب موت جب چاہے آے مین حاضر ہون یکم اپریل سنہ ۱۹۱۳ع کے بعد بجز علم اور تصانیف کے

شوق اور چند دوستون کے ساتھ رہنے کے دنیا کی کوئی آرزو سید کرامت حسین صاحب کو سوا اسکے باقی نہ رہی کہ مسلمان لڑکیون کا مدرسہ جو لکھنؤ مین نومبر ۱۹۱۲ء سے شروع ہوا ہے وہ درجۂ کمال کو پہونچ جائے لیکن ہوسکے کامل ہونے سے پہلے مرجانے کا احتمال موذی تر ہا سید کرامت حسین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اگر میری کوشش سے مدرسہ کامل ہوجائے توخوشا بخت اگر نہو تو اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

جتنی کمائی تھی سب سرمایہ کرامت مین دیدیتے سے سید کرامت حسین صاحب کی آمدنی فقط دوسو چالیس روپیہ ماہوار کی رہگئی تھی اسی مین وہ اپنے قریب اعزا کی مدد کرتے تھے اور ہائیکورٹ کی ججی کے ضروری اور لازمی تنعم کے بعد بہت عسرت سے بسر کرتے تھے کھانا لباس مکان خدام سب مین نمایان قلت تھی احباب کی دعوت و مہمانی بھی مشکل تھی امور خیر مین بآسانی مالی مدد نہین کرسکتے تھے لیکن ثبات و استقلال ایسا تھا کہ اس عسرت مین بھی طبیعت کی وہی حالت تھی جو ججی کے تنعم مین تھی لاتفرحوا بما اتاکم و لاتاسوعلی ما فاتکم پر عمل کی دل سے سعی تھی اور نمایان کامیابی بھی تھی۔ دنیا کی نمائش کو بچون کا کھیل جانتے تھے۔

چھبیس ستائیس برس مسلسل کوشش کرنے اور دو لاکھ کا سرمایہ دیدینے کے بعد اون صاحبون مین سے جنکو سید کرامت حسین صاحب سے مقابلہ یا مخالفت نہ تھی بعض ایسے بھی ملتے تھے جو اُن کے سامنے انکی تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ "جناب نے بڑا کام کیا ہے" سید کرامت حسین صاحب جواب دیتے تھے کہ صحیح قدردانی میری خدمت اور روپیہ دینے کی یہ ہے کہ مسلمان فائدہ اٹھائین اپنی صاحبزادیون کی تعلیم و تربیت سے سودمند

مسلمات بنائین میری تعریف بالکل عبث ہے نہ اس سے واصف کو فائدہ ہو سکتا ہے نہ موصوف کو مین آفتاب لب بام ہون میری تعریف قبر مین ساتھ نہ جائیگی

اس باب کو مولانا کے ایک لکچر پر جو اونھون نے ڈسٹرکٹ بورڈ ضلع لکھنو کی تعلیمی کانفرنس کے دوسرے اجلاس منعقدہ ۱۱ دسمبر ۱۵ سنہ ۱۹ء بہ مقام قیصر باغ بارہ دری لکھنؤ مین دیا تھا ختم کرتا ہون لیکن لکچر کی نقل کرنے سے پہلے اس تمہید کی نقل کرتا ہون جو ہمارے لکھنو کے عزیز ڈپٹی کمشنر اور میرے خاص عنایت فرما جناب مسٹر ایل ایم جاپلنگ آئی سی ایس نے لکھی ہے

اُس صوبہ مین کم لوگ ایسے ہین۔ جو آنریبل مولانا سید کرامت حسین صاحب سابق جج ہائیکورٹ کے نام نامی سے واقف نہین ہین اور مولانا صاحب موصوف کے خدمات ملکی کے معترف نہین ہین۔ جسطرح سر سید احمد خان صاحب مرحوم اس صوبہ مین پہلے وہ شخص ہین جنھون نے لڑکون کی تعلیم کا بیڑا اٹھا کر ایک درسگاہ کی بنیاد ڈالی اور اپنی ساری عمر اسکی خدمت مین صرف کی۔ اسی طرح جناب مولانا ممدوح اس صوبہ مین پہلے بزرگ ہین جنھون نے تعلیم نسوان کو ترقی دینے کے لیے علی تدابیر اختیار کین اور اُن مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے اپنی ذات اور وقت اور ساری عمر کی کمائی وقف فرمائی ایسے لائق اور تجربہ کار حامی تعلیم نسوان کے خیالات اور تجربات سے ضلع لکھنؤ کے باشندگان کو مستفیض ہونے کا موقع دینے کی غرض سے ممدوح سے اس بات کی خواہش کی گئی کہ اس ضلع کی تعلیمی کانفرنس مین تشریف لاکر تقریر فرمائین۔ اور مین نہایت شکر گذار ہون کہ مولانا نے یہ درخواست منظور فرمائی۔

حاضرین اس تقریر سے اس قدر مسرور ہوے کہ ممبران ڈسٹرکٹ بورڈ نے باتفاق رائے اسکے طبع کرانے کی خواہش کی۔ اس خواہش کے پورا کرنے مین مجھے خاص خوشی ہوئی کیونکہ اس تقریر کو ہدیۂ ناظرین کرنے مین مجھے اس بات کا موقع ملا کہ اپنے ضلع کی تعلیمی حالت اُنکے پیش نظر کر کے آیندہ ترقی کی تدابیر بہم پہونچانے مین مدد مانگون۔ە

صوبہ متحدہ کی حالت زار دکھلانے کی غرض سے ذیل مین چند اعداد درج کیے جاتے ہین۔

صوبہ	تعداد لڑکیون کی جو تعلیم پاتی ہین		اسکول جا سکنے والی لڑکیون کی کل آبادی کی وہ فیصدی تعداد جو اسکولون مین تعلیم پاتی ہین	
	سنہ ۱۹۰۷ء	سنہ ۱۹۱۲ء	سنہ ۱۹۰۷ء	سنہ ۱۹۱۲ء
مدراس	۱۶۴۷۰۶	۲۲۶۶۸۵	۵٫۷	۷٫۲
بمبئی	۱۰۸۷۱۶	۱۵۳۰۹۰	۵٫۹	۷٫۸
بنگال	۱۲۷۸۰۰	۱۹۴۱۱۴	۳٫۱	۴٫۶
ممالک متحدہ	۴۰۰۱۱	۵۴۳۲۹	۱٫۲	۱٫۲

ان اعداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ بمقابلہ دیگر صوبہ جات کے ہمارے صوبہ کی حالت کسقدر قابل افسوس ہے اور یہ امر نہایت قابل تشویش ہے کہ گو دیگر صوبہ جات کے لوگ اس قسم کی تعلیم مین آگے قدم بڑھا رہے ہین لیکن ہمارا صوبہ بالکل ساکن ہے۔ کیونکہ سنہ ۱۹۱۲ء مین ہر صوبہ کی تعلیم پانیوالی لڑکیون کا اوسط بمقابلہ سنہ ۱۹۰۷ء کے زیادہ پایا گیا لیکن صوبہ متحدہ مین جو اوسط ۱٫۲ سنہ ۱۹۰۷ء مین تھا وہی سنہ ۱۹۱۲ء مین قایم رہا۔

ضلع لکھنؤ کی حالت بھی مثل دیگر مقامات صوبہ ہذا کے ہے۔ خاص شہر میں اہل ہنود کی خواتین کی تعلیم کی حالت بہت تسکین دہ ہے اور جو اسکول اس طبقہ کے لیے قائم ہین اونسے لوگ نہایت مستعدی کے ساتھ فائدہ اٹھا رہے ہین مگر اہل اسلام کی خواتین کی تعلیمی حالت قابل توجہ ہے اور جناب مولانا کرامت حسین صاحب کے انتظام مین جو مدرسہ مسلم گرلس اسکول کے نام سے قائم ہے اسمین طالبعلمونکی تعداد صرف ۴۲ ہے جسمین سے ۷ بورڈر ہین۔

شہر کے باہر ضلع کی حالت بہت زیادہ قابل افسوس ہے اور دیہات وقصبات مین ہندو اور مسلمان دونون طبقون کی تعلیمی حالت بہت توجہ طلب ہے اس معاملہ مین جو صاحب عملی تدابیر بہم پہونچانے مین میری مدد فرمائین انکا مین بہت شکر گذار ہونگا۔

مولانا کرامت حسین کا لکچر

قدرت نے آدمی کو ایسا بنایا ہے کہ وہ آرام سے جینا چاہتا ہے دکھ سے بھاگتا ہے۔ دنیا مین جتنی چیزین آدمی نے ایجاد کین وہ سب اسی لیے کہ آرام ملے۔ آگ اسی لیے دریافت ہوئی۔ زبانین اسی لیے بنین لکھنا پڑھنا اسی لیے۔ جانور اسی لیے پلے۔ کپڑے۔ گھر۔ بستیان۔ کھیتی۔ تجارت علوم وفنون اسی لیے ہوے۔ قومین۔ سلطنت۔ قوانین سب اسی واسطے حد یہ ہے کہ آدمی صرف اوسی چیز کو اچھا کہتا ہے جس سے آرام ہو اور اسیکو بُرا کہتا ہے جس سے دکھ ہو اگر راحت اور اذیت سے قطع نظر کرین تو نہ کوئی چیز اچھی ہے نہ بُری۔

جو چیزین آدمی نے ایجاد کین وہ ماحول[۱] کی پیچیدگی سے کبھی مضر بھی ہوئی ہین لیکن اصلی غرض آرام ہے جب آرام سے جینے اور نسل چھوڑنے کے لیے

[۱] آدمی کے گرداگرد جو آب وہوا وحیوانات ونباتات ومادیات وقوتین ہین انکے مجموعے کو ماحول کہتے ہین

آدمی قوموں کی صورت اختیار کرتے ہیں تب انمین تقسیم محنت لازم ہونے لگتی ہے یعنے راحت سے جینے کو جتنے کام درکار ہین انکو آپس مین بانٹ لیتے ہین کچھ کھیتی کرتے ہین کچھ لباس بناتے ہین کچھ مکان کچھ حفاظت کرتے ہین کچھ علاج۔ کچھ تعلیم۔ کچھ صفائی وغیرہ وغیرہ۔ اس تقسیم محنت سے راحت کا مجموعہ بڑہ جاتا ہے گو ماحول کی پیچیدگی سے گونہ اذیت بھی ہوتی ہے۔

پہلے تقسیم محنت جو گھر مین شروع ہوتی ہے وہ مرد و عورت کے کامون کی ہے۔ ہندوستان کے جس حصہ مین ہم رہتے ہین وہان متوسط طبقون مین تقسیم محنت حسب ذیل ہے۔

مردون کے لیے کمانا۔ عورتون کے لیے گھر کا انتظام

گھر کے انتظام مین بہت سے کام کرنا پڑتے ہین۔ مثلاً جو روپیہ گھر مین آوے اوسکو کفایت سے اٹھانا۔ مکان اور مکان کی سب چیزون کو صاف اور صحت بخش اور آرام دہ رکھنا۔ مکان کے سب اسباب کو اپنی اپنی جگہ صاف پاک حالت مین رکھنا۔ حسب حیثیت صالح اور لذیذ غذا کھانا وقت پر گھر والون کو دینا۔ حسب حیثیت سادہ اور آرام دہ کپڑا گھر والون کے لیے مہیا کرنا۔ بیمارون کی دوا کرانا۔ انکی تیمارداری کرنا۔ شادی اور غم کی صحبتون مین اسراف سے بچنا اور آرام کے سامان اکٹھا کرنا۔ اولاد ہو تو اونکے کھانے کپڑے۔ تندرستی صفائی۔ اخلاق۔ عادات۔ ابتدائی تعلیم کا ذمہ لینا۔ یہان یہ عرض کرنا بیجا نہوگا کہ اچھی اولاد پیدا کرنا اور اونکو اچھی طرح سے دنیا مین صحت راحت عزت کے ساتھ رہنے کے قابل بنانا عورتون کا بہترین کام ہے اور مردون کا بہترین کام یہ ہے کہ وہ عورتون کو اس قابل کردین۔ بچون کے عمدہ ہونے مین عورتون کے عمدہ ہونے کو بڑا دخل ہے۔ اصل مین بچہ مان ہی کا ٹکڑا ہے

اور جیسی مان ہوگی ویسا ہی بچہ۔ جیسا درخت ویسی ہی اوسکی شاخ۔ بچے کو
مان حمل مین اپنے خون سے پالتی ہے۔ پیدا ہونے کے بعد کم وبیش دو سال
اپنے دودھ سے جو خون ہی سے بنتا ہے اوسکے بعد چند سال اپنی گود مین اسطوح
سے مان کے ارشٹ اور تربیت سے بچون مین مان کی خصلتین پیدا ہوتی ہین
مالی کو جو نسبت باغ کے کسی درخت سے ہے اس سے زیادہ مان کو بچے سے
اگر مالی اپنے کام سے واقف نہو تو درخت برباد ہوگا۔ ایسا ہی اگر مان اولاد کی
پرورش کے علم سے بے بہرہ ہو تو بچہ بگڑ جائے گا۔
جن مہم کامون کا مین نے ذکر کیا انکی قابلیت کو لڑکیان ساتھ لیکر پیدا نہین
ہوتین گرستی کے کام کرسکنے کے قابل ہونے کو برسون کی تعلیم و تربیت
کی ضرورت ہوتی ہے۔
اگر ہم چاہتے ہین کہ ہماری آیندہ نسلین دنیا مین صحت۔ راحت۔ عزت
سے رہین تو ہمکو واجب ہے کہ ہم اپنی لڑکیون کو ایسی تعلیم و تربیت دین کہ
وہ خانہ داری کے فرایض کو اچھی طرح سے ادا کرین۔
ہمکو چاہیے کہ لڑکیونکی صحیح تعلیم و تربیت مین کوئی دقیقہ اوٹھا نرکھین۔
کوشش کی عملی صورتین یہ ہین۔
ہم مین سے ہر شخص اسبات کا پختہ یقین حاصل کرے کہ لڑکیون کے جاہل
رکھنے سے گھر مین امن نہین ہو سکتا۔ تندرستی نہین ہوتی۔ صفائی اور برکت
نہین ہوتی۔ اولاد کی معقول تعلیم و تربیت نہین ہوتی۔ مردون کے اخلاق
درست نہین ہوتے۔ ہر شخص کو اگر بطور خود سوچنے سے ایسا یقین حاصل نہو
تو اسکو لازم ہے کہ وہ ان لوگون سے ملے جنھون نے اپنی عمر مین اس مسئلہ پر

ارشٹ ذوالشہ ۱۲

غور کرنے مین لگا دین ہین اور اونسے دریافت کرکے بخپتہ یقین حاصل کرے
بخپتہ یقین حاصل کرنے کی اسلیے مین رلے دیتا ہون کہ جب تک کسی کو کسی
بات کا بخپتہ یقین نہو تب تک وہ اسبات کے لیے دل سے کوشش نہین کرسکتا
بخپتہ یقین حاصل کرنے کے ساتھ ہی ہر شخص کو لازم ہے کہ وہ اپنے دل کو
اُن سب نقصون سے پاک کرے جو عورتون کی تعلیم اور با تربیت ہونے
کی بابتہ بدقسمتی سے شائع ہین - اور راصل مین سب کی سب بے بنیاد ہین
سچی تعلیم و تربیت کی روشنی مرد کو مرد اور عورت کو عورت بنا دیتی ہے اور
جو بُرائیان عورتون کے سر تھوپی جاتی ہین وہ تعلیم و تربیت کی خامی سے ہین
نہ صحیح تعلیم و تربیت سے۔

بخپتہ یقین اور بے تعصبی کے بعد ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ عام رلے کو
بقدر امکان عورتون کی تعلیم کی طرف اتنا مائل کرے کہ ہر شخص اپنی لڑکی
کے جاہل رکھنے کو بڑا عیب سمجھنے لگے - عام رلے بڑی قوت ہے اوسکی
وجہ سے ہم لوگ بہت سی بُری عادتون کو پسندیدہ گمان کرتے ہین
اگر واقعی کوشش ہو تو عورتون کا جاہل رکھنا ہم سب بڑا عیب اور گناہ
جاننے لگین -

عام رلے کو عورتونکی تعلیم و تربیت کیطرف مائل کرنے کے ساتھ ہی ہر شخص
کو لازم ہے کہ جتنا وقت روپیہ وغیرہ وہ عورتون کے مکتب اور مدرسے جاری
ہونے کے واسطے صرف کرسکے اوسکو فرض جان کر صرف کرے ودیا دان
سے بہتر کوئی دان نہین ہے اور جو شخص لڑکیون کے مدرسے جاری کرانے
مین کوشش کریگا وہ ودیا دان کی مدد کریگا - مدرسے جاری کرا دینے
مین کوشش کرنے کا اچھا زینہ یہ ہے کہ لوگون مین لڑکیون کی تعلیم و تربیت

دلانے کی سچی خواہش پیدا کرے جب ایسی خواہش پیدا ہوگی تب مدرسے یقیناً کھل جاوینگے۔

مدرسون مین یہ باتین سکھانا چاہئین۔

لکھنا۔ پڑھنا۔ تاکہ دنیا مین علم کا جتنا ذخیرہ موجود ہے اوس تک پہونچنا آسان ہو سکے۔ حساب جسکے بغیر جمع خرچ رکھنا ممکن نہین۔ تندرست رہنا کیونکہ تندرستی نہو تو ضروری اور اچھے کامون کی قدرت نہین رہتی ہے۔

پاک صاف رہنا اسلیے کہ اس سے جسمانی اور عقلی اور اخلاقی صحت کو فائدہ ہوتا ہے۔ مکان و لباس و سامان کو پاک صاف رکھنا اس سے صحت و راحت ہوتی ہے۔ سادہ و آرام دہ لباس کو پسند کرنا۔ لذیذ اور صحت بخش کھانا پکا سکنا ضروری اور آرام دہ لباس بنا سکنا۔ خانہ داری کے ضروری کامون کو تمیز اور سلیقہ سے کرنا۔ گائے۔ بھینس۔ بکری۔ گھوڑا وغیرہ جانورون کو اس طور سے پالنا کہ اونسے فائدہ اور آرام ہو۔ ترکاریون اور پھل پھول کے درختون کو یون بونا کہ اونسے منفعت اور راحت ملے۔

ہماری موجودہ حالت مین فن زراعت لڑکیون کے لیے بہترین تعلیم و تربیت ہے اوس سے لڑکیون کا بہت سا وقت صاف ہوا مین گذرتا ہے۔

ورزش سے صحت کو فائدہ ہوتا ہے۔ اخلاق پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔ فطرت سے بلا واسطہ ربط ہو جاتا ہے۔

ماحول مین جن چیزون سے روزانہ سابقہ ہے اونکے مفید اور مضر اثرون کو جاننا مفید اثر سے فائدہ اٹھانے اور مضر اثر سے بچنے کی پختہ عادت ڈالنا۔

بچون کے جسم و عقل و ذہن کے بالیدہ ہونے اور پرورش کے اصول کو جاننا اور انپر سلیقہ سے عمل کرنے کی مشق کرنا۔

عفت۔ راستی۔ محنت۔ التزام[۵۱]۔ قوت فیصلہ۔ کفایت۔ ایثار[۵۲]۔ ہمدردی۔ مدارات حق پرستی۔ راحت رسانی۔ صفائی۔ سادگی کی پختہ عادت۔

یادرکھو کہ جب تک کہ ہماری لڑکیان تندرست باعلم وعمل نہون اور انکی ظاہری وباطنی قوتین عمدہ نہون تب تک ہماری آیندہ نسلین ہرگز پوری ترقی نہین کر سکتیں

بعض لوگ کہتے ہین کہ لڑکیون کو کیون پڑھاوین کیا انکو نوکری کرنا ہے۔ افسوس ہے وہ نہین جانتے کہ تندرستی جسمانی واخلاقی وعقلی کی غرض نوکری نہین ہے اوسکی غرض یہ ہے کہ آدمی دنیامین راحت وعزت سے رہے اور دون کو آرام دے۔ انکو بیماری۔ مصیبت۔ جہل سے بچادے۔

بعض کہتے ہین کہ گھرمین پڑھاؤ مدرسہ نہ بھیجو یہ راے بھی غلط ہے متوسط الحال لوگون کو اتنا مقدور کہان کہ وہ بڑی بڑی تنخواہون کی نیک اور عالم استانیان رکھین جو اپنے شاگردون کے لیے عمدہ نمونہ بن جاوین۔ ایک گھرمین تعلیم وتہذیب نفس اور صحت کا وہ سامان کہان جو عمدہ مدرسہ مین ہوتاہے یہ راے اوسی قسم کی ہے کہ ایک شخص کہے کہ شہرون مین رہنے سے کیا فائدہ مین تو دنیا بھر سے الگ ایک گھر بناؤنگا اور آرام سے رہنے کے لیے جتنے کام ضروری ہین وہ خود ہی کرونگا۔

بعض کو اندیشہ ہے کہ مدرسہ مین جانے سے اخلاق بگڑتے ہین کسی بڑے مدرسہ مین جہان تہذیب نفس۔ درستی اخلاق واصلاح معاشرت سے غرض نہو وہان تو اخلاق کا بگڑنا ممکن ہے لیکن عمدہ مدرسہ مین جہان جسمانی اخلاقی۔ عقلی صحت کی پوری فکر ہو نیک وبدمین تمیز کرنا اوسپر عمل کرنا۔ حق

---

[۵۱] التزام بمعنے پابندی۔

[۵۲] ایثار کے معنے اپنی ضروریات پر دوسرے کی ضروریات کو مقدم رکھنا۔

پرست ہونا سکھایا جائے وہان بگڑنیکا اندیشہ عبث ہے۔

بعض لوگ کہتے ہین کہ عورتین پڑھ لکھکر مردون کی برابری کرینگی یہ خیال پست ہمتی کا خیال ہے۔ مردون کو مردانہ ہمت سے کام لینا چاہیے سوا اُن باتون کے جن مین فطرت نے مرد و عورت کو یکسان نہین کیا باقی سب مین کوشش کرنا چاہیے کہ عورتین مردون کے برابر ہوکر دوشدوش پوری زندگی جی سکین یعنے خود راحت اور عزت سے عمر طبعی تک پہونچین اور اونکو پہونچنے مین مدد دین اور نوع انسان کے کامل کردینے مین پورا حصہ لین۔

صاحبو جو لوگ عورتون کے جاہل ہونے مین مدد کرتے ہین وہ خدائے پاک کے گنہگار ہین اور نوع انسان کے بدترین دشمن ہین اور آیندہ نسلون کے ذلیل اور تباہ کرنے کے ذمہ دار ہین۔ اگر کسی قوم کی عورتین بُری ہون تو اس قوم کے مرد ہرگز اچھے نہین ہو سکتے۔

اسوقت ایک بڑی ضرورت عورتون کی تعلیم کی یہ بھی ہے کہ ہمارے لڑکے تعلیم پاتے جاتے ہین اگر لڑکیان جاہل رہین تو اُنکو اچھے پڑھے لکھے شوہر نہ ملین گے۔

افسوس ہے کہ ہم بہت غافل ہین اور اپنے محسنون کی مہربانی سے بھی نہین فائدہ اٹھاتے۔ ہمارے رحمدل اور رعایا پرور لفٹنٹ گورنر بہادر حضور سر جیمس مسٹن صاحب بالقابہ نے سچی انسانی ہمدردی سے لڑکیون کی تعلیم کیطرف خاص توجہ فرمائی ہے۔ ۲۸ دسمبر ۱۹۱۵ء کو انجمن اعلےٰ تعلیم نسوان کا پرشوکت جلسہ سینیٹ ہال الہ آباد مین ہوا۔ ملاحظہ ہو پانیر ۸ دسمبر ۱۹۱۵ء

حضور لفٹنٹ گورنر بہادر بالقابہ خود صدر انجمن تھے۔ ذیل کے رزولیوشن قرار پائے

(۱) چونکہ صوبہ ہاے متحدہ آگرہ و اودھ مین لڑکیون کی تعلیم پیچھے پڑگئی ہے اسلیے شہرون کے ہر محلہ مین جہان بارہ لڑکیان مل سکین ابتدائی مکتب کھولنے

کی کوشش ہو۔ جنمین پڑھ کر لڑکیان ثانوی[1] مدرسون (سکنڈری اسکولون) مین جاسکین اور جہان ضرورت ہو وہان ثانوی مدرسہ کھولے جادین۔ سیکھی ہوئی استانیان ملنے کو ثانوی مدرسون مین استانیون کے سکھانے کے درجے کھولے جادین۔

(۲) ہندو مسلمان اور خصوصاً مسلمانون کے اونچے گھرون کی لڑکیون کی تعلیم کی ترقی کی غرض سے معززین کو ترغیب دیجاوے کہ وہ اپنے گھرون پر شرفا کی لڑکیون کے پڑھنے لکھنے کے واسطے درجے کھول لین انکی ہر قسم کی مدد ہو اور ہمت بڑھائی جاوے کہ درجے کھولین اور انکو قایم رکھین۔

(۳) ثانوی مدرسہ جہانتک ہوسکے اون غیر ملازم لوگون کی نگرانی مین دیے جادین جنکو عورتون کی تعلیم مین سرگرمی ہو۔

(۴) جہان جہان ثانوی مدرسہ کھلین وہان وہان انجمن اعلے تعلیم نسوان کی شاخین بھی نگرانی کو قائم ہون جو اپنے کام کی رپورٹ مرکزی انجمن کو بھیجین اور مرکزی انجمن اونکے کام کے نتیجون کو سالانہ رپورٹ مین شایع کرے۔

(۵) یہ جلسہ ادب سے حضور مین گورنمنٹ صوبہاے متحدہ آگرہ واودھ باصرار گذارش کرے کہ جہان ضرورت ہو لڑکیون کے ثانوی مدرسون کی ہو وہان مدرسہ کھول دینے کی مالی ذمہ داری گورنمنٹ قبول فرماے اور مینونسپل بورڈ کو ہدایت فرمائے کہ وہ اپنی آمدنی کا معین فیصد لڑکیون کی تعلیم مین لگادے صاحبو اس سے زیادہ اور کیا مراعات چاہتے ہو بحیثیت عاقبت بین رعایا کے تمپر فرض ہے کہ اس بڑی پرورش کی قدر کرو۔

اگر اب بھی ہم اپنی لڑکیون کی تعلیم و تربیت مین دل توڑ کر کوشش نکرین

---

[1] ثانوی بمعنے سکنڈری۔

تو ہمسے زیادہ نااہل اور بدنصیب لوگ دنیا مین نہونگے۔

صاحبو ہماری قبیح غفلت کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم ہمیشہ بدترین غلامی کی لاتین بھگتا کرین۔ سوچنے کی بات ہے کہ اسوقت یورپ کے محاربہ عظیم مین گریٹ برٹن اور آئرلینڈ و فرانس کے لوگ اپنے ملک اور آیندہ نسلون کی حفاظت کیواسطے لکھوکھا آدمیون کی جانین اور کرورہا روپے قربان کر رہے ہین اور ہم اپنی لڑکیون کے پڑھانے اور آیندہ نسلون کے درست کرنے مین تعلیم دلانیسے جان بچاتے ہین"

یہ چند سطرین اضافہ کرنے کے بعد اس باب کو ختم کرتا ہون۔

بارھوین اپریل سنہ ۱۹۱۵ء کو حضور بیگم صاحبہ والی ریاست بھوپال واسطے معائنہ مسلم گرلز اسکول کے تشریف لائین اور حضور ممدوح کا بڑی دھوم دھام سے خیر مقدم کیا گیا جناب بیگم صاحبہ اسکول کے معائنہ سے نہایت مسرور ہوئین اور باظہار ہمدردی وخوشنودی بارہ سو روپیہ سالانہ عطا فرمایا۔

باب ششم

تصانیف

ولایت جانے سے پہلے مولانا سید کرامت حسین صاحب کی جو تصانیف تہین وہ مشرقی علوم کے متعلق تہین۔ جنمین عربی و فارسی خطوط۔ مسائل نحویہ۔ و فقہیہ پر استدلالی رائین۔ مشکل اشعار عرب کے شروح علم کلام کے بعض مباحث تھے مگر اونمین سے اب مولانا کی کتابون مین کوئی بھی نہین ہے کہین اور ہون تو ہون مولانا کی پہلی تصنیف نجاست طعام اہل کتاب کے مسئلہ پر ہے جسکا ذکر باب اول مین آچکا ہے۔ یہ بھی اس پایہ کی تصنیف تھی جیسا مذکور ہوا ہے کہ اجازۂ اجتہاد کے لیے اسی تصنیف پر مولانا سے کہا گیا۔ لندن سے واپس آنے کے بعد سب سے پہلے اونھون نے اردو مین تعلیم نسوان پر ایک رسالہ لکھا اور طبع کرایا دوسرا رسالہ عربی مین لکھا جسمین وضع و تعریب کا مقابلہ کرکے وضع کو تعریب پر ترجیح دی اور بیان کیا کہ عربی نشری زبان ہے اور انگریزی الیفی اور بتایا کہ اصطلاحات علوم کے جو لفظ ہون وہ ثلاثی ہون ایسے ہون جنسے

مشتقات بن سکین اور ثابت کیا کہ تعریبات سے زبان عربی مین ترقی ہوگی بلکہ ایسی حالت ہوگی جیسے فقیر دعوت کے لیے امیر کے یہان سے سب سامان مستعار لاوے یہ رسالہ طبع نہوا اور مکان جلنے مین تلف ہوگیا۔

تیسری کتاب انگریزی مین رائٹ اینڈ ڈیوٹی۔ الحقوق والفرائض[ملہ] لکھی اُسکو یورپ وامریکہ بھیجا مینے جو تقریظ اوس کتاب کی لکھی ہے اوسمین وہ رائین جو انگلستان وامریکہ سے اوسکی بابت آئی تھین وہ نقل کردی ہین اسلیے مین صرف اپنی ہی تقریظ کے ترجمہ پر اکتفا کرتا ہون میری تقریظ انڈین ڈیلی ٹیلی گراف لکھنؤ مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۰۰ء مین شائع ہوئی۔

ترجمہ تقریظ یہ ایک رسالہ حقوق وفرائض اور انکے ارتقا تعریف۔ توزیع وتقسیم درجات پر بموجب اصول قانون فقہ کے ہے جو سید کرامت حسین صاحب بیرسٹرایٹ لا مڈل ٹمپل ایڈوکیٹ عدالت العالیہ ہائیکورٹ ممالک مغربی وشمالی کی تصنیف ہے انڈین پریس الہ آباد مین طبع ہوا ہے۔ قیمت اوسکی چھ روپیہ ہے۔)

یہ نادر رسالہ مصنف کی ضخیم اور نہایت مفید تصنیف شرع محمدی کے مسئلہ ہبہ کا ایک جزو ہے جسکو مکمل ہوے اگرچہ کچھ زمانہ گذرا مگر اسکی اشاعت کی ابتک نوبت نہین آئی ہے۔ سید کرامت حسین صاحب اپنے عہد کے ہندوستانی عالمین مین سے ایک بلکہ غالبًا کامل ترین فرد ہین۔ یہ عربی کے جید عالم ہین اور حیرت انگیز سہولت وصفائی سے عربی عبارت تحریر فرماتے ہین۔ انکی عبارت عدیم المثال طور پر جامع ومانع ہوتی ہے۔ وہ کبھی بیکار یا فضول لفظ تحریر ہی نہین فرماتے

ملہ یہ کتاب انڈین پریس الہ آباد مین ۱۸۹۹ء مین طبع ہوئی۔

فارسی زبان پر انکو ویسی ہی مہتم بالشان قدرت حاصل ہے جیسے کہ عربی پر وہ فلسفہ منطق اور علم السنہ مین کامل ہین اور علم اللسان[۱] عربی پر اونھون نے بزبان عربی ایک بالکل اچھوتی تصنیف فرمائی ہے جسکا مقدمہ زائد از دوسو صفحات کا شائع ہو گیا ہے۔ مولوی کرامت حسین صاحب کا مذاق شاعری نہایت سلیم اور اعلیٰ پایہ کا ہے وہ قریب قریب تمام دیوان حافظ کے حافظ ہین اور اردو کے مسلم الثبوت شعرا میر و غالب و آتش کے تصانیف کا بہت بڑا حصہ علاوہ بیشمار اشعار عربی کے انکو از بر یاد ہے انگریزی زبان پر جو کمال قدرت حاصل ہے باوجودیکہ جوان ہو جانے پر اونھون نے انگریزی کی تحصیل شروع کی تھی اسکا ثبوت اس انگریزی تحریر[۲] کے نمونہ سے بہم پہونچ سکتا ہے جو بلا انتخاب انکے اس رائے سے اخذ کیا گیا ہے جو مقررہ مہر کے مجوزہ کمی پر ہے۔ مولوی سید کرامت حسین صاحب سیرتاً بدرجۂ اتم بلا تصنع سادہ مزاج شخص ہین۔ انکی ذات تنگ خیالی۔ حرص اور تعصب سے بری ہے اور وہ اعلےٰ اصول کے آدمی ہین۔ حقوق و فرائض پر جناب ممدوح کا رسالہ ان کے آیات کمال مین سے ہے جو مصنف کے غیر محدود قابلیت پر روشنی ڈال رہا ہے۔ یہ انکی تبحر علمی اور زبردست قوت ادراک کے مجموعہ کا نتیجہ ہے یہ ایک اچھوتی تصنیف اس لفظ کے ٹھیک ٹھیک صحیح معنون مین ہے۔ امریکہ اور انگلستان کے اخبارات کے اقتباسات ذیل سے کچھ رائے اس تصنیف کے اصل جوہر پر قائم ہو سکتی ہے۔ جسکا گولیگل نیوز مین مذکور ہے۔ مضمون اسقدر

[۱] اس کتاب کا نام فقہ اللسان ہے اور سنہ ۱۹۱۶ء مین مطبع نولکشور لکھنؤ مین طبع ہوئی ہے۔

[۲] مولانا کی انگریزی عبارت کا نمونہ اصل تحریر یعنے تقریظ مین درج کیا گیا ہے اردو مین اسکا ترجمہ غیر ضروری خیال کیا گیا۔

تازہ اچھوتا اور اس ملک کے تمام مضامین سے اسقدر الگ ہے کہ اس تصنیف کے دیکھنے مین ہمکو بہت زیادہ دلچسپی محسوس ہوئی۔ یہ ایک ایسی تصنیف ہے کہ ہر شخص اسکو پڑھ کر مستفید ہو سکتا ہے۔ سوا لائق ماہر قانون اور پختہ کار عالم اور مہتم بالشان قواے مدرکہ والے شخص کے ایسی تصنیف کوئی اور پیش نہین کر سکتا۔

آئرش ٹائمس نے حسب ذیل رقم کیا ہے۔

یہ تصنیف ایک ایسا نسخہ ہے جس سے اعلے ترین عالمانہ خیالات کا اظہار ہوتا ہے۔ مصنف کے خیالات ایسے جید اہل فکر کے خیالات ہین جو اپنے عادلانہ راے مین غیر متزلزل غیر جانبدار اور روشن خیال ہو۔ توزیعات اکثر نہایت نازک ہین مگر مغلق نہین اس ہندوستانی ماہر قانون نے اصول پر بہ سنجیدہ غور و خوض کیا ہے جن کو اسنے اس قدر بیّن طور پر پیش کیا ہے اور ایک ایسے قابلیت اور قوت دماغی کا ہم کو ثبوت دیا ہے جس کے ماننے پر ہر سر زمین کا نہایت تجربہ کار سے تجربہ کار فقیہ فخر و مباہات کر سکتا ہے انڈین پریس الہ آباد مین دو سو صفحے پر یہ کتاب چھپی ہے۔ چھپائی نہایت قابل تعریف ہے اور ہمکو یقین ہے کہ ان ملکون مین حقوق و فرائض کی بڑی قدر ہوگی

جسٹس آف دی پیس دقمطراز ہے " اس تصنیف مین مسٹر کرامت حسین جناب نے اصول فقہ کے بنیاد کے بموجب حقوق و فرائض کے تقسیم درجات۔ توزیع تعریفات و ارتقا کا بیان فرمایا ہے۔ بعد ازان انھون نے حقوق کی تقسیم قانونی۔ فطرتی اور اخلاقی طور پر کی ہے اور حقوق و فرائض کی توزیع کر کے حقوق کے تقسیم مخصوص بالذات اور حقوق مخصوص بالغیر کے طور پر فرمائی ہے

اور اس مضمون پر قابلیت کے ساتھ بحث کی ہے اور بجید سہولت کے ساتھ ایسے بین، استدلال سے کام لیا ہے جسکی نظیر شاذ و نادر قانونی ادب مین نظر آتی ہے۔

لا ٹائمز تحریر کرتا ہے ایسے متعلم کے نقطۂ نظر سے جو علم قانون کے اس شعبہ کو ذہن نشین کرنے کا متمنی ہے، ایسے بجید مضامین سے ملو ہے جو اعلیٰ پیمانہ پر مفید اور بلا شبہ خاص غور و توجہ کے لائق ہے۔

پال مال گزٹ لکھتا ہے۔ شرح محمدی کے ایک نہایت دلچسپ مسئلہ کی قابل تعریف بحث کی گئی ہے۔ اسکی صاف صاف ترتیب اور روشن طرز تحریر بھی کلیتاً ویسی ہی قانونی کمال کے شایان شان ہے جسکو مصنف نے دکھلایا ہے۔

(۴) چوتھی کتاب سائنس آف لا علم قانون انگریزی مین لکھی جسنے بن تھم مارک بی ہالینڈ آسٹن وغیرہ کی کتاب اصول قانون کو بغور مطالعہ کیا ہو اور اوسکے بعد سائنس آف لا پڑھا ہو وہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ سید کرامت حسین صاحب کی یہ تصنیف کس درجہ کی ہے یہ کتاب سٹی پریس الہ آباد مین ۱۹۰۲ء مین طبع ہوئی)۔

(۵) ایک مختصر سا چار ورق کا رسالہ انگریزی مین لکھا جسکا نام تجویز برائے ترقی مسلمانان (اے اسکیم فار دی پراگرس آف محمڈنز) رکھا اس مین مسلمانون کی ترقی کے اصول اور اوسکی عملی تدبیرین درج ہین غور سے دیکھو تو دریا کوزے مین ہے۔

(۶) چھٹی کتاب دی انسٹیٹیوٹ اوریجن آف دی پرائمری عربک روٹس" یہ خلاصہ اصول فقہ اللسان کا اور چند مصادر کا ہے یہ کتاب عربی کے ایم اے کورس الہ آباد

یونیورسٹی مین داخل ہے۔

(۷) سید کرامت حسین صاحب نے ہبہ پر ایک کتاب مبسوط انگریزی مین لکھی اس کتاب مین تمام مسائل کے اصول شرعی کو بتایا ہے۔ سنت یا اجماع یا قیاس جن مسائل پر مبنی ہے اونکو بھی لکھا ہے جتنے مسائل کتابون مین نہین ہین اور وہ پیش آتے ہین اُنکو بھی تحریر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس بابت فقہ مین حکم نہین نکلتا سنہ ۱۷۹۴ء سے سنہ ۱۹۱۲ء تک جتنے فیصلے ہبہ کے متعلق ہوے ہین اور نظیر خیال کیے جا سکتے ہین اون سب پر احاطہ کیا ہے جو اہم باتین اُن نظیرون مین قابل لحاظ ہین اُنکو نوٹ کر دیا ہے نظائر پریوی کونسل و عدالتہاے ہائیکورٹ مین جو مسائل ایسے طے ہوے ہین کہ احکام شریعت حنفی کے موافق نہین ہین اونکی غلطی کو شائستہ طرز سے ثابت کیا ہے ہبہ پر انگریزی مُصنّفون نے جو غلطیان یا فروگذاشتین کی ہین اُنکو بھی دکھایا ہے فقہ حنفی اور فقہ شیعی کا مقابلہ بھی کیا ہے لیکن محاکمہ نہین کیا ابھی تک ایسی مبسوط کتاب انگریزی مین ہبہ پر نہین لکھی گئی "رائٹ اینڈ ڈیوٹی" "الحقوق والفرائض" اسی کا مقدمہ ہے حیف ہے کہ ملک کی ناقدر شناسی اور مصنف کی تنگدستی سے یہ کتاب طبع نہوئی۔ اور مجکو یہ بھی نہین معلوم ہو سکا کہ مسودہ کہان ہے۔

(۸) فقہ اللسان عربی فیلالوجی مین بزبان عربی لکھی اور میرے کہنے سے منشی پراگ نرائن صاحب مالک مطبع نولکشور رئیس لکھنو نے سنہ ۱۹۱۶ء مین طبع کرا دی یہ کتاب تین جلدون مین ہے اور ہزارہا الفاظ علامہ مصنف نے حکایت الصوت کیطرف مبنی کیے ہین اس کتاب کے ملنے کا پتہ مطبع مذکور ہے

(۹) رسالہ فی امور العامہ۔ وجود ماہیت۔ حقیقت وغیرہ مین جو غلطیان حکما اور متکلمین کے مُصنّفات مین تھین انکی اصلاح اور ترمیم اس مختصر رسالہ

مین بزبان عربی جناب مولانا نے فرمائی ہے اس کتاب کا ایک اڈیشن چھپ چکا تھا مگر پھر مولانا نے تفصیل سے اُسے وسعت دی ہے متکلمین اور مناظرہ کرنے والون کے لیے یہ کتاب ایسی ضروری ہے جیسے سپاہی کے لیے تلوار۔

(۱۰) علم الاخلاق مین سید کرامت حسین صاحب نے ایک رسالہ اردو مین لکھا[له] جو اس قابل ہے کہ ہر مسلمان مرد وعورت کے ہاتھ مین ہو اوسکے مضامین ورد ہون سنہ ۱۹ء مین جب شمس العلما علامہ سید علی صاحب مرحوم بلگرامی نے اوسکو دیکھا تو وجد مین آگئے فرمایا کہ کیمرج مین ایک ماہر فلسفہ تمنا کرتے تھے کہ اس پردازپر ایک کتاب علم الاخلاق مین لکھی جائے مین اسکو انگریزی مین ترجمہ کرونگا یہ تو بے مثل کتاب ہے اوسی زمانہ مین ہزہائینس سر سلطان محمد خانصاحب دی آغا خان الہ آباد تشریف لائے مولانا سید کرامت حسین صاحب کے مہمان ہوے علامہ بلگرامی نے رسالہ کی بڑی تعریف ہزہائینس سے کی اونھون نے فرمایا کہ کاش فارسی مین ہوتا تو مین بھی پڑھتا انکی خواہش پوری کرنے کو سید کرامت حسین صاحب نے اس رسالہ کو پندرہ دن سے کم مین بمقام کوئٹہ سنہ ۱۹۱۱ء مین فارسی مین ترجمہ کیا۔

مولانا سید کرامت حسین صاحب کی فارسی پرانے طرز کی تھی ہزہائینس نے فرمایا کہ حال کی فارسی مین ہونا چاہیے اور اُنکے حکم سے آغا عبد الرحیم خان صاحب شیرازی پروفیسر فارسی بہاء الدین کالج جوناگڈھ نے حال کی زبان فارسی مین ترجمہ کیا ہزہائینس کا خیال تھا کہ فارسی ترجمہ طبع ہو چنانچہ سنہ ۱۹۱۶ء مین مطبع آل انڈیا اسلامی پرنٹنگ ورکس لکھنؤ مین طبع ہوا اور الہ آباد یونیورسٹی کے بی اے کورس مین داخل ہے جناب نواب عماد الملک جناب سید حسین صاحب

[له] یہ اردو رسالہ علم الاخلاق سنہ ۱۹ء مین مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین باردوم چھپا۔ اول بار سنہ ۱۹ء قیصر ہند پریس الہ اباد مین طبع ہوا تھا۔

بلگرامی کی توجہ سے اردو رسالہ علم الاخلاق ندراس یونیورسٹی مین بی اے کے
کورس مین داخل ہوگیا ہے۔

(۱۱) مولانا سید کرامت حسین صاحب نے ایک رسالہ اردو مین "افراد کاسبہ"
لکھا ہے۔ اسمین ثابت کیا ہے کہ سب سے پہلے اصلاح جو مسلمانون مین ہونا چاہیے
وہ یہ ہے کہ اُن مین سے ہر مرد و عورت اپنی ضروری معاش خود پیدا کر سکے
دوسرے پر بوجھ نہ ڈالے۔ آخر مین شیعہ و سُنّی احادیث سے کسب معاش کے
فضائل لکھے ہین اور خوب لکھے ہین۔ یہ رسالہ تصویر عالم پریس لکھنؤ مین چھپا ہے۔

(۱۲) ایک اور رسالہ اردو مین لکھا ہے۔ جسکا نام الدین والکون ہے۔ الدین
مین خدا کی ہستی کا ثبوت ہے ایسی دلیلین درج ہین جو کسی اور مبسوط سی
مبسوط کتاب مین بھی نہین ملتین جب جناب مرحوم مولوی محمد حسین صاحب الہ آبادی
نے جنکی عمر ستر سے زیادہ تھی اور جنکو تمام عمر علوم عقلیہ سے خاص انس تھا
مولانا سید کرامت حسین صاحب شرح تجرید پڑھنا شروع کی اور جنکے درس مین
اسی کے ساتھ ساتھ شفا و اشارات بھی آجاتے تھے اوسکو سُنا تو فرمایا آج مین آخر عمر
مین مسلمان ہوا" الکون مین اسپنسر کے الکون والفساد اولیوشن اینڈ ڈسولوشن
کے معنے اور خلاصہ بیان کیا ہے۔ اس رسالہ کو جناب نواب سجاد علیخانصاحب
عرف اچھن صاحب رئیس بنجاری ٹولہ لکھنؤ نے ۱۹۱۰ء مین چھپوایا۔

(۱۳) ایک چھوٹا سا رسالہ شیعون کے عقائد اصولیہ مین بچون کے لیے لکھا ہے
اُسکا نام "سچا عقیدہ" ہے۔

(۱۴) جناب سیدہ صلواۃ اللہ علیہا کا ترجمہ اس احتیاط سے لکھا ہے کہ وہ انسان
تھین اور کتاب مین کوئی بات خرق عادت کی درج نہین کی ہے۔

(۱۵) حالات حضرت امام حسین علیہ السلام۔ یہ مختصر سا اردو مین رسالہ ہے اسمین

مولانا نے حضرت کے بشریت کا پہلو دکھایا ہے اور بیان فرمایا ہے کہ آپ کے اخلاق حمیدہ اس پایہ کے تھے کہ حضرت کو کمال انسانیت کا نمونہ کہنا بالکل صحیح اور درست ہے۔ حضرت کی شجاعت۔ عدالت۔ سخاوت۔ احسان۔ زہد۔ تسلیم ورضا۔ صبر وغیرہ کے صحیح صحیح واقعات تاریخ اسلام سے مستنبط کرکے بیان کیے ہین

(۱۶) حالات امیر المومنین علیہ السلام بھی بزبان اردو ایک مختصر رسالہ کی صورت مین اسی طرز سے لکھے ہین جیسے امام حسین علیہ السلام کے حالات۔

(۱۷) المرأۃ مین صنف نسوانی اور عورت کی علتِ خلق اوسکی تشریح جسمانی فن عمل الاعضاء اوسکی نشو ونما۔ اوسکی وہ خصوصیات جن مین سے مردون کو کچھ نہین ملا اوسکے خدمات نفسانی عالم تمدن مین اسکے فرائض اور پردہ وغیرہ پر بحث فرمائی ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جسکی نسبت سید ممتاز حسین صاحب سے مولانا کرامت حسین صاحب نے مرنے سے تین چار گھنٹہ قبل گفتگو کی تھی۔

یہ تین آخر الذکر کتابین طبع نہین ہوئی ہین۔

(۱۸) عدالت کو مہر مجوزہ کے کم کرنیکا اختیار نہین ہے۔ یہ بھی ایک رسالہ انگریزی مین لاجواب ہے جسکا ذکر باب سوم مین ہوچکا ہے۔

(۱۹) طلاق کا علم حنفی شرع مین بیوی کو ہونا ضروری نہین ہے۔ یہ رائے نولکشور پریس الہ آباد آٹھ فروری ۱۹۱۵ء مین طبع ہوئی اور اسکا ذکر بھی باب سیوم مین ہے۔

(۲۰) لاولد شیعہ بیوہ اور مسئلہ عقار۔ یہ رسالہ بھی انگریزی مین بے مثل ہے اسکا ذکر باب سوم مین آچکا ہے۔

(۲۱) مسلمانون کی تعلیم پر ایڈریس۔ یہ ایڈریس بھی انگریزی زبان مین بہت اعلیٰ تصنیف ہے۔ اسکو جناب نواب سجاد علیخانصاحب عرف اچھن صاحب

رئیس بنجاری ٹولہ و ٹھاکر نواب علیخانصاحب تعلقدار اکبر پور ضلع سیتاپور نے چھپوایا

(۲۲) مسلمان لڑکیون کی تعلیم کی نسبت رائے۔ یہ بھی انگریزی مین ہے۔

(۲۳) تعلیم نسوان پر اردو مین لکچر۔ جو آخر باب پنجم مین درج ہے۔

(۲۴) مکاتیب عربیہ:۔

(۲۵) مقدمہ میر عون علی بنام بانو بیگم کے بارے مین رائے۔ یہ مقدمہ بمبئی ہائیکورٹ مین سنہ ۱۹۰۵ء مین دائر کیا گیا تھا۔ جناب مولانا کرامت حسین صاحب سے مدعی نے رائے طلب کی تھی۔ بانو بیگم کا مذہب حنفی تھا اور اُنکے خاوند کا شیعہ سید کرامت حسین صاحب نے بہت سے مسئلے اسمین طے فرمائے ہین منجملہ اُنکے ایک مسئلہ یہ ہے کہ بانو بیگم نے جب یہ الفاظ "مہر معاف کیا،، اپنے خاوند کی لاش پر کہے تو فی الواقع اسنے مہر معاف کردیا یہ رائے نہایت شرح وبسط کے ساتھ لکھی ہے۔ اسکا ذکر باب سوم مین آچکا ہے۔

حالت وقت تصنیف جب مولانا سید کرامت حسین صاحب کسی مہتم بالشان تصنیف کی جانب متوجہ ہوتے تھے تو اُنپر حالت خاص طاری ہو جاتی تھی فنا فی التصنیف کے مرتبہ کو پہونچ جاتے تھے تمام دنیا وما فیہا سے غافل ہوتے تھے کھانا پینا سونا تمام ضروریات زیست ناگوار ہوتے تھے اگر خادم خبر کرتا تھا کہ کھانا حاضر ہے تو جی مین آتا تھا کہ اسکو مار کر نکالدین کوئی ملاقات کو آتا تھا تو بہت ہی گران ہوتا تھا گو مروت سے ملتے تھے

شعر

ہوتے تھے منہمک یون جب کام کرنے بیٹھے ٭ تن کی خبر نہ انکو پروا نہ پیرہن کی

آخر عمر میں بشر تھے غور کرتے کرتے تھک جاتے تھے سر مین درد شدید ہونے لگتا تھا تاہم دل انکی تصنیف کے مضامین پر غور کرتا جاتا تھا اور اسلیے کہ بیمار ہو بیکار

نہ ہوجائین وہ صرف اسطور سے اپنے کو اُس لٹریچر کے مضامین پر غور کرنے سے باز رکھ سکتے تھے کہ ہواخوری کو پیادہ جائین اور صحرا مین دور جاکر حافظ کے دلکش اشعار آہستہ آہستہ اور کبھی باواز بلند پڑھین اسطرح دماغ کو سکون ہوجاتا تھا۔ اسپر ایک قصہ یاد آگیا ایک مولوی صاحب نے اپنے ایک شاگرد رئیس زادہ کو مصدر فیوض پڑھایا جب وہ پڑھ چکا کہا بازار جاؤ وہ بازار گیا جب واپس آیا اوس سے دریافت کیا تم نے کیا دیکھا۔ اوسنے جو جو چیزین بازار مین دیکھین تھین بیان کین کہا پھر مصدر فیوض پڑھو پھر بازار بھیجا پھر دریافت کیا پھر اوسنے وہی کہا قصہ کوتاہ تین مرتبہ یہی ہوا جوتھی بار جب رئیس زادہ بازار سے واپس آیا تو اوسنے مولویصاحب کے سوال کے جواب مین کہا کہ مینے بازار مین اسم دیکھا فعل دیکھا ماضی بعید ماضی قریب دیکھی جدھر دیکھا مصدر فیوض دیکھا مولوی صاحب خوش ہوے اور فرمایا اب تم مصدر فیوض سمجھے۔

وقت تصنیف روز کچھ نہ کچھ تصنیف کرتے تھے[1] اور اسقدر جلد کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی کتاب سے نقل کررہے ہین صبح کے وقت اکثر تصنیف کرتے تھے۔

مولانا کے ترجمہ مین بہت سی حیرت افزا باتین ہین انمین ایک تم انکی سیاسی معلومات اور قابلیت بھی ہے۔ افسوس ہے انکی سیاسی قابلیت کی مطلق شہرت دنیا مین نہین ہوئی۔ عام عقیدہ کی بنا پر جو معمولاً شہرت سے قائم ہوتا ہے

[1] روزانہ پڑھتے بھی ضرور تھے اعلی قسم کی تصانیف پڑھا کرتے تھے جسقدر نہایت اعلی درجہ کی کتابین عربی فارسی انگریزی زبان مین ہین یا اور زبانون سے ترجمہ ہوئی ہین انکو یا تو پڑھا تھا یا اونکے مطالب یا خلاصہ سے آگاہ تھے۔

آج واقعیت کے فوراً ملنے پر دنیا مشکل سے تیار ہو گی مگر حقیقت شناس اسوقت بھی قدردان تھے اور عام طور پر آیندہ ممکن ہے کہ زمانہ ان باتون کی قدر کرے۔

سطحی نظرین جو آجکل کے سربر آوردہ رہبران قوم کی طرح ہندوستان کے سیاسی جلسون اور انجمنون اور کانگریس اور کانفرنسون مین شرکت اور دلچسپی لیتے ہوے نہین دیکھتی تھین۔ اور جنکے نزدیک سیاست کا مفہوم اور رہبر قوم یا لیڈر ہونے کا معیار صرف اسی دائرہ تک محدود ہے کہ ایسے جلسون مین داخل ہو کر تقریرین کرے اور رزولیوشن اور تجاویز مین اپنا نام شامل کرائے انکے لیے بھی یہ ذکر اسی طرح حیرت انگیز ہے جس طرح اُن لوگون کے لیے جو علم سیاست سے واقف ہین۔ مولانا سیاسی مفاد کی تہ تک پہونچکر قابل عمل باتون پر کس سہولت اور پختگی سے رائے زنی مین کامل مہارت رکھتے تھے اور باوجود اسکے گوشۂ عزلت مین بسر کر کے کیون اس طرح زندگی ختم کر دی۔ حد اعتدال سے گذر جانے والون کا ذکر نہین سیاست کا مفہوم سمجھنے اور ملک کے بہبود کے لیے عملی پہلو اختیار کرنے مین مختلف اعتدال پسند طبیعتین جو بلحاظ اپنے جوش اور تجربہ کے مختلف رائین رکھتی ہین ان سب کا ماحصل یہ ہے کہ ملک کے حقیقی سود و بہبود کے کیا طریقے ہین اور صحیح معنون مین سیاست یا پالیٹکس کا کیا مفہوم ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ مولانا اپنے کو قولاً و فعلاً ایسے جلسون اور اسکی کارروائی سے الگ رکھتے تھے مگر اپنے وسیع معلومات کی بنا پر وہ ہر حالت مین امور سیاست پر بہتر سے بہتر رائے دیتے تھے جب کسی بڑے سے بڑے پالیٹکس کے مسئلہ مین اُن سے کسی سے گفتگو ہوئی تو اسکو اس بات کا بخوبی اندازہ ہو گیا اگر غور کیا جائے اور پالیٹکس کی وسعت پر نظر دوڑائی جائے اور اُنکے مشرقی

اور مغربی علوم کے تبحر کے علاوہ مختلف مسائل دیگر مباحث و علوم و فنون اور خود
مختلف ملکون کے پالٹیکس اور عربی اور انگریزی ادب کے بہت سے مضامین
سے انکی واقفیت پر غور کیا جائے جنکے جاننے کی ایک زبردست پالیٹیشین
کو ضرورت ہے تو اصلی پولیٹکس کے جاننے والونکی تعداد کا دائرہ چھوٹا کرتے کرتے اس
نتیجہ پر پہونچنا پڑتا ہے کہ ہندوستان مین کم ایسی مثالین ملین گی جسکی ایک فرد مولانا
تھے اون مین وہ تمام قابلیت موجود تھی جو ایک بڑے سے بڑے پولیٹیشین
کے لیے ضروری ہے اسکو چاہے ملک کی خوش قسمتی کہا جاے یا بدنصیبی کہ
وہ اس قسم کی دلچسپی سے ہمیشہ علیحدہ رہے اور اونھون نے اپنے اشغال کو
چھوڑ کر اسمین حصہ لینا کچھ ضروری اور قرین مصلحت نہ سمجھا مگر واقعًا وہ ایک
زبردست پولیٹیشین تھے۔

عظیم الشان اسلامی وفد باوجود پالیٹکس سے الگ رہنے کے مولانا اپنے
دوستون کے اصرار سے ۱۹۰۶ء مین نامور وفد کے
ساتھ حضور وائسرا ے لارڈ منٹو کی خدمت مین بمقام شملہ حاضر ہوے جب
مسلمانون کی درخواست کا مسودہ جو جناب نواب عماد الملک سید حسین صاحب
بلگرامی نے مرتب فرمایا تھا غور کے لیے ایک جلسہ مین لکھنو مین پیش ہوا اوسوقت مولانا
نے یہ راے دی کہ اس درخواست مین ضرور یہ اضافہ ہو کہ مسلمانون کے
اطمینان کے لیے ہائی کورٹ کی عدالتون مین مسلمان جج مقرر ہون۔ حاضرین
نے اس راے کو پسند کیا اور یہ راے درخواست مین بڑھا دی گئی۔ چنانچہ
کلکتہ۔ مدراس۔ پٹنہ۔ بمبئی۔ الہ آباد۔ پنجاب مین مسلمان ججون کا تقرر
باوقات مختلف ہوا۔

دوسرا وفد دوسرا وفد جسمین مولانا شریک ہوے مارچ ۱۹۱۵ء مین

حضور وائسرائے کی خدمت مین گیا تھا اس وفد کے ایڈریس کے ابتداہی مین لکھا تھا کہ "ہم نمائندے" مولانا نے اسپر اعتراض کیا اور کہا کہ مجکو تو کسی نے اپنا نمایندہ مقرر نہین کیا ہے چنانچہ اہل دہلی وغیرہ کا ایک جلسہ مقرر ہوا اور مولانا کو نمائندہ مقرر کیا جب مولانا نے اڈریس پر دستخط کیے۔ اس سے بھی مولانا کی احتیاط کا پتہ چلتا ہے۔

پالیٹکس سے علیحدہ رہنے کیوجہ

سیاسی امور (پالیٹکس) سے اسوجہ سے علیحدہ نہین رہتے تھے کہ وہ اسکو فرض کفائی جانتے تھے بلکہ انکو یقین تھا کہ مسلمان بلحاظ اپنی ناداری و نا اتفاقی و اخلاقی و عقلی ماحول کے ان دشواریون کے مقابلہ کو آمادہ نہین ہین جن سے سیاسی امور مین مقابلہ ناگزیر ہے وہ اسطرف مائل تھے کہ مسلمانون کو سردست اپنی دولت و علم و عقل اخلاق مین ترقی کرنا چاہیے اور سیاسی قوت خود بخود حاصل ہو جائے گی۔ وہ جس موضوع پر کوئی کتاب یا مضمون لکھتے تھے ہر گوشہ پر نظر رکھ کر بہت مکمل لکھتے تھے۔ انکی وسیع معلومات اور جامعیت اور تجر علمی اور اصابت رائے سے اوسمین کچھ ایسی باتین پیدا ہو جاتی تھین جسکی امید ہر مصنف سے نہین ہو سکتی عملی پولیٹکس پر انھون نے جسقدر لکھا ہے وہ تحریرات اپنی قسم مین بیش بہا اور لاجواب ہین۔ افسوس ہے کہ انکی زندگی نے وفا نہ کی اور وہ اس سلسلہ کو ختم کرنے سے پہلے دنیا سے اُٹھ گئے۔ مولانا کی وفات کے چند ماہ بعد رسالہ ایسٹ اینڈ ویسٹ کے ستمبر ۱۹۱۷ء کے نمبر مین پولیٹکس پر جو مضمون مولانا کا شائع ہوا ہے وہ اگرچہ نہایت مختصر ہے مگر پولیٹکس کے دریا کو کوزہ مین جسطرح بند کیا ہے وہ اسکے لفظ لفظ سے عیان ہوتا ہے اصل مضمون انگریزی مین ہے ناظرین کی دلچسپی کیلیے اسکا ترجمہ ذیل مین درج کیا جاتا ہے

علم و عمل

آئین انگلشیہ کے موافق ہر ہندوستانی کو وہی ملکی حقوق حاصل ہین جو انگریزون کو حاصل ہوتے ہین- وہ انگلستان کا وزیر مال وزیر اعظم یا ہندوستان کا گورنر جنرل ہو سکتا ہے- لیکن مغائرانہ امتیازون نے عملاً ہندوستانیون کی ترقی کی قریب قریب تمام راہین بند کر رکھی ہین تمام شورش اور برہمی کا سبب یہی تفریق ہے اور یہ روز بروز قوت پکڑتی جاتی ہے- اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت برطانیہ سے رعایا کی عقیدت کے منقطع ہوجانے کا اندیشہ ہے-

وہ لوگ چاہے ہندوستانی ہون چاہے برطانوی الاصل- جن کے دل سے یہ لگی ہوئی ہے کہ ہندوستان اور دیگر مقبوضات برطانیہ کی بہبود کے لیے برطانوی حکومت کا قیام ناگزیر ہے انکو یہ اپنا مقدس فرض سمجھنا چاہیے کہ وہ ایک ایسی انجمن قائم کرین جسکی یہ غرض ہو کہ ہندوستانیون کے لیے جو موانع پیدا کر دیے گئے ہین وہ دور ہوجائین- ایسا کرنے سے برطانیوی حکومت کی بنیاد رعایا کے دلون پر قائم ہوجائیگی موجودہ حالت تو یہ ہے کہ یہ بنیاد ایک شورانگیز کوہ آتش فشان پر ٹھہری ہوئی ہے-

انجمن مذکور کی ترتیب کے لیے ہمکو ایک قومی جماعت ایسے بے نفس کام کرنیوالون کی مطلوب ہے جو ذاتی وجاہت کے ساتھ علم و تجربہ رکھتے ہون اور وسائل معاش سے مستغنی ہون اور اپنی زندگی اسی مقصد اعلےٰ کے لیے وقف کردین اور ہندوستان کو اس بلند پایہ پر پہونچانے کے لیے وقت محنت اور دولت نذر فرمائین جو اسکی گذشتہ عظمت کے شایان شان ہو اور اس نصب العین کے مناسب ہو جو برطانوی مدبرین سلطنت مین روح پھونکنے والا ہے- انجمن کے

پاس معقول سرمایہ کے ساتھ تبلیغی جد وجہد کا سامان ہو اور وہ برابر اس وقت تک کام کرتی رہے جب تک یہ نصب العین پورا نہ ہوجائے کہ ایک ہندوستانی کو وہی ملکی حقوق حاصل ہوں جو ایک انگریز کو

میری تجویز ان امور کو عملی صورت مین لانے کا مطالبہ پیش کرتی ہے جو آئین انگلشیہ نے محض نظریہ کی صورت مین عطا کیا ہی۔

(۱) یہ تجویز ہندوستانیون کے، ویر وایک مشترکہ مطلوب یعنی مجبوریون کے دفاع کو پیش کر رہی ہے جو برطانیہ کے نصب العین کے مطابق نہین۔

(۲) یہ تجویز بغیر متضاد مسائل پیدا کیے ہوے شخصی اور جماعتی فوائد کو آپس مین ہم آہنگ بنا دیتی ہے۔ اس سے برطانوی رعیت کو مساوی طور پر یہ موقع ملتا ہے کہ وہ جو کچھ بھی اپنی انفرادی ترقی اور اپنے ابنائے ملک کی ترقی عامہ کے لیے کر سکتا ہے کرے اور یہی امر بنی آدم کی عالمگیر اخوت اور فطرت کی عالمگیر شفقت مادری کے حصول کا پہلا زینہ ہے۔ اور یہ تحریک حکومت برطانیہ کو ہندوستان مین اتنا ہی پائدار بنا دیگی جسقدر انسانی اوارات مستقل ہو سکتے ہین۔ یہ تحریک رعایا کے جذبات سے اپیل کریگی اور اس بات کا احساس پیدا کرنے مین معین ہوگی کہ کسی اور نظم ونسق سے وہ فوائد مترتب نہین ہو سکتے جو برطانیہ کے آزاد اور عادلانہ حکمرانی سے حاصل ہوتے ہین۔ یہی بات اس قابل بنا دیگی کہ مختلف مذہب وملت کے افراد مذہبی اور معاشرتی رسم ورواج کو بالائے طاق رکھ کر تمام ملک کی مشترکہ بہبود کے لیے دوش بدوش ہو کر کام کرنے لگین۔ اسی بات سے اُن انگریزون مین بھی جو معاشرتی تنگ خیالیون سے مبرا ہین یہ استعداد پیدا ہوجائے گی کہ انسانی ترقی کے مقصد اعلے مین ہندوستان کے لیے کچھ کام کرنے لگین سلطنت برطانیہ کی توسیع

مین اس سے مدد ملیگی اور اسی سے سلطنت برطانیہ کے حدود مین عرب ترکی ایران اور وسط ایشیا کے وہ حصص بھی شامل ہوجائین گے جنمین مسلمان آباد ہین اور جہانتک میری نظر کام کرتی ہے ان ملکون مین کسی مملکتی حب وطن کا خیال بھی نہین ہے۔ اگران ملکون کی رعایا کو آج یہ یقین ہوجاے کہ انکے ملکی حقوق بے کم وکاست وہی ہونگے جو انگریزون کے ہین تو اسکی کوئی وجہ نہین کہ وہ اس مہتم بالشان جمہوریت مین کیون نہ شامل ہونے کو ترجیح دین جو اسوقت حکومت برطانیہ دنیا کے سامنے پیش کریگی۔

یہ ممکن ہے کہ کوئی ایک قدم اور آگے بڑھے اور یہ کہے کہ اگر مساوی حقوق اور مساوی مواقع کے ساتھ جمہوریت مین ملک چین کو برطانوی شہری حقوق عطا ہوجائین تو وہ اُسکو کیون نہ ترجیح دین اور اپنے کو کشمکش سے بچائین برطانوی نظام جمہوریت انسانی ترقی کا مرکز ہوجائیگی اور زبردست کو زیردست کے لیے کام کرنے کے مقدس مواقع نصیب ہونگے۔ تمام اقوام کو خواہ کمزور اور قلیل التعداد ہی کیون نہون ایسے نظام جمہوریت کے زیر حمایت تقدیر آزمائی کے موقع مل جائینگے جنمین سب کے سب اپنی اپنی استعداد کی مناسبت سے حصہ بٹانے کے لیے آزاد ہونگے۔

سوسائٹیان جو نسلاً بعد نسل ایسے افراد بکثرت پیدا کرتی ہین جو اپنی ما یحتاج کے موافق جسمانی اخلاقی اور دماغی اعتبار سے بہترین ہوتی ہین وہی چھا جاتی ہین اور اسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ بین الاقوام الکتابی مقابلہ مین یہی جماعتین بتدریج دوسری جماعتون کی جگہ لے لیتی ہین۔

یہ قانون فطرت ہے لیکن قانون الٰہی کے روسے زبردست سے یہ امید کیجاتی ہے کہ وہ اپنی طاقت کو اپنے زیردست کی خدمت مین صرف کرے

نخوت و اقتدار کیوجہ سے اکثر قومین مٹ جاتی ہین اور اونکا زوال ہو جاتا ہے مگر اقوام کی شیرازہ بندی کو جس طرح مین تجویز کرتا ہون اوس مین زیردست کی مدد کرنے کے ذریعہ سے زیردست محفوظ رہ جائیگا اور زبردست کا سہارا پاکر زیردست کو پھلنے پھولنے کا موقع مل جائے گا اور اس طرح قانون الٰہی کی پوری پوری تعمیل ہو جائیگی۔

حکمرانون کو اصول مماثلت کے رواج دینے اور اس خطرناک اور روبترقی شورش کے دبا دینے کا موقع ہاتھ آئے گا جو لازمی طور پر اگر آج نہین تو کل ایک عظیم شکل و صورت اختیار کرنے والی ہے۔ اسی سے مختلف ممالک کو ایک ہی سطح پر ہمکنار ہونے اور اپنے اپنے معاشرتی صیغون کا مقابلہ کر کے تدریجا بہترین صورت کو منتخب کرنے کا موقع نصیب ہوگا۔ اس سے ایک بڑی مقدار مین وہ طاقت جو خونریز جنگ و جدال مین مفت برباد ہوجاتی ہے بنی آدم کی خدمت کے لیے محفوظ رہ سکے گی۔ یہ سلطنت کو امن و امان اور سرسبزی کی دولت سے مالا مال کر دیگی اور انگلستان کا سب سے زیادہ طاقتور ملک اور حقوق بنی آدم کے مقصد کا سب سے بڑا حامی بن جائیگا"

افسوس ہے کہ مولانا کی زمانہ نے قدر نہ کی۔ انسے تو تصنیف کا کام لیا جاتا اور اونکا مزاج اور طرز زندگی بھی ایسا تھا کہ وہ سوکھی روٹیون پر اس کام کو انجام دیتے وہ مفلس تھے۔ بقاء زندگی کے لیے کسب معاش لازمی تھی کسب معاش سے جسقدر وقت بچتا تھا وہ تعلیم نسوان کے نذر ہو جاتا تھا۔ جسقدر تصنیف اُن کی ہے اس سے حیرت ہوتی ہے کہ وہ کس وقت تصنیف فرماتے تھے پھر بوجہ روپیہ نہ ہونے کے تصانیف کا چھپوانا دشوار تھا۔ تصنیف کی جراءت نہوتی تھی۔ اس خیال سے کہ اگر تصنیف کی تو کیسے

چھپے گی۔ کئی کتابین غیر مطبوعہ پڑی ہین۔ نہین معلوم چھپین گی یا چھپین گی مجکو ٹھیک یہ بھی نہین معلوم ہوا کہ وہ کہان ہین۔ المختصر اُن کا قصد تھا اور مینے ایک اپیل بھی آخر سنہ ۱۹۱۶ء مین لکھدیا تھا کہ شرع پر انگریزی مین ایک مبسوط کتاب لکھین گے۔

اب ایسی کتاب لکھی جانی ممکن نہین۔ افسوس ہزار افسوس کہ مولانا کی اور میری یہ تمنا مولانا کی قبر مین دفن ہے۔

"اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"

باب ہفتم

صورت۔ قوائے جسمانی و دماغی اور طبعی ذوق

وفات سے چار سال پہلے یعنے سنہ ۱۹۱۳ء مین مولانا کے جسمانی اعضا کی صحیح پیمائش اور وزن ...... کا خاکہ ذیل مین درج کیا جاتا ہے اس سے ناظرین کو مولانا کی صورت و قد و قامت کا اندازہ ہو سکے گا۔

حلیہ
قد پانچ فیٹ ۹½ انچہ سینہ ۴۳ انچہ
کمر ۴۲ انچہ۔ گردن ۱۶½ انچہ بازو ۱۴ انچہ
ران ۲۰ انچہ دور سر ۲۳ انچہ۔ کلائی ۷۔ انچہ مونڈھے ۱۰ انچہ
ماڈن ۱۰۔ انچہ وزن: ا جولائی سنہ ۱۹۱۳ء دو من ۱۴ سیر

رنگ سانولا۔ پیشانی فراخ۔ آنکھین میانہ سیاہ پر اثر۔ لب گنت ہمیشہ باہم پیوستہ۔ زبان باریک نوکدار۔ ابرو باریک باہم پیوستہ داڑھی۔ مونچھین گھنی سیاہ۔ سر بڑا مائل بطول۔ دانت چھوٹے برابر باہم متصل خوب سفید جنمین سے سنہ ۱۹۱۷ء تک چند باقی تھے۔ جسم گداز زرشبی

کسیلا۔ قوت دار۔ وزنی چیزون کو بآسانی اوٹھا سکتے تھے۔

جناب مولانا سید سراج حسین صاحب قبلہ مرحوم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کرامت حسین صورت و رنگ و آواز مین اپنے جد مرحوم مفتی سید محمد قلی صاحب سے بہت مشابہ ہے۔ ۱۸۶۹ء مین سید کرامت حسین صاحب کی چھوٹی پھوپھی اونکے گھر مین مہمان تھین رمضان شریف کا مہینہ تھا سید کرامت حسین صاحب نے کوٹھے پر جاکر حسب معمول دعاے سحر پڑھی انکی دردناک آواز نے انکی چھوٹی پھوپھی کو بے چین کردیا صبح کو پھوپی نے اپنی اولاد سے فرمایا کہ سحر کو کرامت حسین کی آواز نے قبلہ گاہ اعلی اللہ مقامہ کی یاد کو تازہ کردیا یا و آگیا کہ مین میرٹھ مین ہون حضرت دعا پڑھ رہے ہین مین سن رہی ہون۔ سید کرامت حسین صاحب کی چند عکسی تصویرین لیگئین پہلی تصویر جسمین اونکے والد مرحوم اور دونون بھائی بھی ہین ۱۸۶۲ء مین ایک جرمن فوٹوگرافر نے چرکھاری مین لی تھی جناب مولانا سید سراج حسین صاحب مرحوم نے اس سے انگریزی مین کہا جسکا ترجمہ یہ ہے۔ مین سنتا ہون عربی زبان کیطرف جرمنی مین زیادہ توجہ ہے۔ مولانا سید کرامت حسین صاحب کو آخر عمر تک یہ فقرہ یاد رہا۔

دوسری تصویر جناب سید کرامت حسین صاحب کی راؤ لچھمن سنگھ صاحب جاگیر دار جگنی نے لی تھی جب وہ راجکمار کالج مین ہیڈ مولوی تھے۔ اسمین مولانا سید کرامت حسین صاحب دیسی لباس مین ہین۔

تیسری تصویر ۱۸۸۶ء مین اسکاٹلینڈ مین لی گئی تھی جب مولانا سید کرامت حسین صاحب جناب راجہ پرتاب سنگھ صاحب بہادر کے ہمراہ رکاب تھے۔

I hear Arabic is much cultivated in Germany. کلٹیویٹڈ کی تعریف نہین ہوسکتی۔

چوتھی تصویر ۱۸۹۵ء بمقام لندن لی گئی تھی۔
پانچوین تصویر جنوری ۱۹۰۸ء کی ججی کے لباس مین ہے۔
چھٹی تصویر ۱۹۱۱ء کی ہے جو ایک دوست کی فرمائش سے لیگئی۔
تین تصویرین دستیاب ہوئین وہ اس کتاب مین درج ہین۔

جفاکشی کی قوت

مولانا سید کرامت حسین صاحب کا دل خلقۃً کمزور تھا اسکے سوا باقی تمام اعضا تندرست اور مضبوط تھے جفاکشی اور برداشت کی قوت اونمین بہت تھی ایکبار سرکاری ضرورت سے تھی۔ بیل۔ گھوڑا۔ اونٹ کی ڈاک لگا کر امرا سے کالنجر گئے راہ مین چرکھاری مین شب باش ہوے دوسرے دن دس بجے پہونچے صاحب پولٹیکل ایجنٹ سے ضروری معاملات طے کیئے ایک دوست کے خیمہ پر آکر کھانا کھا تا پیادہ کالنجر کا قلعہ دیکھنے گئے وہان سے دوبجے دن کے بعد واپس آکر ڈاک پر سوار ہوے چرکھاری مین شب باش ہو کر دوسرے دن شام سے پہلے امرا پہونچ گئے آمد و رفت مین ڈھائی سو میل کی مسافت تھی۔

ایک بار نرسنگہ گڈھ سے سیہور جاتے تھے گھوڑے کی سواری تھی بارش کا موسم تھا سوار ہو کر چلے تھے کہ فصلی تپ آئی منزل تک اسی حالت مین گئے منزل پر پہونچکر بیہوش ہو گئے دو تین دست آئے شب کو غذا نہین ہوئی دوسرے دن صبح کو ہمراہیون نے اصرار کیا کہ آج آرام کیجیے کہا کہ سیہور چلکر آرام کرونگا باوجود فاقہ و تپ کی کمزوری کے بلا غذا سیہور چلے گئے وہان دوپہر کے بعد پہونچکر ساگودانہ کھایا سوڈا اور نرکونین کے ساتھ پیا تپ زائل ہو گئی شب کو آرام کیا دوسرے دن صبح کو باوجود کسل

ضعف کے سب ضروری کام انجام دیے اور تیسرے دن روانہ نرسنگہ ہوے نرسنگہ گڈھ مین ایسا اکثر ہوا کہ مئی جون مین بیس پچیس میل گھوڑا دوڑا کر آئے تھوڑی دیر ٹھہر کر غسل کیا کھانا کھایا اور شام تک ریاست کا عدالتی اور انتظامی کام کیا۔

حواس خمسہ مولانا سید کرامت حسین صاحب کے حواس خمسہ ظاہرہ بہت ذکی الحس اور حدید اور سریع التاثیر تھے جو اثر برغبت یا بنفرت ہو وہ مدتون تازہ رہتا تھا سنہ ۱۸۶۲ع مین انھون نے ایک چیز کو چھوا تھا ہمیشہ اسکے لمس کے تمام تفصیلی جزئیات اور وہ وقت جسوقت چھوا تھا اور وہ کیفیت جو مشن نے پیدا کی تھی ایسی تازہ تھی کہ گویا چھونے کو دو تین منٹ گذرے ہین۔

لامسہ انکی انگلیون کے اعصاب لامسہ ایسے نازک تھے کہ خفیف سا صدمہ بہت گران اور موذی ہوتا تھا سنہ ۱۸۶۴ع مین ایکبار وہ لکڑیان گیڑیان بنانے کو کاٹ رہے تھے اتفاق سے بائین ہاتھ کی کلمہ کی انگلی مین ایک لکڑی ذرا زور سے لگی خون تو نہ نکلا مگر وہ اُسکے صدمہ سے بیتاب ہو گئے دالان کے اندر جا کر چپکے چارپائی پر لیٹ گئے قریب تھا کہ بیہوش ہو جائین بھاوج نے پوچھا کیا ہوا عرض کیا کچھ نہین ذرا انگلی مین چوٹ لگ گئی ہے خیریت ہے۔

ذائقہ نارنگی کے چھلکون کا مربہ سب سے پہلے دفعہ انھون نے سنہ ۱۸۶۱ع مین چکھا تھا اُسکا خاص مزہ کبھی نہ بھولا تھا۔

شامہ قوت شامہ ایسی قوی التاثیر تھی کہ خوشبو انکو بہت فرحناک کرتی تھی اور بوے بد سے تندرستی پر برا اثر ہوتا۔ سفر حج سے

لوٹنے کے بعد اکثر اوقات روزانہ عطر لگایا کرتے تھے۔ گلاب۔ جوہی حنا بہت پسند تھے۔ میر منشی ہونے کے عہد مین ایسا واقعہ پیش آیا جس نے گویا عطر سے توبہ کرادی اور جسکا ذکر قبل اس سے ہو چکا ہی گو قوت شامہ عمر بھر اوتنا ہی راغب رہی جتنا اٹھارہ سال کے سن مین تھی

سامعہ اچھی آواز خواہ آدمی کی ہو یا پرند کی یا کسی باجے کی وہ سب انکو بہت ہی مرغوب تھی ۱۸۶۳ء مین ایک خوش آواز شخص اونکے سامنے بہت ہی دلکش لہجے مین یہ مصرع گایا تھا "صبا بکوچہ احباب گر تو میگزری" تھوڑی دیر کو حسن صوت نے از خود رفتہ کر دیا تھا اور جو لطف اوسوقت آیا تھا وہ ہمیشہ تازہ رہا ۱۸۶۵ء سے پابند شریعت ہو گئے غنا سے پرہیز کیا اور سامعہ کے وسیلے سے بہت سی لذت اوٹھانے سے محروم ہو گئے لحن خوش کے شوق اور غنا کی حرمت ہی نے اونکو بلبل پالنے اور اسکی آواز سے لطف حاصل کرنے پر مجبور کر دیا تھا کسی زمانہ مین وہ کنکر کے کنوین واقع محلہ بخاری ٹولہ لکھنؤ سے چار بجے صبح کے اوٹھکر اپریل مین عیش باغ پیادہ بلبل کو سیر انسانے جاتے تھے اور وہان سے جب لوٹتے تھے تو راہ مین ایک شاگرد کو میونڈی پڑھاتے تھے ولایت سے واپس آنے کے بعد وہ پرہیز جو غنا سے پہلے تھا زائل ہو گیا تھا۔ لیکن پابندی وضع سے ہندی ناچ گانے کی صحبت مین نہ کبھی شریک ہوتے تھے نہ چھپ کر گانا بجانا سنتے تھے انگریزی محافل مین جہان گانا بجانا ہو اونمین شریک ہو جاتے تھے مگر کانون کے مانوس نہ ہونیکی وجہ سے متلذذ نہوتے تھے۔ لندن مین شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم نے ۱۸۸۶ء مین جبکہ وہ پرنس آف ویلز تھے مولانا سید کرامت حسین صاحب کو بھی دعوت مین بلایا تھا اور روس کے بہت نامی قوال وہان گاتے تھے مولانا سید

کرامت حسین صاحب کو اونکا گانا سنکر ہنسی کو ضبط کرنا دشوار ہوگیا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چند بلیان لڑتی اور شور کرتی ہین۔

سنہ ۱۹۱۵ء یا سنہ ۱۹۱۶ء مین ایکبار میرے یہان کوٹھی پر کچھ دیر تک ایک بڑے کامل گانے والے کا سوز سنا تھا۔

باصرہ نظر انکی بہت دوربین تھی شکار مین اتنی دور سے ہرنون کو دیکھ لیتے تھے جہان اور شکاریون کی نظر کام نہ کرتی تھی نظر فقط دوربین ہی نہ تھی بلکہ بہت زیادہ حسن پسند تھی خوشنما مظاہر قدرت اور اشجار و حیوانات و مصنوعات انکو بہت خوش کرتے تھے گو مخلوقات کا رتبہ خوش کرنے مین مصنوعات سے برتر تھا اور حسین عورت تو آفت عقل و ایمان تھی اگر جناب آیۃ اللہ فردوسمآب مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کی طاہرہ و مطہر صحبت نے اپنا اثر اونمین راسخ نہ کردیا ہوتا تو عجب نہ تھا کہ مولانا سید کرامت حسین صاحب بدترین حسن پرستون مین سے ہوتے لیکن اس صحبت کی برکت سے وہ ایسے افعال سے بری رہے جنکو وہ عرفاً و شرعاً قبیح شمار کرتے تھے گو تمام عمر کشاکش مین رہے فطرتی جوش کا تقاضا رہا کہ مذہبی قیدون سے چھوٹ جاین مگر صحبت پاک کا اثر ہمیشہ

لہ ایک شاہ صاحب سنی المذہب ماہ مئی سنہ ۱۹۱۶ء مین الہ آباد تشریف لاے جنکا مقدمہ ہائیکورٹ مین تھا سیدی الجلیل مولانا سید کرامت حسین صاحب قبلہ نے حکیم سید مصطفی صاحب کو شاہ صاحب سے ملایا اور تقریب کے وقت انگریزی قاعدہ کے مطابق ارشاد فرمایا کہ آپ شاہ صاحب ہین اور شاہ صاحب کا نام لیا اسپر شاہ صاحب حکیم صاحب سے مخاطب ہوکر بولے کہ حقیقی شاہ صاحب یہ ہین کرامت حسین جنکی تمام جوانی میرے سامنے گذری ہے ایسی پاک گذری کہ کسی شاہ صاحب کی نہ گذری ہوگی میری تو فقط صورت شاہ صاحبون کی ہے اور انکی سیرت۔

پابند کرتا رہا۔ رنگون مین مولانا سید کرامت حسین صاحب کو نیم رنگ بہت پسند تھے۔ ہلکا گلابی۔ فاختئی۔ ہلکا نارنجی۔ ریشمی کپڑون کا دیکھنا پسند تھا گو خود ہمیشہ گرمیون مین سپید لباس پہنا تھا۔ آنے کے بعد جاڑون مین شتری بانات مرغوب تھی اسلیے کہ اوسکا رنگ شوخ نہین ہوتا۔

حافظہ مینے جو لوگ نہایت زبردست و غیر معمولی حافظہ کے دیکھے ہین اونکے نام حسب ذیل ہین۔

مسٹر ڈبلو ای گلیڈسٹن۔ مسٹر لال موہن گھوش (کلکتہ) مسٹر سریندرو ناتھ بنرجی (کلکتہ) سر سالار جنگ ثانی نواب لائق علیخان (وزیر حیدر آباد دکن) شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم۔ ہز ہائینس نواب حامد علیخان والی رامپور۔ مسٹر جسٹس سید محمود (جج ہائیکورٹ الہ آباد) مولوی سید احمد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ امروہوی مولانا سید کرامت حسین صاحب۔

گلیڈسٹن کا حافظہ یہ بات مشہور ہے کہ گلیڈسٹن نے بجٹ کی اسپیچون کو اسقدر دلچسپ کر دیا تھا کہ عمدہ ناول کا مزا آتا تھا۔ بجٹ مین ہوتا ہی کیا ہے سوا اسکے کہ اس مد مین اسقدر خرچ اوس مد مین اسقدر امسال اسقدر بیشی ہوئی یا اس قدر کمی۔ فلان چیز پر ٹکس بضرورت بڑھایا گیا۔ یا فلان پر کم کیا گیا۔ گلیڈسٹن بجٹ پر اسپیچ دیرہے ہین۔ تمام اسپیچ جسمین بہت سے مدات کا بیان ہے۔ حفظ دے رہے ہین ایک نوٹ یا ایک پرچہ ہاتھ مین نہین ہے سیکڑون رقومات کا یاد رکھنا کچھ آسان امر نہین ہے محال معلوم ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ مقام تحیر کا یہ ہے فرض کرو چاے کے ٹکس پر تقریر کر رہے ہین کسی ممبر نے ٹوکا۔ فوراً جواب دیا جواب دینا ایک معمولی بات ہے ہر مقرر کو بغیر جواب دیے آگے نہ بڑھنا چاہیے

گلیڈسٹن نے جواب دیگر کہا کہ دو برس یا تین برس پہلے یہ رقومات مین نے بیان کیے تھے۔

مسٹر لال موہن گھوس کو مینے تقریر کرتے سُنا ہے نہایت خوش بیان اور فصیح مقرر تھے۔ انگریزی مثل اہل زبان کے بولتے تھے ۱۸۸۲ء مین مسٹر فاسبت

مسٹر لال موہن گھوس کا حافظہ

سے کابل نے مجھ سے کہا کہ جسقدر مقرر فصیح و بلیغ مین نے سنے ہین اونمین سے ایک مسٹر لال موہن گھوس ہین۔ مسٹر لال موہن گھوس کو ہزارہا انگریزی شعر یاد تھے۔ خیر شعر کا یاد کرنا چندان دشوار نہین ہے۔ معمولی قوی حافظہ والونکو بھی بہت شعر یاد ہوتے ہین لیکن لال موہن گھوس صاحب کو ہزارہا شعر ہی یاد نہ تھے بلکہ صفحے کے صفحے۔ فقرون کا ذکر نہین۔ عمدہ نثارون کے یاد تھے۔

مسٹر سرندر وناتھ بنرجی کا حافظہ

مسٹر سرندر وناتھ بنرجی کے حافظہ کی مثال یہ ہے کہ پونہ مین وہ نیشنل کانگریس کے پریذیڈنٹ ہین۔ نہایت طویل ایڈریس دے رہے ہین۔ ایڈریس چھپی ہوئی ہے کانگرس کی اکثر نسبین چھپی ہوئی پڑھی جاتی ہین۔ لیکن یہ اپنے ایڈریس کو حفظ پڑھ رہے ہین ایسے عدیم الفرصت شخص کو جیسے سرندر وناتھ بنرجی ہین حفظ کرنے کا موقع کہان ملا ہوگا۔ لکھتے ہی لکھتے ایڈریس حفظ ہوگئی ہوگی۔

لہ یہ مشہور و معروف شخص انگلستان کے تھے۔ اندھے تھے۔ لارڈ نارتھ برک کے یہان بہت بڑا شام کو جلسہ ہے۔ ہزارون میمین اور صاحب ہین۔ مین بھی ہون۔ لارڈ نارتھ برک ایک صاحب کا ہاتھ پکڑے ہوے آرہے ہین۔ جب آگے بڑھے۔ فرمایا انکو جانتے ہو مینے ...... صاحب کیطرف دیکھکر کہا روے زمین انکو جانتی ہے۔ مجھے شرف ملاقات حاصل نہین ہے۔ لیکن مفصول تار پر آپ سے خط و کتابت ہوئی ہے۔ لارڈ نارتھ برک نے مجھے اُنسے ملوایا۔

سر سالار جنگ ثانی نواب لائق علیخان کا حافظہ

سر سالار جنگ ثانی نواب لائق علیخان بہادر کی نسبت یہ حکایت معتبر لوگون کی زبانی سُنی ہے افتتاح نظام ریلوے کا جلسہ ہے۔ بہت بڑا جلسہ ہے۔ یہ تقریر کرنے والے ہین اسپیچ لکھی ہوی ہے۔ جس مین مقومات سے اعلیٰ بحث کیگئی ہے۔ اسپیچ لکھکر دیدی گئی۔ نواب لائق علیخان بہادر پڑھتے ہی نہین وزیرمین راجہ ہٹ آگئی نہین پڑھتے بعض صاحبون نے جراءت کرکے عرض کیا کہ وقت جلسہ قریب ہے ایک نظر تو ڈال جائیے۔ جواب مین فرمایا ہان دیکھا جائیگا۔ قصہ کوتاہ سواری طلب فرمائی۔ گاڑی مین بیٹھے۔ جو صاحب ساتھ تھے اونسے فرمایا ذرا اسپیچ تو دینا اونھون نے اسپیچ دی۔ اسپیچ کو دیکھا۔ جلسہ مین پہونچے اور اسپیچ دی سب دنگ ہوگئے۔ خصوصًا وہ لوگ جو جانتے تھے کہ اسپیچ لکھی ہوی تھی۔ اور صرف ایک مرتبہ پڑھی تھی۔ وہ بھی نہایت عجلت مین گاڑی مین بیٹھے بیٹھے اور جب اسپیچ دی تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ اسپیچ فی البدیھہ ہے۔

نواب لائق علیخان بہادر نے مجکو لندن مین ہندوستانی لباس مین دیکھا تھا میرے ایک عنایت فرمانے انکی دعوت کی تھی مین بھی شریک تھا۔ برسون کے بعد لنچ (سہ پہر کے کھانے) پر مسٹر کارڈی رزیڈنٹ حیدرآباد کے یہان مجکو دیکھا۔ فورًا پہچان لیا اور جہان دیکھا تھا وہان کا پتہ دیا۔ یہ لکھتے لکھتے ایک اور واقعہ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز یاد آگیا۔ لارڈ نارتھبروک کا

شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کا حافظہ

کلب کھولنے نمبر ۱۵۰ وائٹ ہال گارڈنز مین ہمارے بادشاہ ایڈورڈ ہفتم جو اسوقت ولیعہد تھے تشریف لائے

لارڈ نارتھ بروک معہ تمام ممبران انتظامی کمیٹی کے دروازہ کے باہر جہان سواری ٹھہرے گی منتظر تھے۔ مین بھی بحیثیت ممبر انتظامی کے حاضر تھا یہانتک کہ سواری آئی۔ حضور ولیعہد بر آمد ہوے۔ لارڈ نارتھ بروک صاحب نے سر رچرڈ ٹمپل سابق گورنر بمبئی کو اور پھر مجکو اور پھر اور ممبران کو پیش کیا۔ جب مجکو پیش کیا۔ حضور نے فرمایا مین انکو برس روز پہلے دیکھ چکا ہون انکو مجھ سے ملوانیکی ضرورت نہین۔

جب پہلے مجکو دیکھا تھا اُسوقت مین انگریزی لباس پہنے تھا اور جب لارڈ نارتھ بروک نے پیش کیا تھا اُسوقت مین ہندوستانی لباس پہنے ہوے تھا۔ حضور نے بہت سے ہندوستانیون کو لندن مین بھی دیکھا ہوگا۔ غیر قوم کے آدمیون کو پہچاننا بہ نسبت اپنی قوم اور ملک والون کے مشکل ہوتا ہے مجکو حضور نے ایک مرتبہ سال بھر قبل ایک منٹ کے لیے دیکھا تھا۔ لیکن فوراً پہچان لیا اللہ رے حافظہ۔ اس موقع پر حضور کے ساتھ چاء نوشی کا شرف حاصل ہوا۔ اس جلسۂ چاء مین لارڈ سالسبری وزیر اعظم لارڈ نیپیر آو میکڈالا۔ لارڈ نارتھ بروک بھی تشریف فرما تھے۔

ہز ہائینس نواب حامد علیخان بہادر کا حافظہ

ہز ہائینس نواب حامد علیخان بہادر والی رامپور کا حافظہ بھی لاجواب ہے جس بات کو ایک مرتبہ سن لیا پھر بھولنا جانتے ہی نہین ہزارہا چھوٹے بڑے واقعات نوک زبان ہین اور نہایت لطف سے بیان فرماتے ہین۔ بہت شیرین و زبردست مقرر ہین واقعات کا بیان کر دینا تو چندان حیرت خیز نہین لیکن تعجب اسپر ہوتا ہے کہ اہم مسائل شرعیہ و فلسفہ وغیرہ جو فضلا اور علماء نے کبھی ہز ہائینس کی صحبت مین بیان کیے

ہون اونکو بعینہ معہ صحیح مفہوم کے یاد رکھتے اور دوسرے مواقع پر جہان ضرورت ہو ویسا ہی بیان کردیتے ہین بلکہ اُس سے بہتر جامہ نطق پہنا کر دکھا دیتے ہین۔

سید محمود کا حافظہ

سید محمود کا حافظہ بھی حیرت انگیز تھا جو مسئلہ یا بات ایکمرتبہ سُن لی وہ نقش کالحجر ہو گئی۔ پھر مٹنا غیر ممکن۔ جسوقت چاہتے تھے اوسکو کام مین لاتے تھے۔ نہایت خوش تقریر آدمی تھے لہذا اُس مسئلہ یا بات کی رونق دوچند بلکہ دہ چند ہوجاتی تھی۔

مولوی سید احمد حسین صاحب کا حافظہ

مولوی سید احمد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ کا ذہن و حافظہ بھی قیامت کا تھا۔ میرے والد (حکیم محمد امجد علیخان) مرحوم سے طب پڑھتے تھے۔ والد مرحوم نے کئی بار فرمایا کہ اس طرح پڑھتے تھے کہ گویا خوب پڑھی ہوئی اور سمجھی ہوئی عبارت کو سناتے ہین اور یہ تو میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جس بات کو خواہ وہ کیسی ہی چھوٹی و معمولی کیون نہو سن لیا پھر بھولنا ناممکن تھا ایک عجیب زبردست و جامع شخص تھے لیکن افسوس ہزار افسوس اُن لوگون مین شمار ہے جنکو زمانہ کی ناقدری نے یہ بھی نہ جانا کہ کون نعمت آئی اور کب گئی اسپر ایک واقعہ یاد آگیا۔ ایک دن مین حضرت نفیس کی خدمت مین حاضر ہوا۔ مونڈھون پر نشست ہوا کرتی تھی ایک مونڈھے پر حضرت نفیس کے پاس مین بیٹھ گیا۔ بہت سے لوگ موجود تھے پہلے سے حاضرین حضرت نفیس کا ذکر کررہے تھے تسلیم و مزاج پرسی سے فارغ ہو کر پھر وہ ہی ذکر چھڑا۔ ہر شخص اپنے مذاق کے موافق تعریف کررہا تھا۔ بہت سے مسن لوگ تھے جنھون نے حضرت انیس کا زمانہ بخوبی دیکھا تھا لکھنؤ کے رہنے والے اور لکھنؤ بھی ۵۰۔ ۶۰۔ برس اُسطرف کا لکھنؤ۔ مجلوان حضرت

کی تعریف مین عجب لطف آتا تھا۔ جناب نفیس نیچی گردن کیے ہوے خاموش بیٹھے تھے۔ کوئی کچھ کہتا تھا کوئی کچھ۔ ایک صاحب نے کہا "انکا جواب نہین" مینے کہا "جواب تو ہے"، یہ میرا کہنا تھا کہ تمام حاضرین دنگ ہو گئے۔ میری عمر اوسوقت کوئی ۲۶-۲۷ برس کی ہوگی۔ معمر لوگ ایسی نظرون سے دیکھنے لگے کہ جن سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ عجیب گستاخ و بدتمیز آدمی ہے۔ آداب محفل سے مطلق واقف نہین۔ جناب نفیس بھی یا تو نیچا سر کیے ہوے بیٹھے تھے یا چونکنے ہو گئے۔ مین سب کو دیکھ رہا ہون اور چپ ہون۔ آگے کچھ نہین کہتا سامعین پر تحیر کا عالم طاری ہے اور میری خموشی سے انکی حیرت بڑھتی جاتی ہے جب مینے دیکھا کہ حیرت کا پیالہ لبریز ہو چکا اور مین دلمین خوب مزے اوٹھا چکا تو مینے جناب نفیس کیطرف مخاطب ہو کر عرض کیا کہ جناب کے کمال کا جواب ہماری ناقدری ہے۔ یہ کہنا تھا کہ حاضرین نے وہ تعریف کی کہ بیان سے باہر ہے۔ بہت دیر تک رطب اللسان رہے۔ میری گستاخی اور بدتمیزی میل بآداب ولیاقت ہو گئی اور فقرہ ضرب المثل ہو گیا۔

مولانا کا ذہن وحافظہ

مولانا سید کرامت حسین صاحب کا ذہن وحافظہ بینظیر تھا مولانا نے خود بارہا مجھ سے فرمایا کہ ذہن کا یہ حال تھا کہ پڑھتا جاتا ہون اور خود بخود یاد ہوتا جاتا ہے۔ مولانا پوری جوانی کو نہین پہونچے ہین حضرت فردوسمآب مولانا سید ناحامد حسین اعلی اللہ مقامہ کی جوانی ہے سوائے علم کے چرچے اور ذکر کے صبح سے شام تک اور کوئی ذکر نہین۔ مولانا کرامت حسین صاحب جناب مفتی صاحب اعلی اللہ مقامہ جناب سید تقی صاحب قبلہ وغیرہ سے پڑھتے بھی ہین اور طلبا کو پڑھاتے بھی۔ پڑھنے کا بہترین طریقہ پڑھانا ہے۔ پڑھانے سے علم پر صیقل ہو جاتی ہے۔ مولانا کو قرآن شریف

او نہج البلاغہ سے عشق تھا۔ قرآن شریف اور نہج البلاغہ مثل حفظ کے تھے نہج البلاغہ کے سو نہ صفحے روزانہ یاد کیے تھے۔ صحیفۂ کاملہ کی جو دعائین انھون نے سنہ ۱۸۶۵ء سے پہلے اپنے استاد حافظ سید انور علی صاحب کو بعد نماز صبح پڑھتے سنی تھین وہ انکو بلا قصد از بر ہو گئی تھین اور مرتے وقت تک یاد تھین۔ دیوان متنبی و حماسہ۔ دیوان حافظ کا بڑا حصہ حفظ۔ میر تقی میر۔ غالب۔ انیس کے بہت سے شعر یاد تھے۔ خصوصًا حضرت انیس کے۔ انگریزی مین شکسپیر وغیرہ کے شعر۔ انگریزی نثارون کی عبارت کی عبارت۔ اسپنسر اور ہکسلی کے فقرون کے فقرے۔ انگریزی مقنن کے عمدہ فیصلون مین سے جملون کے جملے۔ لفٹنٹ گورنر سر جیمس مسٹن کا ایک فقرہ اسپیچ کا پسند آیا وہ بھی یاد کر لیا یا یون کہو ن خود یاد ہو گیا یہ بڑھاپے مین حافظہ تھا۔ جوانی مین یہ حال تھا کہ مجھ سے کئی مرتبہ فرمایا کہ جب لوگ کہا کرتے تھے کہ ہم بھول گئے سمجھ مین نہین آتا تھا کہ بھول جانے کے کیا معنی۔ اب بڑھاپے مین سمجھا۔ بیشک مولانا کا ذہن و حافظہ وہ نہ تھا جو جوانی مین تھا اور یہ ممکن بھی نہین۔ لیکن بڑھاپے مین بھی وہ عالم تھا کہ معمولی ذہن و حافظہ اُنکے ذہن و حافظہ کا مقابلہ نہین کر سکتے تھے۔ جو بات سُن لی بہت کم بھولتے تھے۔ جوانی مین ایک مرتبہ مین یاد ہو جاتا تھا۔ جیسا کہ خود فرمایا کرتے تھے "وہ پڑھتا جاتا تھا اور خود بخود یاد ہوتا جاتا تھا" پیری مین جوانی کی بات کہان۔ لیکن تین مرتبہ کے پڑھنے مین بڑھاپے مین بھی یاد ہو جاتا تھا

قیافہ شناسی

مولانا سے بہتر قیافہ شناس مینے نہین دیکھا۔ وہ قیافہ اور باتون سے متکلم کے نسبت رائے قائم کر لیتے تھے اور بیشتر فی صدی ننانوے وہ رائے صحیح ہوتی تھی۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ پہلی ملاقات مین فرما دیا کہ فلان شخص لغو ہے۔ یا اچھا ہے۔ برسون کے تجربہ کے

بعد اسکو لغو یا اچھا پایا۔

مولانا تعلیم نسوان کے شیدا۔ فدائی۔ عاشق تھے۔ اس رنگ مین اسقدر قولاً وفعلاً ڈوبے ہوے تھے کہ بیان سے باہر ہے۔ اور جو شخص اونکو اس کام مین مدد دیتے اونکی اکثر تعریف و مدح کرتے اور انکو پسند کرتے تھے باین ہمہ جسقدر انمین برائیان ہوتین انکو سمجھتے تھے۔ تعلیم نسوان مین مدد دینا مولانا کی آنکھ پر ایسا پردہ نہ ڈالتا تھا کہ وہ اُن شخصون کی بُرائیون کو نہ دیکھ سکین۔

فہم مولانا نہایت زود فہم و ذکی الطبع و عقیل تھے۔ دقیق سے دقیق مسئلہ قانون و فلسفہ فوراً سمجھ جاتے تھے۔ ذراسی آنکھ کی پتلی کی گردش بتا دیتی تھی کہ مولانا نے ہر پہلو پر مسئلہ کے نظر ڈال لی اور اسکی تہ کو پہونچ گئے ایک بجلی تھی کہ کوند گئی۔

قوت فیصلہ حکمت و فلسفہ و قانون کے نہایت دقیق اور پیچیدہ مسائل انکو مستحضر تھے اور انمین اپنی جداگانہ راے قائم کر چکے تھے سالہا سال کی مشق سے قوت فیصلہ مین معتدبہ کمال حاصل کر لیا تھا۔ پیچیدہ سے پیچیدہ معاملون مین وہ تمام واقعات پر غور کر کے فوراً طریق عمل مقرر کر لیتے تھے اور جو راہ وہ اختیار کرتے تھے پچانوے فی صدی سیدھی راہ ہوتی تھی۔ دوستون سے معاملہ کرنے مین وہ بعض اوقات معاملہ اور مروت کو ملا دیتے تھے جسکا اثر یہ ہوتا تھا کہ اجنبی سے جیسا صحیح معاملہ کر سکتے تھے احباب سے اوتنا صاف نہ ہوتا تھا۔

قوت تلازم قوت تلازم اونمین بہت زیادہ تھی اگر چند چیزین باہم محسوس ہوں تو بعد مین جب ایک حاضر ہو تو باقی بھی بتلازم موجود سی ہو جاتی تھین ولایت مین ایک صاحب کو اپنر خاص التفات ہو گیا تھا ایکبار انھون نے

فرمایا کہ آؤ پائین باغ مین بیٹھین مولانا سید کرامت حسین صاحب نے انکار کیا انھون نے سبب پوچھا تو جواب دیا کہ اسوقت تو بہت لطف آئیگا لیکن بقیہ عمر کے لیے سوہان روح ہوجاویگا جب کبھی کہین پائین باغ دیکھونگا تو آپ یاد آئینگے اور اذیت ہوگی اسوقت تو یہ جواب دیدیا بھلا ہو قوت تلازم کا کہ بعد مین جب کبھی کوئی پائین باغ دیکھا تو اُن صاحب کا کہنا اور اپنا انکار کرنا یاد آگیا وہی بات ہوئی جو ایک بخیل کی حکایت ہے کہ ایک دوست عازم سفر ہوا بخیل سے ملنے گیا کہا کہ سفر مین جاتا ہون اپنی نشانی کی ایک انگوٹھی دیجیے تاکہ اسے دیکھکر آپ کو یاد کرتا رہون بخیل نے کہا کہ جب سفر مین آپ اپنی انگلی خالی دیکھین تب یاد فرمالین کہ انگوٹھی مانگی تھی اور مینے انکار کیا تھا۔

قوت تصور تصور کرنے کی قوت بھی مولانا کرامت حسین صاحب مین بہت قوی تھی ۱۹۰۵ء تک اُنکی یہ حالت تھی کہ جب اپنے کسی خاص دوست کو دیکھنا چاہتے تھے تب آنکھین بند کرکے اُنکی صورت سامنے کرلیتے تھے

جذبات اور احساسات حواس ظاہری کے مانند اُنکے باطنی جذبات اور احساسات بھی بہت ہی حدید سریع التاثیر تھے اور جو اثر ہوتا تھا وہ مدتون رہتا تھا اگر کوئی شخص یا چیز پسند ہے تو بہت زیادہ اور اگر کسی چیز یا شخص سے نفرت ہے تو اعتدال سے گزری ہوئی۔

ذہن مولانا سید کرامت حسین صاحب کی تصانیف اُن کے ذہن نقاد اور طبع وقاد کے شاہد ہین کچھ اور لکھنا عبث ہوگا۔

انداز بحث ایک دن کسی فاضل جید سے کسی مسئلہ پر بحث فرما رہے تھے جو لوگ جو اس مسئلہ سے بالکل واقف نہین وہ بھی دیکھ رہے ہین کہ مخالف کو مولانا زیر کر رہے ہین یہ گدا لگایا وہ ہولا لگایا یہ پچھاڑا وہ پچھاڑا

یہ چت کیا وہ چت کیا مجھے عجب لطف آتا تھا جسکا بیان ممکن نہین - بحث مین جوش تو آجاتا تھا لیکن غصہ کیا معنی مشکل مقامات پر معقول جواب، دیگر حریف پر اس خوبی سے حملہ کرتے تھے کہ اون سننے والون کو بھی لطف آتا تھا جو اس مضمون سے بالکل ناواقف ہوتے تھے جسپر بحث ہو رہی ہے -

مذاق سلیم حافظ کے اشعار پر وجد اور غالب کی نازک خیالی کی اکثر تعریف کیا کرتے تھے - جھومتے جاتے تھے اور ایسے شعر غالب کے پڑھتے جاتے تھے ؎

فراق و وصل جداگانہ لذتے دارد ہزار بار برو صد ہزار بار بیا

مولانا سا تنقیدی نظر ڈالنے والا اور فوراً شعر کے حسن و قبح کو پرکھنے والا مینے کم دیکھا ہے - مولانا کیے انیسئے تھے ایسا انیسیا میرے نظر سے نہین گذرا جیسے یہ دو صاحب ایک مولانا اور ایک نواب عماد الملک سید حسین صاحب بلگرامی انیس کے شعر پڑھتے اور وجد کرتے تھے - بہت سے بند اور سلام کے شعر انیس کے یاد تھے - اکثر فرمایا کرتے تھے " دیکھو فردوسی سے بڑھگیا - شکسپیر سے ٹکر لی " انیس کے اس شعر کو پڑھتے اور جھومتے **شعر**

کیونکر جدا نگاہ سے بیٹا کرین تجھین آنکھین یہ چاہتی ہین کہ دیکھا کرین تجھین

اور انیس کے اس شعر پر بھی وجد کرتے تھے -

نہ ایسا مرتبہ دیکھا نہ یہ عزو شرف دیکھا علی کو دیکھکر اللہ نے اپنی طرف دیکھا

ان سے بہتر اسپنسر کا جاننے والا مینے نہین دیکھا - اکثر کہا کرتے تھے کہ جناب مولانا سید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ اور اسپنسر نے میری زندگی کو بنا دیا جب ذکر آتا تھا (اور اکثر ذکر آیا کرتا تھا) جناب مولانا حامد حسین صاحب فردوسمآب کی بیحد مدح و ثنا فرماتے اور دیر تک رطب اللسان رہتے تھے

ہکسلی کے مولانا کرامت حسین صاحب بیحد معرف تھے اور اوسکی نثر کے دلدادہ
ہکسلی نے کمال کیا ہے فلسفہ وغیرہ کے مضامین ایسی انگریزی مین لکھے ہین
جسمین تمام خوبیان نثر کی موجود ہین۔ عبارت سلیس سلجھی ہوی۔ الفاظ مختصر
چیدہ۔ مضمون خیز ظرافت و مذاق فقرہ فقرہ سے ٹپکتا ہے۔ اوسنے یہ دکھادیا کہ ایسے
دقیق اور اعلی مطالب ایسی انگریزی عبارت مین لکھے جاسکتے ہین کہ جسمین
تمام مزے انشاء کے پائے جاتے ہین[۱]۔

مولانا نقاد سخن ہی نہین تھے بلکہ خود بھی شعر کہتے تھے اور جب کہتے تھے خوب
کہتے تھے۔ تعلیم نسوان کی نسبت فرماتے ہین۔ شعر

جو عمر کہ باقی ہے گذرنا ہے اسی مین جینا ہے اسی شغل مین مرنا ہے اسی مین

صفائی بندش ملاحظہ ہو مجکو تو میر انیس کی زبان کا چربہ معلوم ہوتا ہے اُنکے ہی
رنگ کی جھلک پائی جاتی ہے۔

ایک دن کا ذکر ہے مولانا کے انتقال سے چند روز قبل مینے مولانا سے کہا
افسوس صد ہزار افسوس آپ کی زمانہ نے قدر نہ کی مینے آپکی ناقدری کا فوٹو
اسطرح کھینچا ہے۔ شعر

یہ منزلت بھی غنیمت ہے اہل دنیا کی ملا کے خاک مین ذکر کمال ہوتا ہے

مین بیان نہین کر سکتا جسقدر مولانا پر اس شعر کو سنکر اثر ہوا میری بھی آنکھوں مین
آنسو بھر آئے اور مولانا کی چشم بھی ڈبڈبا آئی۔ جب مینے یہ شعر مولانا کے سامنے پڑھا ہے

جہان خدا کے سوا اور کچھ نہین حامد وہان پہ جاکے ٹھہرتا ہے سلسلہ دل کا

مولانا وجد کرنے لگے اور فرمایا "تم شاعر ہو" مولانا کی اس تعریف پر مین ہمیشہ
فخر و مباحات کرتا ہون۔

کتب پسندیدہ	قرآن مجید۔ نہج البلاغہ۔ صحیفۂ کاملہ۔ اصول کافی۔ صحیح بخاری

[۱] مجکو اپنا یہ قطعہ یاد آگیا قطعہ بظاہر ہے بہت آسان بہت دشوار ہے لیکن + یہ باتین جمع ہوتی ہین سخن مین سخت مشکل سے + سلیس الفاظ ستھرے پر معانی مختصر چیدہ + مگر ایسے جو نکلے ہون اتر مین دو بر دل سے۔

مقامات بدیعی۔ الفاظ کتابیہ۔ مخمص ابن سینا۔ معلقات حماسہ معہ شرح فرزوقی۔ مفتاح سکاکی۔ کشاف۔ مجمع البیان زمخشری۔ رضی فی النحو۔ جواہر الکلام اصول بزدوری۔ شاہنامہ فردوسی۔ دیوان حافظ۔ دیوان غالب فارسی وصاف۔ توقیعات کسری۔ ابواب الجنان۔ انوار سہیلی۔ مراثی میر انیس۔ دیوان میر۔ دیوان آتش۔ اور انگریزی مین شکسپیر۔ ہربرٹ۔ اسپنسر وارڈ۔ ہکسلی یہ کتابین مولانا کو بہت پسند نہین۔

معلومات کا اظہار نہ کرنا

مولانا آیۃ اللہ سید حامد حسین اعلی اللہ مقامہ کی صحبت کی برکت سے یہ عجیب حالت مولانا کرامت حسین صاحب مین پیدا ہوئی تھی کہ بلا ضرورت اپنی معلومات کا اظہار نہ کرتے تھے اگر شاعری کا چرچا نہو تو جو لوگ مدتون صحبت مین رہین انکو معلوم نہو کہ شعر پسند ہے اگر بندوق کا ذکر نہو تو کوئی نہ جانے کہ وہ بڑے قادر انداز ہین اگر قانون کا ذکر نہو تو کبھی شبہ بھی نہو کہ قانون جانتے ہین ادب حدیث تفسیر جسکا ذکر نہ آے اوسکی بابتہ جلیس کو خبر بھی نہو اس عدم اظہار کا یہ اثر تھا کہ جو لوگ انسے اچھی طرح آگاہ نہ ہوتے تھے وہ انکی صورت سے انکو بلید الذہن جانتے تھے چند احباب ایک مقام پر ایکبار کانپور مین بہم تھے کہ ایک ایسے صاحب بھی تشریف لاے جنکو مولانا سید کرامت حسین صاحب سے سابقی تعارف نہ تھا مولانا سید کرامت حسین صاحب کے ایک بڑے قدردان سے کہا کہ "مجکو تو یہ شخص احمق اور بلید نظر آتا ہے" قدردان صاحب نے اسکو مولانا سید کرامت حسین صاحب سے کہا اور دونون نے بہت قہقہہ لگایا۔

طباخی

بچپن مین مولانا سید کرامت حسین صاحب کو تازہ کچا گھی اور روٹی زیادہ مرغوب تھی گوشت مین میتھی کے ساگ کی خوشبو بہت بھلی

معلوم ہوتی تھی نمکین روغنی روٹی اپنے ہاتھ سے اتنی دیر سینکتے تھے کہ گرگری اور سخت ہوجائے اوسکو کمال رغبت سے کھاتے تھے یہی ابتدا تھی اون طباخی کی کمالونکی جو مولانا سید کرامت حسین صاحب نے حاصل کیے تھے مولانا فن طباخی مین ہمتن تھے۔ کباب۔ قورمہ۔ تنجن۔ مزعفر۔ پلاؤ۔ مچھلی وغیرہ لاجواب پکاتے تھے اپنے علم و ذہانت کے زور سے ان چیزون کے پکانے مین ایجاد و اختراع کرتے تھے ایکبار اونھون نے عشرہ محرم ۱۸۶۲ء مین پلاؤ کی کھرچن بہت سی کھائی وہ زنگ آلود تھی رات کو دو تین بار قے ہوئی اور پلاؤ سے ایسی سخت نفرت ہوئی کہ جب دوسرے دن اس مکان مین نگئے جہان پلاؤ پک رہا تھا تو انکو اوسکی بو سے تپ آگئی سالہا سال پلاؤ سے نفرت رہی ۱۸۶۶-۶۷ء مین وہ نفرت رفتہ رفتہ زائل ہوئی اوسکے بعد وہ نمکین کھانون مین عمدہ پلاؤ[1] کو سب سے زیادہ پسند کرتے تھے۔ خود بھی اسکا پکانا سیکھا تھا۔ اور اوسکے پکانے مین کمال حاصل کیا تھا پلاؤ کے بعد پسندے کے کباب شوق سے کھاتے تھے اور پکاتے بھی تھے میٹھے کھانون مین چوگنی شکر کا زردہ نفیس بالائی کے ساتھ مرغوب تھا اوسکے پکانے کی خاص ترکیب ایجاد کی تھی۔ جس سے وہ کبھی اینٹھتے نہ تھے۔ مغزیات مین بادام کو بشوق کھاتے تھے لوز بادام کو بہترین حلویات جانتے تھے اور اُسکے بنانے کا ایک

[1] فروری ۱۹۱۷ء کی ۱۹ تاریخ اپنے پھوس والے بنگلہ نمبر ۳ کلائڈ روڈ لکھنؤ پر خود پلاؤ پکایا تھا شب کو ۸ بجے دسترخوان پر نوابان چوکھی مین سے نواب شاہ مرزا اور نواب شاہ عالم مرزا عرف اچھے نواب صاحب اور نواب ہمایون مرزا صاحب عرف چھنن صاحب اور نواب سجاد علی خان عرف اچھن صاحب رئیس نجاری ٹولہ لکھنؤ حکیم محمد مہدی صاحب اور سید افضل علی صاحب پسر سید علی نقی صاحب کنتوری اور حکیم سید علی محسن صاحب آبراو راو ہرین موجود تھے جناب نواب سید عسکری مرزا صاحب بلیغ بھی مدعو تھے مگر بوجہ علالت کے شریک نہو سکے یہ آخری دعوت تھی اور آخری پلاؤ مولانا نے پکایا۔

نسخہ خود ایجاد کیا تھا۔ پپڑی حلوا سوہن ایک بڑے ماہر سے ایسا بنانا سیکھا تھا جسمین سیر بھر سمنک مین چونٹھ سیر گھی پڑتا تھا خستہ پوریان ایسی ایجاد کی تھین جنمین برابر کا گھی جذب ہو جاتا تھا ریاست باؤنی مین ایک صاحب ایسا دلیا پکاتے۔ جسمین فی سیر آٹھ سیر شکر دیتے تھے کبھی اوسمین یہ خرابی ہوتی تھی کہ نیٹھ جاتا تھا۔ مولانا سید کرامت حسین صاحب نے ایسی ترکیب نکالی کہ اسکا اینٹھنا ناممکن ہو گیا چند چیزین اور اضافہ کر کے اصل سے فرع کو دہ گونا بہتر کر دیا۔

مرغوب چیزین — انگور۔ سیب۔ ناشپاتی۔ زرد آلو۔ شفتالو۔ قلمی انبہ خصوصا دسہری آمن۔ کوٹہ۔ اور لکھنؤ کا خربزہ شہدیہ سب انکو بہت مرغوب تھے۔

سیب اکثر اوبال کر غذا کے ساتھ کھاتے تھے چونکہ وہ مفید ہے اسلیے بہت گوارا تھا۔ آلو۔ شلجم۔ گاجر۔ سیم کے بیج ترکاریونمین پسند کرتے تھے شباب مین ماش کی بھونی دال پر رال ٹپکتی تھی لیکن ۳۵ سال کی عمر کے بعد سے کھانا چھوڑ دیا تھا اسلیے کہ موافق نہ آتی تھی۔ مسور کی دال بہت رغبت سے کھاتے تھے برف کی قفلیان بہت پسند تھین خود بھی چند قسم کی بناتے تھے مختلف میوے اور مربے انگریزی ملائی کے ساتھ جسکو کریم کہتے ہین برف مین لگا کر بہت ہی پسند کرتے تھے۔ تیتر اور چکور کا گوشت اور مچھلی کو سب گوشتون پر ترجیح دیتے تھے دانہ خورمی بٹیر کا گوشت بھی پسند تھا اور عمدہ گھی بھی۔ مرغی کے چار انڈے نیم برشت روزانہ انھون نے بالالتزام ۱۸۶۲ء سے آخر عمر تک باستثناء چند اوقات کھائے۔ مولانا فن اکالداری مین لاجواب تھے۔ چٹنیان۔ مربے۔ لوزات حلوے۔ مربے بہت سی قسم کے بناتے تھے۔ آم کے مربے کو سب مربون پر ترجیح دیتے تھے کوئی دس برس کا عرصہ ہوا کہ آم کے مربے بنانے کے شوق نے عود کیا مولانا نے کئی مرتبہ مربہ بنایا لیکن قاشین کچھ سکڑ گئین مجکو الہ آباد سے لکھا کہ

اوس بڈھے رکاب دار کو لکھنؤ سے بھیجدو جو پارمین رہتا ہے اور جسکا نام نبی بخش ہے۔ یہ ایک پُرانا مشہور رکاب دار تھا۔ وہ میرے پاس اکثر آیا کرتا تھا اور مین اوس سے مربے چٹنیان وغیرہ خرید کیا کرتا تھا۔ قصہ کوتاہ مینے اُسکو بُلایا۔ اور یہ واقعہ کہا اوسنے جواب دیا یہ بات لکھنے سے طے نہوگی مولانا کے سامنے آم کی قاشون کو گودون اسوقت فوراً سمجھ جائینگے۔ مینے اُسکو آلہ آباد بھیجدیا اسنے مولانا کو قاش کے گودنے کا گُر بتا دیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد مین الہ آباد گیا مولانا نے اپنا بنایا ہوا مربا دکھایا۔ قاش سکڑی نہ تھی ویسی ہی مسلّم تھی جیسی اُس مشہور رکابدار کی بنائی ہوئی قاشین رہتی تھین لیکن شیرہ زیادہ صاف تھا مینے دیکھکر نہایت تعریف کی اور کہا کہ یہ صفائی اُس بیچارے رکابدار کو میسر کہان۔ آپ نے کیمسٹری کے اصول صرف فرماکر اسکو صاف کیا ہے۔ مولانا مسکرا دئیے۔ جیسا ہی تجربہ اور عمر زیادہ ہوتی گئی ویسا ہی غذامین نفع کو لذت پر سبقت ہوگئی کبھی اُبلے شلجم سادہ گوشت بھوسی کی روٹی کبھی اوبلے مٹر اور جوش کیے ہوے ساگ اور ترکاریان رہین آخر عمر مین غذا حسب ذیل تھی۔

صبح کو نو اور دس کے درمیان بعد غسل آدھ پاؤ دلیا کوئی سیر بھر دہی آدھ سیر زرد آلو وغیرہ شام کو قریب سات بجے کے آدھ پاؤ دلیا سیر بھر دہی پاؤ بھر زرد آلو وغیرہ کچھ عرصہ تک گوشت انڈے بادام وغیرہ نہین کھاتے تھے مگر اگست ۱۳ ۱۹ء سے انڈے اور بادام شروع کردیے تھے اور آخر وقت تک یہی غذا رہی اکثر اوقات دیکھا ہے کہ مولانا سوکھی بھوسی کی روٹی پانی مین ڈالکر کھا رہے ہین مولانا سوکھی روٹی کھاکر بھی اوسی طرح شکر خدا بجالاتے تھے جیسے بہترین نعمات پر اگھی کبھی نہ کھا سکتے تھے اور دہی کی تعریف مین دریا بہا دیتے جب دہی کا ذکر آجاتا تو ایک لکچر اوسکی تعریف مین دیدیتے اور دوستون کو اوسکے استعمال

کرنے کی ہدایت کرتے تھے غذا کے ایک گھنٹہ بعد مولانا ایک بڑے گلاس مین پانی پیتے تھے اور اکثر اوسمین تھوڑا سا نمک ملا لیتے تھے۔

لباس

سید کرامت حسین صاحب کو بچپن مین زرق برق لباس کا بہت ہی شوق تھا۔ لیکن اُنکے والد جبتک زندہ رہے ہمیشہ مارکین کے انگرکھے اور پاجامے دیتے تھے جنکو وہ کراہت سے پہنتے تھے۔ عید الفطر اور عید الضحےٰ مین تین سکھ کا انگرکھا ملتا تھا ۱۸۶۰ء مین سید کرامت حسین صاحب نے عید الضحےٰ مین ضد کی کہ ہم تو تنک ململ کا انگرکھا لینگے اور اُن کے والد نے فرمائش پوری کردی تھی۔ مولانا سید کرامت حسین صاحب کو ہمیشہ یاد رہا کہ وہ اوسکو پہنکر بہت تبختر سے تنتے ہوئے عید گاہ گئے تھے لکھنؤ مین طلب علم کے زمانے مین تین سکھ کے انگرکھے اور چھالٹین کے پاینچون دار پاجامے پہنتے تھے مگر جناب آیۃ اللہ مولانا حامد حسین صاحب کی اجازت نہ تھی کہ انگرکھے کے نیچے کرتا ہو۔ ٹوپی دوپلی پہنتے تھے لیکن سیدھی اسطرح نہ پہنتے تھے جیسے اب پہنی جاتی ہے اور جسکو لکھنؤ کی پُر ظرافت اصطلاح مین اتر دکھن کہتے ہین یعنے کہ اوسکے گوشے کانون کیطرف ہوتے ہین۔ فراغ تحصیل کے بعد ۱۸۶۹ء مین خاص مواقع پر عبا اور عمامہ بھی ہوتا تھا۔

جب سید کرامت حسین صاحب چرکھاری گئے اور ریاست کے دربار مین جانیکو اچکن بنوائی وہ پھولدار ریشمی کپڑے کی تھی اوسکو پہنکر وہ صاحب پولٹیکل ایجنٹ سے بھی ملے تھے اس سے پتہ لگتا ہے کہ اسوقت تک خوشنما قیمتی لباس سید کرامت حسین صاحب کے لیے دلفریب تھا اور پلاس و حریر انکی نظر مین یکسان نہ ہوچکا تھا بعد مین اس لباس کو یاد کرکے اپنے اوپر خوب ہنستے تھے۔ چرکھاری پہونچنے کے بعد جب نیا گاؤن گئے انگریزی شروع کی

انگریزون کو دیکھا تب اونھون نے زرق برق لباس کو مذموم جانکر چھوڑ دیا مگر گران بہا اور بہترین ہونے کا خیال باقی رہا سفید یا ہلکے دھیمے رنگ کی شال اور ملیدہ کو پسند کرنے لگے لیکن اسوقت تک اون اونی اور سوتی اور ریشمی کپڑون کیطرف میل نہ تھا جو انگریز استعمال کرتے ہین۔

میر منشی گری کے عہد مین چوڑیدار پاجامہ اور اونی اچکن اور عمامہ داخل لباس ہوگیا۔ فلالین کے کرتے بھی جاڑونمین کام دینے لگے۔ ترسنگہ گڈھ تک یہی حالت رہی جب لندن جانے کے قصد سے بمبئی پہونچے تو وہان انگریزی لباس شروع ہوا مگر ٹوپی ترکی رہی جب لندن پہونچے تب انڈیا آفس کے ایک انگریز کی ہدایت سے لندن کے اچھے خیاط کی دوکان سے عمدہ قسم کے کپڑے بنوائے اور اُسوقت سے انگریزی لباس استعمال ہونے لگا یعنے کوٹ پتلون۔ ٹائی۔ کالر وغیرہ۔ ٹوپی انگریزی بہت کم پہنتے تھے۔ ٹوپی ایرانی ہوتی تھی۔ عید اور ہندوستانی جلسون اور مجالس عزا وغیرہ مین جب جاتے تھے اسوقت شیروانی اور ڈھیلا موری دار پاجامہ پہنتے تھے کہ فرش پر بیٹھنے مین دقت نہ ہو۔ یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ اصلی مقصود لباس سے گرمی جاڑے سے بچنا ہی اوسکے بعد زینت۔ مزاج گران قیمت پسند تھا اسلیے سادے عمدہ خوشنما کپڑے جو زرق برق اور خوشنما ہون ناپسند آنے لگے۔ مولانا سید کرامت حسین صاحب ایسے لباس کو جو گران بہا ہو جدید ہو بدن مین ٹھیک ہو بہ نسبت پرانے اور بُرے سلے ہوے لباس کے زیادہ رغبت سے پہنتے تھے اور اُسکے پہننے سے انکو فرحت معتدل ہوتی تھی لباس کیطرف سے بے پروائی کو وہ مکروہ جانتے تھے اگر اپنے کسی خاص دوست کو بُرے لباس مین دیکھتے تھے تو کہدیتے تھے زہد و تقوی مین انکے نزدیک بد لباس ہونا داخل نہ تھا نہ کمال کی دلیل تھی

نہ دنیا سے الگ ہونے کی ہو درویش صفتی اُنکی رائے مین اور چیز تھی اور بدلباسی اور بدسلیقگی اور چیز۔ جو حضرات علماء کے لباس مین رہتے ہین ابتدا مین مولانا سید کرامت حسین صاحب اونکا بہت احترام کرتے تھے اونمین سے متعدد صاحبون کے اندرونی حالات پر آگاہی ہونے سے کچھ ایسی خلاف امید اذیت پہونچی کہ قوت التزام کی وجہ سے اس لباس کو مولانا سید کرامت حسین صاحب پسند نہین کرتے تھے۔ طلب علم کے زمانہ مین فیروزہ کی انگوٹھی پہنتے تھے ثواب کا خیال تھا اور زینت کا بھی بعد مین ثواب کا عقیدہ بالکل جاتا رہا اور زینت عورتون کے لیے سمجھنے لگے انگوٹھی ترک ہو گئی۔

ابتدا مین لحاف دری توشک استعمال کرتے تھے۔ لندن سے آنے کے بعد کمل اوپر سپید چادر بعدہ صرف کمل چادر ندارد۔ تکیہ دیسی ہوتے تھے غلاف مین جھالر ناپسند تھی جاڑون مین کمل اوڑھتے تھے رحلت فرمانے سے تین چار سال قبل سے جاڑون مین روئی کی مرزائی اور ایک روئی کا بھرا ہوا تھیلا جسکو وہ خود ساق پوش کہتے تھے مستعمل تھا۔ زندگی کے آخر سال کے سرما مین لکھنؤ کی عمدہ فرد کی رضائی رات کو سوتے وقت اوڑھتے تھے بلکہ رضائی کو کمل کے ساتھ لگا لیتے تھے۔

اعلی قسم کی چیزین رکھنے کا شوق

اپنی چیزون مین انکو یہ بہت پسند تھا کہ بقدر امکان اپنے قسم مین بہترین ہون۔ سنہ ۱۸۶۷ء مین جب وہ لکھنؤ مین طلب علم کرتے تھے اور انکو حقہ پینے کا شوق ہو گیا تھا اونھون نے اپنی جیب خرچ مین جسکی تعداد پانچ روپیہ ماہواری کی تھی بچا کر بدری کا حقہ سے ۵ کو خریدا جو مرتے وقت تک موجود تھا۔ لندن مین بڑے کامل گھڑی ساز کو تلاش کرکے اوس سے کہا کہ مین سادہ قسم کی بہترین طلائی

گھڑی خریدنا چاہتا ہون اوسنے کہا کہ مین ایک سادہ بہترین گھڑی بنا رہا ہون وہ بن جاے تو آپ خریدلین مولانا کرامت حسین صاحب نے اس کا وقت تقریباً تین ماہ تک گرین وچ کے وقت سے ملایا اور فی ماہ ایک منٹ سے زیادہ کا فرق نہ ہوا تب مطمئن ہوکر اوسکو خرید لیا اوسکو ایسی احتیاط سے رکھا کہ ۱۸۹۶ء سے مرتے دم تک کبھی ہاتھ سے زمین پر نہ گری۔

مولانا سید کرامت حسین صاحب کے دل مین یہ بات پختہ ہوگئی تھی کہ حسن وہی ہے جو آدمی کو سودمند ہو اور قبیح وہی ہے جو مضر ہو کھانے مین حد کی سادگی اُسی کا اثر تھا ایکبار ایسا ہوا کہ ایک ہی دسترخوان پر مولانا سید کرامت حسین صاحب سادہ دہی اور دلیا کھا رہے تھے باقی حضرات پلاؤ۔ زردہ۔ شیر برنج۔ کباب وغیرہ مولانا کرامت حسین صاحب کی غذا پر حاضرین کو قطعی حیرت ہوئی انھون نے کہا کہ جو مین کھا رہا ہون وہی مفید ہے اور جو آپ حضرات نوش کررہے ہین وہ مضر ظرافتہً عرض کر سکتا ہون کہ مین نوش جان کر رہا ہون ورآپ حضرات زہر مار اونکی یہ راے تھی کہ نہایت ہی سادہ اور جید الغذا کھانا چاہیے۔ گھی۔ شکر مصالحون اور کبابون سے معدے کو بُرا و جسم کو ناپاک کرنا تمام مہلک مرضون کی ابتدا ہے اور وہ آخر عمر مین اس پر عامل تھے۔ کہا کرتے تھے کہ اب مین بصدق کہہ سکتا ہون کہ "خوردن برائے زیستن و کار کردن است"

صفائی اشیا

معاملات مین صفائی کے ساتھ اپنے اشیاء کی صفائی کا بھی حد درجہ خیال تھا۔ صفائی کے لیے بچھونا روز دھوکھایا جاتا تھا۔ پلنگ کی چادر ہمیشہ صاف و شفاف ہوتی تھی۔ کمرہ کا فرش ہمیشہ نہایت صاف اور سُتھرا ہوتا تھا۔ گھر مین جتنی چیزین۔ کرسی۔ میز۔ اور برتن وغیرہ تھے سب اپنی اپنی جگہ پر سلیقہ سے نہایت صاف ہوتے تھے بالخصوص کھانیکی

میز اور اوسکی چادر کھانے کی تولیا ہاتھ پوچھنے کی تولیا الغرض سب سامان نہایت صاف اور اوجلا ہوتا تھا۔

مکان کی صفائی

بچپن مین مکان اوسکی صفائی اور ہوادار ہونیکا خیال ہی نتھا عشا کے بعد شام کوکہین ایک چارپائی کی جگہ درکار تھی کوئی صندوق یابستہ اپنی خاص چیزون اور کتابون کے رکھنے کے لیے جدا نتھا جب حج سے لکھنؤ واپس آئے تب اتنا خیال ہوا کہ پلنگ کی جگہ گھر مین مقرر ہو اُسکے پاس ایک صندوق ہو جسمین وہ اپنی کتابین اور خاص چیزین رکھین پانی کا ایک جداگانہ گھڑا ہو یہ سب چیزین بالکل پاک اور صاف ہون گھر کا کوئی اور شخص کسی چیز کو ہاتھ نہ لگاے اسکے بعد جب طلب علم مین انہماک ہوا اور جناب مولوی سید عنایت حسین صاحب مرحوم چریاکوٹی تشریف لے گئے تب غربت کی وجہ سے جسم ولباس ومکان کی صفائی متعذر ہوگئی اور سوا اسکے کہ علوم مین کمال ہو باقی چیزین نسیاً منسیا ہوگئین۔

لکھنؤ سے جدا ہونے کے بعد جب علوم جدیدہ سے آگاہی ہوئی معلوم ہوا کہ خالص ہوا کا صحت پر کیا اثر ہے. صفائی کیسی ضروری ہے تب سے مکان کے صاف اور ہوادار ہونے پر بہت توجہ ہوگئی لندن سے واپس آنے کے بعد بضرورت کو نہ مکان کو آراستہ کرنے کا بھی خیال رہنے لگا صاف اور ہوادار مکان کو جو موسم کے تغیر سے بچا رہے فرض عین جاننے لگے ایسا آراستہ کرنا پسند کرتے تھے کہ استعمال کی ضروری چیزین اوسمین ہون تصویرون سے دیوارون کو پُر کرنا فضول جانتے تھے اکثر یہ خیال کرتے تھے کہ چیدہ آیتین حدیثین اشعار کے خوشخط کتبے ہون۔

شہسواری

سید کرامت حسین صاحب کو بچپن مین گھوڑے کی سواری سکھائی گئی میر منشی ہونے کے بعد اونکو گھوڑے کی سواری کی ضرورت

بھی ہوئی پسند بھی آنے لگی ہر کام کو حد تک کرنے کا غلبہ شوق تو تھا ہی انھون نے گھوڑا پہچاننے کے بھی طریقے سیکھے اور چند سال مین خوب شناخت کرنے لگے۔

بندوق کا شوق

میر منشی گری کے عہد مین اونکو بندوق کا شوق ہوا رفتہ رفتہ اوس مین کمال پیدا کیا دس بارہ قدم سے تاگا گولی سے کاٹ دینا بہت آسان تھا۔ چند نشانے قابل ذکر ہین۔ اونکے استاد نے پندرہ قدم کے فاصلہ پر مثلث کی دو ساقون کی شکل مین تنکا لٹکایا کہا ایک ساق مین سے گولی سے اتنا اُڑادو کہ چھ اونگل باقی رہے مولانا سید کرامت حسین صاحب نے ویسا ہی کیا پھر فرمایا کہ دوسری ساق مین سے بھی اوتنا ہی اُڑا دو کہ چھ اونگل رہجاے دوسرا فیر کیا اور دوسری ساق مین سے بھی چھ اونگل رہگیا۔ اوستاد وجد مین آکر شاگرد سے لپٹ گئے۔ کہا اگر بادشاہ ہوتا تو جاگیردار کردیتا۔

شکار مین اوستاد شاگرد گئے دوپہر کو پیپل کے سایہ مین آرام کو ٹھہرے پچاس قدم پر دریا مین ایک گھڑیال اس طرح سے نظر آیا کہ اوسکی تومڑی کف دست کے برابر پانی سے اوپر تھی۔ فرمایا لو تمھارا امتحان ہے اسی تومڑی مین گولی لگاؤ۔ شاگرد نے عرض کیا نشانہ بہت ہی باریک ہے اور کامیابی مشکل فرمایا یہ تو مین خود جانتا ہون۔ لیکن کوشش تو کرو۔ مولانا سید کرامت حسین صاحب نے گولی لگائی اور تومڑی اُڑ گئی اُستاد خوشی سے بے اختیار ہو کر اُچھلنے کودنے لگے۔

ہرن کے شکار مین چند دوستون کے ساتھ ایک بار جانا ہوا میدان مین ہرن ایسے ہوشیار اور چوکنے تھے کہ صبح سے بارہ بجے دن تک زد پر کوئی نہ آیا جون

کا مہینا بھادون چلنے لگی دہوپ ایسی سخت ہوگئی کہ رفل کو ہاتھون سے پکڑنا پڑا رفیقون نے کہا اب چلکر کسی پیپل کے درخت کے نیچے آرام کرنا چاہیے مولانا سید کرامت حسین صاحب نے کہا بہتر اور ایک پیپل کے درخت کی جانب چلے تھوڑی دور چلے تھے کہ ایک کالا ہرن ببول کے نیچے سے اوٹھکر بھاگا سَو گز کے فاصلہ پر ہوگا مولانا سید کرامت حسین صاحب نے ہمراہیون سے کہا کہ دیکھیے یہ ہرن میری طرف دم کئے بھاگا جاتا ہے مین اس پر گولی چلاتا ہون یہ کہکر رفل اوسکی دم کی طرف سیدھا کیا اور فیر کیا ہرن گر پڑا دوڑکر ذبح کیا گولی دم کے وسط مین سوراخ کرتی ہوئی گردن کی کھال مین رُکی تھی رفیقون مین سے ایک صاحب جو مدتون شکار مین رہے تھے فرمانے لگے کہ اس سے بہتر گولی شکار مین لگتے مینے نہین دیکھی۔ مہاراجہ صاحب اُورچھ کے ساتھ ایکبار شیر کے شکار کو گئے تھے واپسی کے وقت ایک بڑی جھیل سے گذرے اوسکے دوسری جانب سارس کھڑا تھا اپنے ہمراہیون سے حضور مہاراجہ صاحب نے مولانا کرامت حسین صاحب کی قادر اندازی کی ثنا کی ایک بیباک نے کہا کہ بھلا اوس سارس کو گولی سے شکار کردین تو ہم جانین کہ حضور کی تعریف ٹھیک ہے حضور ممدوح نے مولانا سے کہا کہ ہان مولوی صاحب گولی لگائیے مولانا نے عرض کہ حضور جن صاحب نے کہا ہے وہ تو یہ بھی نہین جانتے کہ رفل کا منھ کسطرف ہوتا ہے اور دم کسطرف لیکن حضور تو اس فن سے آگاہ ہین بھلا اتنی دور سے کہین سارس گولی سے مارا جاتا ہے فرمایا اب تو ہماری زبان سے نکل گیا تمکو ہمارا کہنا کرنا چاہیے نشانہ لگے یا نہ لگے مولانا نے عرض کیا بہت خوب یہ کہکر دونالی رفل کی داہنی نال کو اندازاً فیر کیا سارس اپنی جگہ سے ہلا بھی نہین مولانا نے کہا کہ اب مجکو فاصلہ کا اندازہ ہوگیا حضور اب کی بار ملاحظہ فرمائین یہ کہکر دوسری نال کو فیر کیا اور سارس گر پڑا مینگا کر سارس کو دیکھا تو اوسکی گردن مین گولی لگی تھی اور فاصلہ ناپا تو قریب تین سَو گز کے تھا

باب ہشتم

حکیمانہ خیالات وعقائد مذہبی

اس امر کو دیباچہ مین بھی ظاہر کرچکاہون کہ چند باب اس ترجمہ کے میرے لکھے ہوے ہین بعض حالات لکھواکر (جنکو بوجہ شدید علالت کے خود نہین لکھ سکا تھا) مولانا سید کرامت حسین صاحب کو سُنا دیے تھے اور اونھون نے پاس فرمادیے تھے اور جب مولانا سے اونکے حالات کی خواہش ظاہر کی تو اونھون نے اپنے بعض حالات سنہ ۱۹۱۳ء تک کے مجملاً قلمبند کرکے مجکو عنایت کیے اوسمین بعض ایسے واقعات تھے جنکو مینے بعد ترتیب واضافہ حالات بعد سنہ ۱۹۱۳ء اپنی عبارت مین لکھا اور بعض کو بجنسہ داخل کتاب کیا منجملہ اُن کے باب ہشتم ہے جسمین مولانا کے عقائد اور خیالات ہین چونکہ مذہب شیرازہ عقائد ہے اور عقائد ذاتی تحقیقات کا نتیجہ ہوتے ہین اسلیے اونکے مقالات وخیالات کو حرف بحرف یہان درج کرتا ہون اور اوسپر رائے زنی نہین کرتا اسلیے کہ یہ معاملات مابین خود وخدا ہین دنیا او اہل دنیا کو اس سے کوئی سروکار نہین۔ اتنا ضرور کہونگا کہ مطالعہ کتب فلسفہ مختلف مذاہب کے لوگون سے ملنا۔ اونکے مذاہب کو باہم مقابلہ کرنا معاشرت اور برسرمی

اور جی مین بشریت کے گوناگون پہلوؤن سے آگاہ ہونا ان سب نے مولانا سید کرامت حسین صاحب کے۔ مذہبی۔ اخلاقی۔ سیاسی۔ اور عشرتی رایون مین انقلاب عظیم پیدا کر دیا تھا۔

مولانا کے خود نوشت حالات

ابتدا مین کٹر شیعہ اثنا عشری تھا۔ میرا[1] عقیدہ تھا کہ شیعون کے سوا باقی تمام فرقے فی النار ہونگے جب الفنسٹن صاحب کی ہندوستان کی تاریخ چہرہ ہاری جاکر پڑھی اور جغرافیہ مین کوہ قاف کا مقام مقرر پایا تب شیعی خیالات پر اثر پڑنا شروع ہوا۔ اپنے والد مرحوم کے حکیمانہ اور صوفیانہ خیالات پر غور کرنا علوم جدیدہ کو حاصل کرنا ہربرٹ اسپنسر کو اوسکے بعد وارڈ کو پڑھنا یورپ کا سفر کرنا۔ ان تمام واقعات نے میرے خیالات مین انقلاب پیدا کر دیا۔

وجود باری

مجھکو کامل یقین ہے کہ انسانی عقل اور قوت ادراک محدود ہے میری راے مین کنہ اشیاء کا ادراک فوق الطاقت البشریہ ہے میرا عقیدہ ہے کہ خدا کے وجود کا ماننا دلیل سے محال ہے ایمان سے ہوتا ہے جسکو خدا ماننا فطرتی اور طبعی نہو وہ کسی دلیل سے اسکے وجود کو نہین مان سکتا۔ خدا کی ذات اور اوسکے صفات آدمی کی عقل مین نہین آسکتے مذہبا جو اعتقاد چاہے کرلے (مؤلف) عبارت مندرجہ بالا مولانا نے بمقام کوئٹہ ملک بلوچستان سنہ ۱۹۱۳ء مین لکھی تھی۔ سنہ ۱۹۱۶ء مین مولانا نے راقم الحروف اور نواب شاہزمان مرزا صاحب رئیس چولکھی اور دیگر احباب سے بیان فرمایا تھا کہ مینے وجود باری تعالے کو اس طرح ثابت کیا ہے کہ جیسے دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ یہ تذکرہ ایسے مختصر صحبتون مین ہوا

[1] مولانا نے سید کرامت حسین لکھا تھا مین نے لفظ میرا بنا دیا ہے اور مین یا مجھے جیسا موقع اس باب مین ہوا کرامت حسین کو کاٹ کر لکھدیا۔

کہ کبھی مولانا سے اون ادلہ اور براہین عقلیہ کے سُننے کا اتفاق نہین ہوا افسوس ہزار افسوس۔

عصمت پر رائے

بشریت اور عصمت میری رائے مین نقیضین ہین۔ جیسے خط مستقیم کا مفہوم ریاضی ہے اور خارج مین اوسکا موجود ہونا محال ہے۔ ایسا ہی عصمت اخلاقی مفہوم ہے اور خارج مین موجود نہین ہو سکتا یہ دلیل کہ عصمت نہو تو تبلیغ احکام مین اعتبار نہو میری راے مین غلط ہے ان احکام کے سوا جنپر شریعتین حاوی ہین آخر نحو ریاضی منطق طب وغیرہ علوم صحیحہ کے بھی تو بہت سے احکام ہین اونمین بھی تو بلا عصمت پورا اعتبار ہوتا ہے عصمت کے یہ معنے ضرور بجا ہین کہ جو حکم رسول ہوتا ہے وہ امت پر واجب العمل ہے اور کوئی امتی نہین کہہ سکتا کہ یہ حکم غلط ہے مین نہ مانونگا اگر ایسا جائز ہو تو تعامل و تعاشر برہم ہو جاوین شریعتون سے قطع نظر کرکے دنیوی قوانین مین بھی اسی بنا پر بادشاہ سے کوئی غلطی[1] سرزد نہین ہوتی اصول مسلمہ مین سے ہے

طہارت و نجاست

نجاست کفار بھی میری رائے مین صحیح راے نہین ہے ایکبار مینے ایک ہندو سے کہا کہ وہ عجیب خالق ہوگا جو خود ہی تمام آدمیون کو ایک جوڑے سے پیدا فرماے اور خود ہی حکم دے کہ تھوڑے تم مین سے پاک ہین اور زیادہ نجس۔

میری رائے مین اشیاء کا حسن و قبح انسانی افعال و اغراض کے لیے عقلی ہے۔ جو انسان کی حیات سہ گانہ کے لیے سود مند ہے وہ حسن ہے اور جو پُر زیان ہے وہ قبیح۔ قوانین فطرت جنکو مذہب مین احکام الٰہی کہتے ہین سرمدی ہین اونمین تغیر محال ہے اور حقیقت مین یکسان ہین علاقہ علت و معلول کا جسپر عالم کی بنا ہے اونمین سے چند قوانین بجانے کے بعد تعامل و تعاشر

[1] King does no wrong.

کی حالت مین خصوصاً موثر ہین جتنی ہتی، طاعت اون احکام کی ہو اوتنی ہی قوم کی بہتری ہے اور جتنی ہی مخالفت ہو اوتنی ہی بربادی ہے اسلام کا یہ ارشاد کہ اوسکے احکام تا قیامت قائم رہینگے صرف اوسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب احکام الٰہی سے یہی سرمدی کلی احکام مراد ہون اور ممکن ہے کہ ان الدین عند اللہ الاسلام کے بھی یہی معنے ہون کہ دین صحیح پابندی اور انقیاد ہے

احکام سرمدیہ الٰہیہ کی ایک بڑی شناخت یہ ہے کہ تمام اہل دنیا پوری کوشش کرین کہ اونمین سے کسیکو چھوڑکر دوسرا حکم بنا دین تو ہرگز نہین بنا سکتے۔ صحت کے لیے معتدل حرکت و سکون شرط ہے۔ اگر تمام اہل دنیا ملکر یہ قاعدہ بنا دین کہ صحت کے لیے مفرط حرکت و سکون شرط ہے تو ہرگز کامیاب نہونگے۔ بقاء قوم کے لیے حکم سرمدی الٰہی یہ ہے کہ افراد ظلم جلی وخفی سے باز رہین اگر تمام اہل دنیا ملکر یہ قاعدہ بنا دین کہ بقاء قوم کے لیے ظلم جلی وخفی لازم ہے تو اونکی غلطی ہے اور ظلم کے ساتھ قوم زندہ نہین رہ سکتی۔

جزئی احکام صحت و طہارت و معاملت و معاشرت میرے نزدیک نہ سرمدی ہین نہ ہو سکتے ہین اور نہ اسلام نے انکو ابدی فرمایا ہے یہ سب احکام ایسے ہین جو آدمی خود حسب مصالح بناتے ہین خود بدلتے ہین اگر یہ احکام الٰہی ہوتے تو آدمی اونمین ہرگز تبدیل و ترمیم نہ کر سکتے اگر شریعتون کے یہ جزئی احکام ایسے الٰہی احکام ہوتے جنمین تبدل نہین ہو سکتا تو ناسخ و منسوخ ہونا جائز نہ ہوتا نہ ایک شریعت کے بعد دوسری کی حاجت ہوتی یہ جواب کہ شریعتین باعتبار زمان و مکان و امم بدلتی ہین اور بدلنا چاہئین یا تو اس بات کو تسلیم کر لینا ہے کہ اسلام کے جزئی احکام کو بھی باعتبار زمان و مکان و مطیعان اسلام بدلنا چاہئے یا اس امر محال کا قائل ہونا ہے کہ زمان و مکان و پیروان اسلام کی

حالتون مین گو لاکھون برس کیون نہ گذر جاوین اور کتنا ہی انقلاب کیون نہو اوس کے لیے وہی جزئی احکام موزون ہونگے جو آج سے تیرہ سو برس پہلے دیے گئے تھے یہ تو عقلی دلیلین ہین اونسے قطع نظر کر کے اگر شریعتون کے احکام کی تاریخ پر نظر ڈالی جاے تو ظاہر ہوتا ہے کہ کسی شریعت کے جزئی احکام سو برس بھی یکسان نہین رہتے۔ حنفی۔ شافعی۔ حنبلی۔ مالکی۔ شیعی اگر اپنی فقہ کی کتابونکو ملاحظہ فرمائین تو بہت سے ایسے احکام ملین جنپر پانچون فرقے متفق نہین اور ایسے بھی ملین گے جسمین ایک ہی فرقہ کے عالمون کو باہم اختلاف ہے حالانکہ ہر شخص مدعی ہے کہ جو وہ کہتا ہے وہی حکم الہی ہے کیا حکم الہی سرمدی کے یہی معنی ہین کہ ہر شخص اوسکو اپنی راے کے موافق گڑھ لے حکم الہی سرمدی کیا ہوا پانی ہوا کہ جس ظرف مین رکھا اوسی کی صورت مین متصور ہوگیا۔

بدلتے رہنا صرف اونھین جزئی قوانین شرعیہ پر منحصر نہین جنکے معتقد اپنی شریعتون کو الہی شریعت مانتے ہین بلکہ تمام جزئی قوانین کا خواہ اُنکو الہی مانین خواہ وہ بشری ہون یہی حال ہے جو شخص جرمن یا فرانس یا انگلستان یا امریکہ یا برٹش انڈیا کی قوانین کی تاریخون کو دیکھے اوسکو یہ بات عیان ہوگی۔

کسب معیشت مین سعی

میری راے مین مسلمانون کے تنزل اور ادبار کی صحیح وجہ یہ ہے کہ صحیح اور سود مند علوم حاصل کر کے وہ مادہ اور قوت کے اُن مرکبات سے نہ فائدہ اوٹھاتے ہین نہ صحت و دولت وعزت وقوت حاصل کرنے مین بہرہ یاب ہوتے ہین اونمین زیادہ تر یہ عقیدہ عالمگیر ہے کہ جو کرتا ہے وہ خدا کرتا ہے انسان بے بس ہے اس اعتقاد کا یہ اثر ہوا کہ انسان اپنی بہتری اور ترقی کی کوشش نہ کرے عین ضلالت ہے اوس عقیدہ نے بھی اونکو تباہ کیا ہے کہ احکام جزئیہ معاملت و معاشرت ابدی ہین

اوسمین تغیر و تبدل نہین ہر کام مین وہ احکام سد راہ ہوتے ہین مسلمان اُنکی پابندی کو بہترین منافع پر ترجیح دیتے ہین۔ مین کہتا ہون "لا ہادی لمن لا یہدیہم العقل" جسکو عقل ہدایت نہ کرے اُسکا کوئی ہادی نہین اپنی عقل سے کام نہ لینا اور کورانہ تقلید کرنا ویسا ہی ہے جیسے کوئی اپنی آنکھین پھوڑ کر دوسرے کے سہارے پر چلے۔

معاشرت اور معاملت کی حالت مین کسی قانون مقررہ کی پابندی اسلیے ہوتی ہے کہ سب اوسکو مانتے ہین اور اوسپر عمل کرتے ہین نہ اسلیے کہ وہ بہترین ہے بالکل ویسا ہی ہے جیسے ایک منزل پر پہونچنے کے لیے ایک شاہراہ معین ہے اور اوسی پر چلتے ہین۔ تعیین شاہراہ ہرگز اس بات کی دلیل نہین کہ وہ بہترین یا غیر قابل تبدیل ہے۔ ذاتی غرضون کو مین ارادی افعال کا سب سے زیادہ قوی محرک سمجھتا ہون دنیا کی موجودہ حالت مین مذہب کو بھی بڑا محرک شمار کرتا ہون۔ اسلیے کہ وہ چند باتون مین جم غفیر کو متفق کر دیتا ہے زمانہ موجودہ مین میرے نزدیک ایسی تعلیم جس سے متعلم تندرست متمول و بے آزار و سودمند بنجاے بہترین خیرات و بہترین اعمال حسنہ ہے۔

میری راے مین ہر مرد و عورت پر فرض عین ہے کہ وہ پوری کوشش کرے کہ تندرست رہے ضروری کسب معاش مین مستقل ہو اپنا بوجھ اورون پر ڈالنا قبیح جانے اپنے کو کسی بہت بڑی قوم کا فرد تصور کرے۔

میرا یہ خیال ہے کہ ہر شخص کا معاملہ خدا سے جداگانہ ہے اوسمین کسیکو دخل نہین۔ بین العباد سب معاملات چند سرمدی اصول پر مبنی ہین اور وہ تمام عالم کے لوگون کے لیے یکسان ہین زمانہ و مکان و حالات کے تغیر سے جزئیات مین تغیر و تبدل لازمی ہے لیکن اصول معین اور غیر قابل تغیر ہین اخلاقی تعلیم

د تربیت مین انھین کلی اور سرمدی اصول کو متعلمون کے دلون مین راسخ کرنا چاہیے۔

انسانی زندگی کا دستور العمل

زندگی کا دستور العمل میری رائے مین حسب ذیل ہے۔

(۱) جسکا علم انسان کے لیئے محال ہے اوسکی طلب مین وقت ہرگز رائگان نہ کرنا چاہیے۔

(۲) قابل العلم مین سے جتنا جاننا بابقاء صحة سودمند ہو وہ سب جاننا چاہیے

(۳) کسب معاش مین مستقل ہونا چاہیے۔

(۴) جسمانی۔ اخلاقی۔ عقلی۔ صحة کی تکمیل مین جہانتک ہوسکے کوشش کرنا چاہیے

(۵) زندگی پاک سادہ اور سودمند ہونا چاہیے۔

(۶) کسیکو ستانا نہین چاہیے۔

(۷) جہانتک ہوسکے نوع انسان کی بہبودی کرنا چاہیے۔

(۸) قول وفعل مین صدق ودیانت ہونا چاہیے۔

(۹) معاملہ بینہ وبین الناس کو چند صحیح اصول پر جو تمام نوع انسان کے لیے ایک ہین درست کرنا چاہیے معاملہ بینہ وبین اللہ کو ہر فرد کی رائے پر چھوڑنا چاہیے۔

(۱۰) نیکی کرنے مین احسان بالقوم ورفاہ عام کو افراد کے ساتھ احسان کرنے پر ترجیح دینا چاہیے۔

(۱۱) لمٰہ تقولون مالا تفعلون سے بالکل پرہیز کرنا چاہیے جو ہوسکے وہ کرنا چاہیے لسانی سے بچنا چاہیے۔

سلہ جو نہین کرسکتے اوسکو کیون کہتے ہو۔

(۱۲) نیکی پورے خلوص سے کرنا چاہیئے ناموری۔ شہرت۔ خطاب۔ خودغرضی سے بچنا چاہیے۔

(۱۳) صدق۔ دیانت۔ اعتدال۔ عفت۔ شجاعت۔ سخاوت۔ استقلال مواظبت۔ احتیاط۔ ایثار۔ خودفراموشی۔ حسن عشرت۔ اطمینان قلب۔ معظم صفات حمیدہ ہین انکی جہانتک ہوسکے تکمیل کرنا چاہیے۔

نماز و روزہ کا شوق مجھ مین یہ خیال راسخ ہے کہ جو کروحدکو پہونچادو اور جناب فردوس مآب کی صحبت کا یہان تک اثر تھا کہ اکثر احباب خاص سے کہتا تھا "اصلی عبادت اوسوقت ممکن ہے کہ آدمی کسی ندی کے کنارے پر رہے اور وہان غذا کے لیے صرف چاول اوبالکر کھاے اپنا لباس خود دھوے" نیا لباس بھی بے غوطہ دیے نہین پہنتا تھا۔ مجھے اہلسنت کی بنائی ہوئی زیرپائی پہننا گوارا نہ تھا۔ ایک کفش دوز نے مجکو باور کرایا تھا کہ وہ شیعہ ہے اوسکی دوکان سے زیرپائی لیتا تھا۔ آب کثیر مین غسل کو زیادہ پسند کرتا ساون بھادون مین ایک بار موسلا دھار مینھ برس رہا تھا مین رات کے ساڑھے تین بجے اندھیرے مین تین میل پیادہ گیا اور بھری ندی مین باوجودیکہ بہ جلنے کا خطرہ تھا ایسی جگہ جہان گھاٹ نہ تھا غسل کے لیے در آیا اور گیلی لنگی باندھے ہوے ندی سے نکلکر پتھر پر نماز صبح ادا کی اوسکے بعد گیلے کپڑے پہنکر اپنے مقام کو واپس گیا۔ دعاے سمات پڑھنے کا چند سال تک التزام رہا ایکبار جمعہ کو بازہ نگی سے پیادہ کنتور چلا برسات کا موسم تھا پانی برسنا شروع ہوا عصر کے بعد حالانکہ پانی برس رہا تھا ایک درخت کے نیچے نماز پڑھی جیب مین سے پرچہ جسپر دعاے سمات اپنے ہاتھ سے لکھ لی تھی نکالا اوسکو بتاتی ووقار پڑھا اور کنتور کی راہ لی رانگدھ کے پاس سے دو راہین تھین۔ ایک دور دوسری نزدیک مگر

نزدیک براہ بھولنے کا خطرہ تھا۔ اسوجہ سے مینے چاہا کہ دور کی راہ اختیار کرون رفیق سفر نے کہا کہ قریب کی راہ چلیے مینے کہا کہ رات اندھیری ہے مینھ برس رہا ہے بہک جانے کا اندیشہ ہے رفیق نے مسکراکر کہا کہ مین اس راہ سے خوب آگاہ ہون ہرگز بھولنے کا اندیشہ نہ کیجیے۔ قریب کی راہ بکراہت اختیار کی تھوڑی دور چلا تھا کہ پانی اور زور سے برسنے لگا خوب تاریکی ہوگئی کبھی کبھی بجلی کی چمک رات کی تیرگی کو زیادہ دکھانے لگی نو بجے رات کے قریب راستہ بھول گئے تین بجے رات تک ادھر اُدھر بھٹکتے پھرے شدت بارش سے تمام کپڑے بھیگ گئے سردی سے دانت کڑکڑانے لگے۔ بدن کانپنے لگا آم کے ایک باغ مین دو جگہ پُرانی کودون اور چاول کی پیال رکھی تھی مین اور رفیق دونون اپنے اپنے سب کپڑے اتار کر اون کنجون مین مینھ اور سردی سے بچنے کو گھس گئے میرا جسم جبتک گرم نہین ہوا تب تک مین اوسمین بیٹھا رہا گرم ہونے کے بعد سخت خارش ہوئی اور باہر نکل آیا پھر وہی گیلے کپڑے پہن لیے اور راہ کی تلاش مین چلا تھوڑی دیر کے بعد صبح کی روشنی عیان ہوئی اور گرد و پیش کے مقامات نظر آنے لگے تو پتہ لگا کہ بدو سراے کے ریگستان مین ہون اور وہان سے کنتور جانے مین کچھ دیر نہ لگی۔

۱۸۶۶ء مین نماز شب کا شوق ہوا اور جناب آیۃ اللہ فردوسمآب نے بنرمی سمجھایا کہ حمایت دین کی تصنیف مین معین ہو اوسکا ثواب نماز شب سے بہت زیادہ ہے ابھی جوان ہو دو تین بجے شب کو جاگنا تندرستی کو خراب کردیگا اس خالص نصیحت کا اثر نہ ہوا اور چندے نماز شب پڑھتا رہا (مولانا کرامت حسین صاحب خود کہا کرتے تھے کہ نماز شب سے ذوق عبادت وخدا ترسی بڑھتا ہی گناہون کی طرف رغبت گھٹتی ہے) کبھی کبھی تو ایسا رجوع قلب ہوتا تھا کہ مین تصور

کرتا تھا کہ مین مر کر درگاہ الٰہی مین آیا ہون اور میری سفید چادر میرا کفن ہے
دو تین ماہ کے التزام کے بعد تندرستی پر بہت برا اثر ہوا اور ایکدن نماز شب
کے بعد مین سخت بیمار پڑا تب اُسکو چھوڑا۔

چرکھاری روانہ ہونے سے پہلے زمینداری کے معاملات صاف کرنے کو کنتور مین مقیم رہا۔یکم رجب کو روزہ رکھا۔دس بجے دن کے قریب اپنی چھوٹی پھوپھی صاحبہ کے یہان گیا وہان کھانا کھانیکی فکر ہو رہی تھی۔جب کھانا آیا تو رشتہ دارون نے مجھ سے کہا کہ تم بھی کھاؤ مینے روزہ کا عذر کیا اصرار ہوا کہ روزہ مستحب ہے توڑ ڈالو اور دعوت نہ کرو مین نے کہا توڑنا اس شرط سے قبول کرتا ہون کہ جو حضرات مصر ہین وہ سب تین ماہ کے روزے رکھین چار صاحبون نے کہا بہت خوب ہم اقرار کرتے ہین کہ تین ماہ کے روزے رکھین گے مینے روزہ توڑا دوسرے دن سے روزہ رکھنا شروع کیا اون چارون صاحبون نے بھی روزے رکھنا شروع کیے کسی نے دو رکھے کسی نے چار مگر صرف ایک سچے دوست نے پورا ساتھ دیا اور آخر رمضان تک علے الاتصال روزے رکھے ان تین ماہ مین مجکو قرآن مجید پڑھنے کا ولولہ تھا اکثر سحر سے نماز عصر تک سوا قرآن شریف پڑھنے کے اور کوئی کام نہ ہوتا تھا پندرہ سیپارہ سے ستائیس سیپارہ تک ایکدن مین پڑھتا تھا۔

(مولف) ماہ رمضان المبارک مین بعد سحر نماز صبح کا وقت ہونے تک وہ دعاے سحر جو ابوحمزہ ثمالی کی روایت کے موافق امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے ضرور پڑھتے اور فرمایا کرتے تھے کہ چھوٹے چچا صاحب یعنے مولانا حامد حسین صاحب قبلہ بھی اسکی مواظبت فرماتے تھے ہمیشہ زادالمعاد ونکے ساتھ رہتی تھی سفر اور حضر دونو مین۔کبھی کبھی بیماری مین تنہائی مین

چپکے چپکے دعائین پڑھتے دیکھے گئے۔

عیدین اور نماز آیات مین چھپکر پڑھنے کا اہتمام نہ تھا۔ محرم کی چاند رات سے عاشورہ تک کبھی کبھی سویم شہداے کربلا تک چارپائی پر نہ سوتے تھے نہ گوشت اور لذیذ غذا نوش کرتے اکثر اگر فصل ہوئی تو او بالکد ور وٹی کے ساتھ کھا لیتے ورنہ مسور کی دال کھاتے۔ عاشور کو فاقہ معمول تھا۔ اور دن بھر صبح سے فاقہ شکنی کے وقت تک زیارت عاشورہ اور عمل عاشورہ اور محتشم کے بند اور مراثی میر انیس اور بحار الانوار کے پڑھنے مین مصروف رہتے تا امکان اوسدن سایہ مین بیٹھنے سے گریز کرتے اور کسی سے نہ ملتے تھے۔ فاقہ شکنی کے وقت نہایت معمولی کھانا مثل گوکھرو کے ساگ کھڑی مسور کی دال۔ بے گھی کی اور موٹے چانول کا خشکہ اور جو کی روٹی کھاتے تھے اون کے ایک نیازمند نے فاقہ شکنی کے وقت کچھ بہتر کھانا پیش کیا اوسے ناپسند فرماکر واپس کیا اور جو اونکا اوسدن معمولی کھانا تھا وہ کھالیا۔ الہ آباد مین بیرسٹری کے زمانہ مین چاند رات محرم کو اپنے ایک گانون پر تنہائی مین چلے جاتے اور بعد سویم واپس آتے تھے وہان ایک مجلس روزانہ صبح کو کرتے اور اپنے علاقہ کے ضلعدار شعبان علیصاحب سے میر انیس کا مرثیہ پڑھوا کر سنتے اور عاشور کو صرف دو تین آدمیون مین خود حدیث پڑھتے ایک سال محرم مین اونکے یہان احمد حسین خان بہادر وہین دیہات مین پہونچے انکی مہمانداری کی اور اونکے ساتھ گوشت اور اچھا کھانا کھایا لیکن بعد ختم عاشورہ فرمانے لگے کہ اسی سال مہمان کی وجہ سے گوشت کھانا پڑا۔ ہائیکورٹ کی ججی کے بعد سے لکھنو مین قیام مستقل فرمایا تھا یہان پہلے سال اکرام اللہ خان کے امام باڑہ مین مولانا ناصر حسین صاحب قبلہ کی مجلس مین اکثر جاتے تھے یہ مجلس فرد وسمآب کے زمانہ مین خود مولانا نے قائم کی تھی اور خود بھی حسب حکم

فردوسمآب مولانا حامد حسین صاحب حدیث پڑھتے تھے۔ لیکن بعد اسکے حضرت دو ایک مجلس مین شرکت فرماتے تھے کیونکہ مجلس صبح کو ہوتی ہے اور اُنکو بہت سویرے ٹھنڈے فرش پر بیٹھنا ضرر کرتا تھا تو اپنے پڑوس مین صبح کی ایک مجلس مین شرکت کرتے تھے کبھی کبھی اوسمین خود بھی پڑھتے تھے محرم کے دس دن جب تک جاگتے پاس بیٹھنے والے سے امام حسین علیہ السّلام کا اکثر ذکر کرتے رہتے مجلس مین ہمیشہ پائین فرش بیٹھتے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے چچا صاحب فردوسمآب نے ایسی ہی عادت ڈال دی ہے۔ کبھی سخت مصائب سُننا پسند نہ فرماتے تھے۔ خود بھی ہمیشہ منکی فضائل پر اکتفا کرتے تھے اور بہت روتے تھے کبھی کبھی اونکے ساتھ والونکو اندیشہ ہوتا تھا کہ ایسا نہو غش کر جائین اور روح مفارقت کر جائے۔ چنانچہ ایک مرتبہ اپنے بنگلہ مین اپنے ایک خادم کی فرمائش سے سائبان مین کھڑے ہو کر مجلس پڑھنا شروع کی کمرہ مین کچھ عورتین مجلس سُننے کو موجود تھین ایک خاتون کے رونے کی آواز سُنکر ایسے متاثر ہوے کہ ایک شخص نے منجملہ حاضرین اُٹھکر انکو سنبھالا اور پڑھنے سے روکدیا۔

مجلس عزا

مولانا کی زندگی کے تذکرہ مین جس بات کا بیان دل مین ایک مد و جزر کا عالم پیدا کر رہا ہے وہ ایک خاص اثر ہے جو اون پر اسوقت طاری ہوتا تھا جب کبھی وہ مظلوم کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام اور کربلا کے مصائب وغیرہ کا خود بیان کرتے تھے۔ بارہا دیکھا گیا ہے کہ جب وہ مجالس مین پڑھتے تھے تو روتے روتے بے اختیار ہو جاتے تھے اور اسطرح گریہ گلو گیر ہوتا تھا اور ہچکی بندھ جاتی تھی کہ وہ پھر نہ پڑھ سکتے تھے اور یہ حالت دیکھنے اور انکا بیان سُننے سے لوگون پر بہت رقت طاری ہوتی تھی۔ واقعہ کربلا کی اہمیت اور حقانیت سے اُنکا قلب جسقدر متاثر تھا اور ولائے اہلبیت

اور شہدائے کربلا کے مصائب کے اثر مین ان کا دل جس اعلیٰ پیمانہ پر ڈوبا
ہوا تھا اسکی تصویر اوسوقت کے حالات اور جذبات مین کھینچکر اوتر آتی تھی
مولانا ...ا مشرقی اور مغربی علوم کا زبردست عالم جسنے دنیا کے مختلف مذاہب
اور فلسفہ و حکمت اور بہت سے علوم کی کتابین پڑھی ہون اور عالم کی تاریخ و
سیر کا مطالعہ کیا ہو خود فطرتاً صبر و تحمل کا خوگر بھی ہو اسکا دل کسی اور چیز پر اسطرح
بے قابو ہو جاتے ہوے دیکھا ہی نہین گیا یہ کیفیت جسطرح ایک طرف واقعہ
کربلا کی اہمیت اور صداقت کو ثابت کرتی تھی۔ اوسیطرح مولانا کے دلکی قوت جاذبہ کو ظاہر
کرتی تھی جسطرح تاریخ عالم مین واقعہ کربلا کی نظیر نہین ملتی اسیطرح دنیا مین مولانا کی زندگی مین انکے دلکی محویت اور سقدر
متاثر ہونے کی مثال کہین اور نہین ملتی۔ مولانا مجالس عزا کو ایک زبردست قوت
اور بہت بڑی نعمت سمجھتے تھے۔ وہ مجالس کے بڑے طرفدار تھے مگر ایک ایسی
مفید اور بکارآمد چیز سے اچھی طرح فائدہ نہ اوٹھانے پر مجالس برپا کرنیوالون اور شیعون
پر وہ اکثر افسوس ہی کرتے رہے۔ انکا یہ خیال تھا کہ مجالس کے ذریعہ سے پند
و نصائح اور اسلامی اخلاق و طرز معاشرت کی درستی اور افراد قوم مین ہر طرح
کی ترقی کی روح پھونکنے کا بے مثل موقع نصیب ہوتا ہے۔ افراد قوم کی حالت
پر غور کرنے اور اس بات کے سمجھنے اور سمجھانے کا موقع ملتا ہے کہ ہم مین کتنے افراد
کاسب ہین اور کثرت سے کتنے ایسے لوگ ہین جو ہر گھر اور ہر خاندان مین زندگی کے
دن بیکار گزار رہے ہین اور ایک کمانیوالے کی محنت کے سہارے پر جی رہے ہین
اور انکی زندگی سے قوم کے افلاس وادبار پر افسوسناک بار بڑھتا چلا جارہا ہے
وہ مجالس کو دینی اور دنیوی ترقیون کا ایک بڑا ذریعہ سمجھتے تھے مگر مجالس
کے موجودہ ترتیب اور خواندگی کے طریقہ مین کسیقدر اصلاح کے متمنی تھے
مجالس مین جس طرح لوگ کودتے پھاندتے آتے جاتے ہین اوسکو وہ تہذیباً اچھا

لہ ایک بڑی مجلس مین مولانا نے مجھسے دریافت کیا کہ اس مجلس مین کتنے آدمی ایسے ہونگے جو کسب معاش کرتے ہین
مین نے ادھر اودھر دیکھکر کہا کہ مین اور آپ!

نہین جانتے تھے انکا خیال تھا کہ بلا لحاظ مرتبہ اور منصب اور شان کے جسکو جہان جگہ ملے اوسکو مجلس مین وہین بیٹھ جانا چاہیے۔ مجالس مین تقسیم کو وہ پسند کرتے تھے مگر اس طریقہ سے کہ گھر بار رہن کر کے اور قرض کر کے اور خود نام و نمود کے لیے اپنے کو مٹا کر اپنی حیثیت اور وسعت سے زیادہ صرف کرین اسکو اچھا نہین جانتے تھے اور اُن جگھون پر جہان اس طرح تقسیم ہوتی ہے کہ شربت ٹپک رہا ہے اور مکھیان بھنبھنا رہی ہین بہت ناپسند کرتے تھے۔ مجالس مین نہایت معتبر احادیث پڑھنے کے دل سے حامی تھے اور موضوعی اور ضعیف حدیثون کا پڑھنا بہت ناپسند فرماتے تھے۔

اعیاد (۱) عید الفطر مین مولانا علی الصباح اپنے تمام مسلمان نوکرون سے کہدیتے تھے کہ آج تمکو بالکل فرصت ہے۔ صرف دن کے کھانے کا بندوبست کر دو اور جہان جی چاہے آؤ جاؤ۔ خود غسل کر کے تقریبًا ۹ بجے نماز پڑھکر اکثر پیدل نکلتے اور اپنے دوستون مین جہان جہان جایا کرتے تھے جاتے مگر دو تین منٹ سے زیادہ توقف نہ کرتے معانقہ کرتے ہی رخصت ہو جاتے اس طرح بہت دیر تک ملتے ملاتے رہتے اور پھر بنگلہ پر واپس آکر نماز ظہر اور مغرب پڑھکر کھانا کھاتے اور ۱۰ بجے رات تک سواری پر اون لوگون کے یہان جاتے جنسے دن مین عید نہ مل سکے تھے۔ الہ آباد مین سب سے اول عبد الروف صاحب بارسٹر کے یہان جاتے اور ایک بھنگی اُنکے یہان مسلمان تھا جو پانچون وقت اذان دیا کرتا تھا۔ اول اس سے عید ملتے پھر عبد الروف صاحب سے معانقہ کرتے۔ دوسرے دن اپنے تمام خدمتگارون سے معانقہ کرتے اور ہر مسلمان سے جو اوس دن راہ مین بھی اون سے ملتا معانقہ کرتے تھے۔ خود سویان نہ پکواتے تھے مگر اون کے ملازمین سے اگر کوئی پکا کر سامنے لاتا تو کھالیتے اور باہر کے آئے

ہوئے جھتونمین سے بھی کبھی کھاتے (۲) عید الضحیٰ کو قربانی ضرور کرتے تھے۔ لیکن گوسفند کی اور ملنا جلنا اسی طرح ہوتا تھا جیسے عید کے دن۔ مگر شب کو جب واپس آتے تو فرماتے تھے کہ عید گاہ مین جمع ہو کر نماز پڑھنے مین بڑا فائدہ یہ ہے کہ سب سے ایک جگہ تھوڑے وقت مین ملنا جلنا ہو جاتا ہے اور اس دریوزہ گری سے نجات ملجاتی ہے۔

(۳) عید نوروز مین مٹھائی منگا کر خود بھی کھلاتے اور بعض دوستون اور گھر مین رہنے والون کو کھلواتے۔ سفید کپڑے صبح سے شام تک اس خیال سے پہنے رہتے کہ مبادا کوئی رنگ ڈالے تو قیمتی لباس خراب نہو۔ ججی کے بعد جب سے لکھنؤ مین تشریف لائے تھے ہر سال اُسدن جناب مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ کی والدہ ماجدہ یعنے اپنی چچی صاحبہ معظمہ کے یہان جاتے اور اسی سفید لباس مین جاتے تھے۔ لیکن کبھی اُنکے کپڑون پر رنگ نہ دیکھا گیا۔ اسکا سبب یہی ہو سکتا ہے کہ بارسٹری پاس کرنے کے بعد سے لوگون کا ایسا خیال ہو گیا تھا کہ مولانا کو اب نوروز کے رنگ سے کیا واسطہ رہا ہوگا کیون اُن پر ڈالین! عید کو یہ ضرور فرمایا کرتے تھے کہ مسلمانون کو روز فتح مکہ کی عید بھی منانا چاہئے الہ آباد مین حضرات ذیل کے یہان عید ملنے جاتے تھے بیرسٹری اور ججی کی حالت مین۔

(۱) جناب سید عبد الرؤف صاحب بارسٹرایٹ لا الہ آباد

(۲) خان بہادر سید زاہد حسین صاحب سابق کمشنر بندوبست ریاست گوالیار پنشن یافتہ ڈپٹی کلکٹر رئیس محلہ چک شہر الہ آباد۔

(۳) جناب قبلہ مولوی آغا سید صاحب رئیس و پیشنماز الہ آباد محلہ رانی منڈی۔

(۴) جناب نواب مولوی عبد المجید صاحب بارسٹرایٹ لا الہ آباد رئیس اعظم جونپور۔

(۵) عالیجناب نواب بو علیخانصاحب عرف حسین جانصاحب رئیس الہ آباد خلفت نواب مظفر حسین خانصاحب و نبیرۂ نواب سبحان علیخانصاحب نائب وزیر اودھ

(۶) جناب خان بہادر منشی رضا حسین خانصاحب میر منشی جناب نواب لفٹننٹ گورنر بہادر ممالک متحدہ۔

(۷) جناب خان بہادر سید اکبر حسین صاحب سشن جج پنشن یافتہ (لسان العصر)

(۸) جناب سید سلطان الحق صاحب جنرل سپرنٹنڈنٹ کلکٹری الہ آباد۔

(۹) جناب خان بہادر سید محمد مصطفےٰ صاحب ڈپٹی کلکٹر الہ آباد حال اسپشل منیجر کورٹ آف وارڈز نانپارہ ضلع بہرائچ۔

(۱۰) جناب عزت علیخانصاحب عرف احسن خانصاحب رئیس دریاآباد شہر الہ آباد

(۱۱) جناب سید کرار حسین صاحب روحانی سررشتہ دار کمشنری الہ آباد۔

(۱۲) جناب قبلہ مولوی سید محمد حسین صاحب سابق مدرس زنانہ مشن اسکول الہ آباد محلہ محتشم گنج۔

نماز و وظیفہ حالت طالب العلمی لکھنو مین وظیفہ دعائین وغیرہ بعد نماز کے پڑہتے تھے۔ صحیفہ کاملہ کا لحفظ تھا۔ احتیاط کا یہ حال تھا کہ کبھی کبھی وضو کرنے گومتی پر جلاتے تھے ۔ اور تعصب کا یہ حال تھا کہ جوتہ شیعہ کے ہاتھ کا تیار کیا ہوا پہنتے لندن سے آنے کے بعد کتنی دیر وظیفہ پڑہتے تھے یا نہ پڑہتے تھے یہ مین نہیں کہہ سکتا لیکن نماز ضرور پڑہتے تھے۔ بہت چھپکر پڑہتے تھے۔ دل کا رجوع اور خضوع و خشوع کچھ تنہائی ہی مین ہوتا ہے۔ جماعت کی اور بات ہے۔ اور اسمین علاوہ نماز کے ایک دوسرے سے جو ملنے کے موقع ملتے ہین اور اس سے جو فوائد مترتب ہونا چاہئین۔ وہ صاف ظاہر ہین ا۔ آپس مین ملنا محبت ہمدردی کرنا۔ ایک

ا۵ اونھون نے ، سال کی عمر مین مولانا کی شاگردی کی اور مرتے دم تک فلسفہ اور الہیات پڑھی۔

دوسرے کے کام آنا وغیرہ وغیرہ۔ دینوی نقطۂ خیال سے اسلیے جماعت کی تاکید کی گئی ہے یہ سب باتین ہم مین سے مفقود ہو گئی ہین جو جماعت کی خوبیان تھین اونکا مطلق خیال نہین۔ صرف خالی خولی جماعت مین جاتا رہگیا ہے۔ بس

روحانی غذا ذکر و فکر مین اکثر محو ہو جاتے تھے یہ انکی روحانی غذا تھی۔

روزہ روزہ کے بھی مولانا پابند تھے لیکن جب سے دل کا ضعف زور پر ہوا روزہ کا تحمل ناممکن تھا، ورنہ شرعًا اونپر روزہ واجب تھا۔ یہ وہی دل تھا جو چلتے چلتے ایک منٹ مین بند ہو گیا اور مولانا سی نعمت ہمارے ہاتھو نسے جاتی رہی ع آخر اس بیماری دل نے اپنا کام تمام کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

باب نہم

"وفات وتجہیز وتکفین وتعزیت"

یہ امر تعجب خیز وقابل ذکر ہے کہ مرنے سے دو ڈھائی برس پہلے مولانا سید کرامت حسین صاحب کوئی نہ کوئی بات ایسی اکثر کہدیتے یا شعر پڑھ دیتے تھے کہ جس سے صاف معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ اپنی عمر کے پیمانہ کو بھرا ہوا سمجھتے ہین مینے اسکا احساس کیا بلکہ مجھ سے پہلے جناب مکرمی سید آل محمد صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر و بیرسٹرایٹ لا جو اون کے ساتھ ایک بنگلہ (پھوس کا بنگلہ نزد مقبرہ بادشاہ غازی الدین حیدر جسکو نجف کہتے ہین واقع لکھنو) مین رہتے تھے محسوس کیا اور بارہا افسوس کے ساتھ ذکر کیا۔ مشفقی حکیم سید مصطفےٰ حسین صاحب بیان کرتے ہین کہ جس کسی مقام پر مولانا کو یہ معلوم ہوا کہ یہان زیادہ دنون رہنا ہے وہان ضرور اپنی قبر کی زمین کا بندوبست کر لیتے تھے قیام الہ آباد کے زمانہ مین بھی اونھون نے شہر الہ آباد کے محلہ دریاآباد کی کربلا مین جو مسجد ہے اوسکی پشت پر روسا دریاآباد سے اپنی قبر کی زمین کا بندوبست کر لیا تھا۔ بند لیکھنڈ

مین جب وہ امرگڈھ مین عرصہ تک مقیم رہے تھے وہان زمین قبر کی تجویز کرلی
تھی لیکن جی کے بعد جب لکھنؤ مین آئے ہوے بہت دن ہوگئے تو حکیم صاحب
موصوف نے اُن سے عرض کیا کہ جسطرح آپنے الہ آباد مین اپنی قبر کی زمین کا
بندوبست کیا تھا یہان کیون نہین کرتے جواب دیا کہ لکھنؤ مین جہان دفن ہونیکو
جی چاہتا ہے وہان کچھ توقع نہین ہے اسکے بعد ہر زمین برابر ہے اور تم تو اسوقت
ہوگے جہان جی چاہے دفن کردینا۔ لیکن حکیم صاحب اُن کی رحلت کے وقت
لکھنؤ مین نہ تھے۔

مین کئی مہینے سے باہر تھا ماہ فروری مین سُنا کہ مولانا علیل ہین مین اُنکے دیکھنے
کو آیا اور جس بنگلہ مین وہ رہتے تھے اوسی بنگلہ مین ٹھہرا۔ مولانا بغرض تبدیل آب و
ہوا قیصر باغ مین جناب سر راجہ علی محمد خانصاحب تعلقدار محمود آباد کے مکان
پر مقیم تھے۔ چند روز مینے قیام کیا اور ۲۲ فروری کو واپس چلا گیا۔ افسوس
صد ہزار افسوس کہ یہ آخری ملاقات تھی۔ مجکو ۲۰ اپریل کی صبح کو جناب نواب
سجاد علیخانصاحب رئیس لکھنو کا تار بمقام دیرہ دون پہونچا جسکا ترجمہ یہ ہے۔
مولانا کرامت حسین صاحب نے دفعتاً ایک بجے سہ پہر کو بتاریخ ۱۹ اپریل انتقال
فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ خبر سُنکر جو صدمہ ہوا وہ تحریر سے باہر ہے۔
سکتہ سا ہوگیا ۲۴ گھنٹہ تک آنکھ سے آنسو نہ نکلا۔ لیکن بعدہ یہ حالت تھی کہ آنکھون
سے دریا جاری تھا۔ ضبط کرتا تھا لیکن ضبط نہین ہوتا تھا عبدالکریم عرف بدلو
الٰہی بخش عبدالواجد۔ ملازم ساتھ تھے اون مین سے کسیکو بلایا چونکہ ان سب نے
مولانا کی خدمت کی تھی انکو دیکھکر مولانا کا تصور زیادہ ہوگیا آنکھون سے دریا بہنے لگا۔
ایک سال سے زائد ہوا لیکن دل کی بیچینی وہی ہے۔ اس باب کے لکھنے مین
دل کی بیچینی کچھ بڑھتی ہی جاتی ہے۔ ہائے بقول حامد دلفگار مشعر۔

یہ کوئی زندگی ہے کہ بدتر ہے موت سے
پر دخل کیا مشیت پروردگار مین

حامد۔ دل کو سنبھالو۔ خدا کا نام لو اور قلم اوٹھاؤ۔ اللہ باقی من کل فانی۔

حسب ذیل واقعات جناب ممتاز حسین صاحب جونپوری۔ جناب ڈاکٹر سید علی عباس صاحب لکھنوی جناب محمد مہدی[1] صاحب۔ جناب نواب سجاد علیخان صاحب جناب نواب شاہزمان مرزا صاحب سے معلوم ہوے ہین۔

مولانا پہلے سے علیل نہ تھے۔ اُن کی زندگی کے آخری دن مین انکی ظاہری صورت صحت یا قرائن سے کوی ایسے آثار نہ پاے گئے جس سے یہ شبہ بھی ہوتا کہ آج دنیا مین ایسا عظیم واقعہ پیش آئیگا۔

صبح وفات

اس صبح کو بھی مولانا حسب معمول اٹھے اور ویسے ہی خوش اور بشاش تھے جیسے اور دن۔ روزمرہ کے معمول کے موافق صبح کے کامون کو اسی طرح انجام دیا جیسا وہ کیا کرتے تھے۔ اس دن سات بجے صبح کے بعد کے حالات جناب ممتاز حسین صاحب جونپوری نے اخبار ہمدم مورخہ ۲۹ جون ۱۹۱۷ء مین لکھے ہین جنکا ضروری خلاصہ حسب ذیل ہے۔

پنجشنبہ کا دن ہے اور ۱۹۔ اپریل ۱۹۱۷ء کی صبح کو سات بج چکے ہین۔ مولانا سید کرامت حسین صاحب مرحوم کی وفات سے چند گھنٹہ پیشتر کا واقعہ ہے کہ مولانا لکھنؤ مین اپنے پھوس والے بنگلہ کے شرقی برآمدہ مین کرسی پر اجلا کرتا پہنے بیٹھے ہین۔ مولانا کو اُسوقت بھی صحیح اور تندرست پایا نہ کوئی علالت نہ چہرہ سے اضمحلال بالکل اچھے خاصے تھے۔ اُن کے جسمانی قوٰی اور انکی شگفتہ پیشانی کو دیکھکر موت کی آئی ہوئی یاد بھول جاتی تھی۔ مین[2] جتنی مرتبہ بھی انسے ملا یہ خوب یاد ہے کہ انکی

[1] محمد مہدی صاحب مولانا کے مسلم گرلز اسکول کے حساب وکتاب کا کام مولانا کی نگرانی مین کرتے تھے اور اونھین کے پاس رہتے تھے
[2] سید ممتاز حسین صاحب

باتون مین ہوا کے جھونکے کی طرح کسی نہ کسی لپیٹ مین موت کا ذکر ضرور آجاتا تھا چنانچہ اوس روز بھی مولانا اپنی نو تصنیف کتاب المراۃ کے صفحے مجھے صاف کرنے کے لیئے دینے کو اوٹھے کمرہ مین گئے ایک ٹین کا چھوٹا بکس خود ہی اپنے ہاتھ سے اوٹھا لائے اور میز پر رکھدیا اور فرمایا کہ میری زندگی مین یہ کتاب چھپ جاتی، تو اچھا تھا کیونکہ موت کچھ کہکر تو آتی نہین۔ جو کام ختم ہو جائے غنیمت ہے اسی سلسلہ مین فرمایا کہ جسطرح مینے سوچا ہے اسطرح تو یہ کتاب ختم نہین ہوتی اسمین جابجا انگریزی کے الفاظ ہین جنمین سے بعض ایسے بھی ہین جنکے لیے اردو زبان مین اس سے پیشتر کوئی لفظ موضوع نہین ہوا مینے موزون اور جامع اردو الفاظ ایسے انگریزی الفاظ کے لیے اس کتاب مین لکھدیے ہین مگر اسکی سخت ضرورت ہے کہ بترتیب حروف تہجی وہ اردو کے الفاظ یکجا کر لیے جائین اور انکے ساتھ انگریزی کے ہم معنے الفاظ بھی لکھدیے جائین اس طرح ایک لغت ایسے الفاظ کا مرتب ہو جائے گا جو اس کتاب المراۃ کے آخر مین لگا دیا جائے کہ اسکے پڑہنے والون کو بھی مدد ملے اور اردو ادب کو بھی فائدہ پہونچ سکے بعد مولانا کے طرز تحریر کے متعلق کچھ گفتگو رہی۔

بستر مرگ کے حالات

اس دن صبح کو شانہ مین کچھ درد تھا اسلیے مولانا گرلز اسکول تشریف نہین لے گئے قریب ۱۰ بجے کے مولانا نے ڈاکٹر سید علی عباس صاحب کے پاس آدمی بھیجا جو لاٹوش روڈ متصل امین آباد کے رہتے ہین اور مولانا کے قدیم معالج ہین۔ مولانا اپنے بنگلہ کے شرقی برآمدہ مین بیٹھے تھے ڈاکٹر صاحب قریب ۱۱ بجے دن کے تشریف لائے مولانا نے ڈاکٹر صاحب سے فرمایا کہ آج قلب کی حرکت درست نہین۔ مولانا نے اسکے قبل بھی کئی بار نہار منہ ایک ایک گھونٹ کرکے پانی پیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے

نبض دیکھی اور فرمایا کہ آپ نے ابتک کھانا تناول نہین فرمایا یہی باعث
ضعف کا ہے اور اسی سے یہ حالت ہے آپ ابھی خاصہ نوش فرمائین
ڈاکٹر صاحب کے آنے پر اور کھانا تناول فرمانیکی ہدایت پر مولانا نے واجد علی
ملازم کو بلایا اور کہا کہ دہی لاؤ اور پھر کھانا میز پر لگانے کے لیے کہا۔ مولانا نے
اُس روز معمولی غذا اُبلا ہوا پالک کا ساگ دہی اور اُبلی ہوی لوکی نوش
کی ڈاکٹر صاحب نے کوئی دوا تجویز نہین کی انھون نے صرف کھانا کھا لینا
تجویز کیا۔ ڈاکٹر صاحب پر نیند کا غلبہ تھا وہ دوسرے کمرے مین جا کر سو رہے
مولانا تھوڑی دیر بعد اپنے دوسرے کمرہ مین آے اور کھرے نواڑ کے
پلنگ پر تکیہ منگا کر سرھانے رکھا اور لیٹے اتفاق سے اس روز قبلہ رُخ
لیٹے بارہ بجے کے قریب کا وقت تھا مولانا سے واجد علی ملازم نے اجازت لی
اور چینی بازار چلا گیا۔ اسی اثنا مین ڈاکٹر صاحب کو سوتے سوتے بہت زور
سے خراٹے کی آواز سنائی دی گھبرا کر مولانا کے قریب آے تو دیکھا کہ مولانا
کا چہرہ اسطرح سمٹا ہوا تھا جیسا درد اور تکلیف کی حالت مین ہوتا ہے اور
دونون دانتون کے درمیان مین زبان کی نوک تھی اور آنکھین بند تھین
ڈاکٹر صاحب نے نبض دیکھی تو نبض نہ ملی قلب کی حرکت کا ڈاکٹر صاحب
کو پتہ نہ چلا اسلیے قلب مین حرکت پیدا کرنے کے لیے انھون نے یہ عمل کیا کہ مولانا
کے دونون ہاتھون کو سر تک لیجاتے اور پھر نیچے لاتے تھے۔ اسی اثنا مین
مسٹر علی اوسط صاحب بیرسٹر جو اوسی احاطہ مین اپنی کوٹھی مین رہتے ہین
آئے اور اونھون نے دریافت کیا کہ کیا حالت ہے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا
کہ مولانا کا انتقال ہو گیا ادھر مسٹر علی اوسط صاحب مزید اطمینان کے لیے
لفٹننٹ کرنل برڈوڈ صاحب سول سرجن کو چھٹی لکھنے کے لیے اپنے بنگلہ مین گئے

ور اونکو بلایا۔ ادھر ڈاکٹر علی عباس صاحب نے مغربی برآمدہ مین آکر سید محمد مہدی صاحب کو آواز دی۔ سید مہدی صاحب فوراً آئے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ مولانا کا انتقال ہوگیا۔ سید مہدی صاحب بیتاب ہوگئے لیکن اسی حالت مین جناب راجہ صاحب محمود آباد کے یہان روپیہ لینے آئے جہان مولانا کا روپیہ امانتاً رکھا ہوا تھا۔ راجہ صاحب کلکتہ مین تھے اونکے مختار صاحب سے مولانا کا روپیہ تجہیز و تکفین کے لیے لیا اسکے بعد سید محمد مہدی صاحب جناب مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر مدظلہ العالی کی خدمت مین گئے اور اس سانحہ کی اطلاع کی جناب قبلہ و کعبہ نے فرمایا کہ غسلخانہ مین جو قریب امام باڑہ غفرانمآب کے ہے غسل دیا جائے اور مین تال کٹورہ کی کربلا مین اپنی والدہ مرحومہ کی قبر کے قریب انکی قبر کا انتظام کرتا ہون اس اثناء مین آپ جائیے اور جنازہ لائیے

وقت و جائے وفات مولانا نے سید علی اوسط صاحب کے پھوس والے بنگلہ مین پینسٹھ سال کی عمر مین ۱۹- اپریل سنہ ۱۹۱۷ع یوم پنجشنبہ کو بوقت ایک بجے دن کے انتقال فرمایا۔ اوسوقت اس بنگلہ مین ڈاکٹر سید علی عباس صاحب اور سید محمد مہدی صاحب کے سوا کوئی اور نہ تھا۔

سبب موت انتقال کے تھوڑی دیر کے بعد لفٹننٹ کرنل برڈ وڈ صاحب سول سرجن لکھنو تشریف لائے اور دیکھکر کہا کہ نہ کسی زہریلے جانور نے کاٹا ہے نہ کسی قسم کے زہر کا پتہ چلتا ہے نہ کوئی مرض پایا جاتا ہے قلب کی حرکت دفعتاً بند ہوگئی جسکی وجہ سے انتقال ہوگیا اور فرمایا کہ جسطرح مولانا کی زندگی خاموشی کے ساتھ بسر ہوئی اسیطرح کی موت بھی اون کو ملی خدا ہمکو بھی ایسی ہی موت نصیب کرے،،

خبر وفات تھوڑی دیر بعد مسلم گرلز اسکول کو اس سانحہ کی اطلاع دیگئی

اسکول مین ایک کہرام مچ گیا۔ ایک ایسے محسن و ہمدرد و شفیق سرپرست کے اس طرح اٹھ جانے کی خبر سے گرسز اسکول مین فوراً چھٹی کر دی گئی مگر چھوٹی چھوٹی لڑکیان دیوارون سے سر ٹکرا رہی تھین۔ شہر مین خبر پھیل گئی۔ معززا ور سربر آوردہ ہندوستانی بیرسٹر اور کلا دم بھر مین پھوس والے بنگلہ مین جمع ہو گئے۔ حکام ہائیکورٹ الہ آباد۔ اور مولانا مرحوم کے ذی وجاہت احباب و عزیزون کو تار بھیجے گئے پائنیر کو بھی اس سانحہ کی اطلاع بذریعۂ تار دیگئی۔

شاگرد طلبہ کی شرکت

اس واقعہ نے بھی ایک عجیب درد انگیز اثر کیا کہ ندوۃ العلما کے دو طالبعلم جنکو اس واقعہ کی خبر نہ تھی حسب معمول ٹھیک چار بجے سبق پڑھنے آئے اونھون نے خلاف امید ایک عجیب سمان دیکھا یا تو وہی مولانا تھے کہ کل تک اپنے ان شاگردون کے آنے پر انکی بھی تعظیم کیلیے حسب معمول کھڑے ہو جایا کرتے تھے یا آج ایک کھری چارپائی پر بیدم پڑے ہین۔ کل تک تو انھین طلبا کو سبق دیتے تھے۔ آج ایک دنیا کو سبق عبرت دیرہے ہین ان طلبا کے دل پر کیا گذری اسکا اندازہ کچھ اسی سے ہو سکتا ہے کہ انھون نے اسوقت سے تین بجے رات تک جبتک مولانا تال کٹورہ کی کربلا مین خاک کا پیوند ہو کر ہمیشہ کے لیے نظرون سے پوشیدہ نہین ہوے نعش کا ساتھ نہین چھوڑا۔

جنازہ

قریب پانچ بجے شام کو جنازہ دریاے گومتی کے کنارہ والی سڑک سے پاٹا نالہ غفرانمآب کے امام باڑہ کے غسل خانہ مین لایا گیا۔ جنازہ کے ساتھ مختلف ملت و مذہب اور مختلف طبقت کے اشخاص تھے۔ ایک کامدار مخملی شامیانہ کے زیر سایہ جنازے کو لیے ہوے آیات قرآنی اور کلمہ وغیرہ باواز بلند پڑہتے ہوے غسل خانہ مذکور مین لائے اور وہین غسل دیا گیا

غسل میت و نماز جنازہ

اس موقع پر خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر یہ امر ہے

کہ نواب سجاد علیخان نواسہ جناب مرزا محمد عباس صاحب مرحوم سابق ڈپٹی کمشنر جو مولانا مرحوم کے خاص معترفین و قدردانون مین سے ہین ایک کفن کربلائے معلی سے لائے تھے جسپر تمام قرآن شریف لکھا ہوا تھا اور جو تین ماہ تک برابر روضہ اقدس حضرت امام حسین علیہ السلام مین رکھا رہا اور قبر مطہر سے مس کیا گیا تھا۔ مولانا مرحوم کے لیے یہ کہکر دیا کہ اسکے بہترین مستحق شخص یہ ہین چنانچہ مولانا مرحوم کو یہ بیش بہا اور قابل احترام کفن دیا گیا اسکے بعد جناب شمس العلما مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنازہ تالکٹورہ کی کربلا روانہ ہوا۔ خود بنفس نفیس تال کٹورہ کی کربلا قریب ۱۱ بجے شب کو تشریف لے گئے مشفقی ڈاکٹر ناظر الدین حسن صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ ڈی۔ بیرسٹر ایٹ لا کو جو محبت مولانا مرحوم سے تھی اسکا یہ اثر تھا کہ باوجود سواری ہونے کے وہ جنازہ کے ساتھ پاپیادہ کئی میل طے کر کے تال کٹورہ کی کربلا گئے اور دفن کے وقت تک وہین رہے۔

نشان مدفن اور وقت دفن تالکٹورہ کی کربلا مین اندرون احاطہ امام باڑہ مرزا کیوان جاہ کے قریب مسجد کے شمالی جانب چبوترہ کے نیچے جہان مولسری وغیرہ کے درخت ہین اور جسکے قریب دوسری جانب جناب شمس العلما مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ کی والدۂ مرحومہ کی بھی قبر ہے مولانا سید کرامت حسین صاحب مرحوم ۳ بجے شب کو دفن ہوے۔ انکے شاگرد طلبا قبر کھودنے کے وقت جب جنازہ رکھا ہوا تھا بحسرت اس قبر کو دیکھ رہے تھے جسمین مولانا مرحوم دفن ہونے والے تھے۔ انکے پاؤن پر قبر کی نرم نرم مٹی کا جب ڈھیر ہو جاتا تھا تو وہ پانون جھٹکا کر پھر اسیطرح کھڑے ہو جاتے تھے اور دفن ہو جانے پر بھی وہ کچھ سوچتے رہے گویا انکی قلبی حالت وہ تھی جسکا

پورا پورا بیان مولانا صفی صاحب کے اس شعر مین ہوا ہے جو مولانا مرحوم کے

جلسہ تعزیت مین پڑھا گیا۔

لب تشنگان علم نہ چھوڑینگے قبر دوست — خاک لحد مین جذب ہے اک بحر بیکنار

دفن کے بعد جناب مولوی سید ذاکر حسین صاحب قبلہ برادر جناب شمس العلما

مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر نے تلقین پڑھی اور سب لوگ

بعد فاتحہ رخصت ہوگئے۔

مجلس سوم وفاتحہ خوانی

تیسرے روز اکرام اللہ خان[1] مرحوم کے امام باڑہ مین مجلس سوم وفاتحہ خوانی منعقد ہوئی۔ جناب شمس العلماء مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر مدظلہ العالی۔ جناب سر علی محمد خان تعلقدار محمود آباد اور لکھنؤ کے بعض رؤسا اور مولانا مرحوم کے اعزا جو کنتور وغیرہ سے آئے تھے۔ مجلس مین شریک ہوئے۔

پس ماندگان

مولانا نے کوئی اولاد[2] یا بیوی نہین چھوڑی۔ انکے ایک بھائی مولوی سید رعایت حسین صاحب اور اُنکے حقیقی بھتیجے اور داماد سید افضل حسین صاحب بی اے تحصیلدار کادی پور ضلع سلطانپور قریب کے اعزا مین اور خاندانی دیگر اعزا بھی موجود ہین۔

اخبارون اور زبانی اطلاعون سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف عنوان سے مختلف مقامات پر تعزیت کے جلسے ہوئے ہمدم ۲ ماہ مئی ۱۹۱۰ء مین خصوصیت کے ساتھ دار العلوم ندوۃ العلما و دیگر اخبار مین تعزیتی جلسون اور مجلس فاتحہ خوانی اور عام اظہار ہمدردی کا ذکر اسقدر ہوا کہ ان سب کا تذکرہ یہان خالی از طوالت نہین

جلسہ تعزیت بمقام لکھنؤ

بارہ دری قیصر باغ مین جو جلسہ تعزیت ۲۹۔ اپریل ۱۹۱۰ء کو بصدارت جناب راجہ صاحب محمود آباد منعقد ہوا

[1] امام باڑہ لکھنؤ محلہ نخاس مین واقع ہے [2] مولانا کے صاحبزادے نے اونکی حیات مین عرصہ ہوا انتقال کیا تھا۔

جسکی کارروائی دوسرے دن کے اخبار ہمدم مین بھی شایع ہوی ہے اسمین آنربیل مرزا سمیع اللہ بیگ صاحب بی اے ایڈوکیٹ۔ آنربیل پنڈت گوکرن ناتھ مصر بی اے ایڈوکیٹ۔ نواب ذوالقدر جنگ۔ سید سجاد حیدر صاحب بی اے۔ سید علی اوسط صاحب بیرسٹر۔ حاجی ریاض الدین حسن صاحب بالنس بریلوی۔ چودھری سید محمد علی صاحب تعلقدار ردولی۔ ڈاکٹر ناظر الدین حسن صاحب ایم اے۔ ایل۔ ایل۔ ڈی۔ بیرسٹرایٹ لا۔ آنربیل سید وزیر حسن صاحب بی اے ایڈوکیٹ اور جناب راجہ سر محمد علی محمد خان صاحب تعلقدار محمود آباد نے پراثر تقریرین فرمائین

تعزیتی نظم

یہ قطعۂ تاریخ شاعر نازک خیال جناب مرزا ذاکر حسین صاحب ثاقب لکھنوی نے جلسۂ تعزیت مولانا مین جناب راجہ صاحب محمود کو دیدیا تھا۔

قطعۂ تاریخ

جلیل المراتب کرامت حسین | ہوا خواہ ملت بہی خواہ قوم
وہ گنجینۂ فضل و علم و ہنر | ارسطوئے حکمت بہی خواہ قوم
وہ تعلیم نسوان کا خضر و مسیح | چراغ ہدایت بہی خواہ قوم
ہماری نگاہون سے اوجھل ہے آج | وہ مہر فضیلت بہی خواہ قوم

یہ تاریخ کہتے ہین ماتم نشین
گیا سوئے جنت بہی خواہ قوم
۱۳۳۵ھ

ہمارے لکھنؤ کے باکمال شاعر مولانا سید علی نقی صاحب صفی نے ذیل کی نظم پڑھی جسمین مجملاً مولانا کی سیرت اور علمی کمالات کا بھی ذکر ہے۔

امتحان ضبط غم کے وقت اکثر چیخ اوٹھے | ایک دل[1] ٹھہرا ہزارون دل تڑپ کر چیخ اوٹھے

[1] حرکت قلب بند ہونے پر مولانا کی وفات ہوئی۔

رہتا تھا کسکو موت کا ہر وقت انتظار ٭ ہین کسکے غم مین علم وعمل دونون سوگوار

کس دلنواز کی صف ماتم بچھیگی آج ٭ ٹوٹے ہوے دلون نے جمائی ہی کیون قطار

کون اس زمین ہند پر اک آسمان تھا ٭ اور اس علو قدر پر اللہ رے انکسار

سرتاقدم نمونہ خلق محمدی ٭ یعنی وہ ہے شعار جو اسلام کا شعار

گلدستہ صفات وکمالات بے عدد ٭ مجموعۂ مکارم اخلاق بے شمار

بحر العلوم منبع انہار علم وفضل ٭ سرحلقۂ اماثل واعیان روزگار

فقہ واصول کا وہ زبردست مجتہد ٭ حکمت کو جسپہ ناز شریعت کو افتخار

وہ فلسفی کہ جسکے مذاق سلیم مین ٭ زہر اجل عسل سے زیادہ تھا خوشگوار

جسکا قلم کشاکش موت وحیات مین ٭ سلجھا رہا تھا مسئلہ جبر واختیار

آزادی بنات کا حامی بقید شرع ٭ عصمت ہوئے پردہ دری مین بھی پردہ دار

مانا ہوا ادیب زبان حجاز کا ٭ جسکا ادب رہے گا زمانہ مین یادگار

وہ ریزہ چین مائدۂ افصح العرب ٭ یاسینیون کے خوان فصاحت کا زلہ خوار

خاموش زندگی مین بسر کی تمام عمر ٭ جبتک کہ آنکھ بند ہوئی وقت احتضار

اعضا قوی تمام مگر دل بہت ضعیف ٭ چھایا ہوا فقط اثر خوف کردگار

پابند قول صادق الاقرار راستگو ٭ دل آئینہ وہ جسمین نہ دیکھا کبھی غبار

جز قوت اجل کوئی قوت جہان کی ٭ ممکن نہ تھا کہ توڑ سکے عہد استوار

لب تشنگان علم نہ چھوڑینگے قبر دوست ٭ خاک لحد مین جذب ہے اک بحر بیکنار

آیا زبان پہ نام کرامت حسین جب ٭ ٹوٹا دل اسطرح کہ بندھا آنسوؤن کا تار

جسٹس تھا ہائیکورٹ کے ایوان مین یہی ٭ ہے اب جو اک مرقع عبرت تہ مزار

اسنے کسیکے دل کو دکھایا نہ تھا کبھی ٭ ہان اے زمین قبر سمجھکر ذرا فشار

دور انقلاب مٹا دے نشان قبر ٭ مٹنے کا لوح دل سے نہین نقش اعتبار

پالے یتامیٰ قوم کو اولاد کی طرح ۔ ہمدرد قوم ہے کوئی ایسا بزرگوار
جب باغباں نہین تو چمن پھر چمن کہاں ۔ کب تک چلیگا مکتب نسواں کا کاروبار
کملا گئے ہین پھول سے رخسار بیبیون ۔ دن آ گئے خزاں کے گیا موسم بہار
بے ناخدا کے ایک سفینہ بھنور مین ہے ۔ بیدمرت و پا ہین قوم کے افراد کچھ سوار
چہرے اداس بال پریشان رنگ فق ۔ آواز ہے صدائے شکست دل آشکار
ماتم مین ایک شفیق معلم کے نوحہ خوان ۔ آنکھین جو اشکبار تو دل سبکے بیقرار
سنیے ذرا جو تاب سماعت ہو آپ مین ۔ کہتے ہین کیا بقلب حزین سب سوگوار
اب یہ ہمارا فرض ہے مٹنے نہ دین اُسے ۔ قائم جو کر گیا ہے وہ خود اپنی یادگار
اے قوت خلوص دل درد آشنا ۔ اُس کشتی شکستہ کو تو ہی لگا دے پار
شیدائے ملک و قوم بہی خواہ تخت و تاج ۔ ویسا نہ ایک پائیگا ڈھونڈھیئے ہزار
دو لاکھ اپنی جیب سے یکمشت دیدیے ۔ سمجھے ہوئے تھا دولت دنیا کو مستعار
اچھی غذا سے کام نہ اچھے لباس سے ۔ تھی سادگی مزاج مین با وصف اقتدار
نقش قدم پہ عترت خیرالانام کے ۔ چلتا رہا سمجھ کے زمانے کو رہگذار
دار العلوم صوبہ مین رکن رکین قوم ۔ جسکے ہر ایک لفظ مین تھا وزن کوہسار
ازبر علوم مشرقی و مغربی تمام ۔ کلک دو سر سے معرکہ آرائے ذوالفقار
منقول ہو بصورت معقول جلوہ گر ۔ دنیا و دین سمونے مین بمثیل پختہ کار
اُسکا ہر ایک قول گرانمایگی مین فرد ۔ اُسکا ہر ایک فعل زر کامل العیار
شخصیت ایک فرد کی بھاری ہو قوم پر ۔ اللہ رے قدر حلم و گرانسنگی وقار
ایوان مڈل مثیل اُسے رو رہا ہے آج ۔ جو کنگرہ تھا اُسکے لیے تاج افتخار
چھینا اُسی کو آج جو اپنی مثال تھا ۔ تو نے ستم کیا یہ سپہر ستیزہ کار
داد و ستد مین دہر نہایت خسیس ہے ۔ دیتا نہین دوبارہ جو لیتا ہے ایکبار

پینسٹھ برس کی عمر مین چھوڑا جہان کو — کیا چارہ جو بھی مصلحت آفریدگار
اکثر مصنفات رہے اُسکے ناتمام — جو قوم کے لیے تھے نہایت مفید کار
حیف اُس بزرگ قوم کے اولاد بھی نہین — بیٹھین صفی بتاؤ کسے تعزیت کا تار

مولانا ایسے مختلف علوم و فنون کے یکتا باکمال شخص کے تعزیت کے جلسے اگر ہر اہل فن بلحاظ اپنے ذوق اور بقدر اپنے حوصلہ کے کرتے پھر بھی اظہار غم سے وہ حسرت پوری نہین ہو سکتی تھی جو ایک ذات واحد کی وفات سے عالم اسباب مین ایک افسوسناک کمی کی صورت مین دفعتًا محسوس ہونے لگی اور محسوس ہوتی رہیگی اخبارون مین مولانا کی وفات پر اظہار غم کیا گیا بہت سے مضامین بہت سی نظمین بہت سے قطعات تاریخ لکھے گئے۔ ہر جلسہ تعزیت کی شان نرالی اور اسی نسبت سے الفاظ بھی جداگانہ تھے اہل جلسہ کو جسطرح مولانا کی قابلیت سے تعلق تھا اسی نسبت سے ہر صیغہ کے ماتمدارون کا عنوان تعزیت مختلف تھا۔

ہائیکورٹ الہ آباد مین تعزیت

سب سے پہلے ایک چھوٹی سی صحبت تعزیت اس صوبہ کے عدالت العالیہ ہائیکورٹ الہ آباد مین ہائیکورٹ کے جج صاحبان اور وکلا و بیرسٹرون کی ہوی جسکے مجمل حالات اخبار پائنیر مطبوعہ ۲۲ - اپریل ۱۹۱۷ء سے اقتباس کرکے ذیل مین درج کیے جاتے ہین

آج بعد ظہر الہ آباد ہائیکورٹ کے صاحبان جج چیف جسٹس صاحب کی عدالت مین یکجا ہوے - جہان سید کرامت حسین صاحب سابق جج ہائیکورٹ کی وفات کا ذکر کیا گیا -

مسٹر والک نے کہا کہ نہایت دلی رنج سے صاحبان جج کے حضور مین مسٹر جسٹس کرامت حسین صاحب کی وفات کی خبر پیش کرتا ہون - مسٹر جسٹس کرامت حسین صاحب

کرسی عدالت پر متمکن ہونے کے پیشتر الہ آباد مین ہم لوگون کے ساتھ بیرسٹری کرتے تھے۔ مسٹر والک نے مسٹر جسٹس کرامت حسین صاحب کی شہرت کا تذکرہ فرمایا جو بحیثیت عالم ہونے کے انکو حاصل تھی۔

وکلائے ہائیکورٹ اور چیف جسٹس کی رائے سر سندر لال صاحب نے منجانب وکلا اُن تمام فضائل سے اتفاق کیا جو مسٹر والک صاحب نے بیان کیے تھے۔ چیف جسٹس صاحب نے فرمایا کہ جج صاحبان نے جانگزا غم کے ساتھ سید کرامت حسین صاحب کی اچانک وفات کی خبر سنی اور یہ فرمایا کہ کل شب کو مجھے ایک تار ملا مگر وہ تار کچھ اسطرح کی عبارت مین لکھا گیا تھا کہ مجھے ہرگز اس سے یہ نہین معلوم ہوا کہ یہ ہمارے سابق ہم جلیس کی خبر وفات کے متعلق ہے۔ مسٹر جسٹس کرامت حسین صاحب اپنے بے مثل اوصاف کیوجہ سے اولاً تو بیرسٹری مین اعلےٰ مرتبہ پر پہونچے اور بعد ازان ججی کے مرتبہ پر فائز ہوے۔ امور خیر کے متعلق انھون نے جو کام کیے اور خاص دلچسپی جو انھون نے تعلیم کے باب مین لی خصوصًا تعلیم نسوان مین اسکا ذکر دونون حضرات موسومہ بالا نے کیا ہے جنھون نے ہمکو مخاطب کر کے تقریرین کی ہین مجھے ذاتی طور پر بہ وجوہ یہ علم ہے کہ ہندوستان مین تعلیم نسوان کے معاملہ مین انکو کتنی گہری دلچسپی تھی۔ اونھون نے کسطرح سے کام کیا اور اس مقصد کی اشاعت مین انھون نے کسطرح اپنی دولت صرف فرمائی جو آج کل اُن لوگون کے لیے بالعموم ایک ضروری مقصد ہے جو ہندوستان کی ترقی دیکھنے کے متمنّی ہین۔

جلسہ تعزیت مسلم گلرز اسکول لکھنؤ ۲۴- اپریل سنہ ۱۹۱۷ع کو مولانا کے تمام عمر کی مایہ و بضاعت اور علمی ایثار کا نمونہ پیش کرنیوالا

اور اُنکے آخر زندگی کے عزیز ترین دلچسپی کے رفاہ عام کا کام یعنے مسلم گرلز اسکول مین انکے تعزیت کا جو جلسہ ہوا اوسمین بہت درد انگیز تقریرین ہوئین اور ذیل کی نظم ایک چھوٹی لڑکی نے پڑھی اور اسکے بعد اسکول کے لیے چندہ کی تحریک ہوئی۔

فلک کے دُکھائے ہوئے دل ہمین ہین ۔ ہمین ہین ترحم کے قابل ہمین ہین
ہماری ہی قسمت مین تھی تلخی غم ۔ قدح نوش زہر ہلاہل ہمین ہین
ہمارے مٹانے سے کیا تجکو حاصل ۔ مگر آسمان نقش باطل ہمین ہین
نہ سیر آسمان دیکھ تڑپا کے ہمکو ۔ جگر دوز تیرون سے بسمل ہمین ہین
اُٹھا ہے جو سر سے مربی کا سایہ ۔ یتیمون کے مدِ مقابل ہمین ہین
یہ کہتے ہین دیوار و در مدرسہ کے ۔ ہوئی ہے جو ویران وہ منزل ہمین ہین
ہلا عرش تک سُنکے آواز جس کی ۔ ہمین ہین وہ ٹوٹے ہوئے دل ہمین ہین
نگاہون مین تاریک ہے ساری دنیا ۔ بجھی شمع جس کی وہ محفل ہمین ہین
صفی سے کوئی خوبیان چلکے پوچھے ۔ فقط کیا کرامت کے قائل ہمین ہین

اخبارون مین تعزیت اور رائے

ملک کے اردو اور انگریزی اخبارون نے مولانا سید کرامت حسین صاحب مرحوم مغفور کے انتقال پر بہت کچھ اظہار افسوس کیا جن اخبارون کا پتہ اس ترجمہ کے لکھنے کے وقت چل سکا انکی فہرست حسب ذیل ہے اور انمین سے بعض کے اقتباسات بھی ذیل مین درج ہین۔

(۱) اخبار پانیر الہ آباد (۲) اخبار لیڈر الہ آباد (۳) ایڈوکیٹ لکھنو (۴) اخبار آئی ڈی ٹی لکھنؤ (۵) روزانہ اخبار ہمدم لکھنو (۶) اخبار البشیر اٹاوہ (۷)

اخبار شیعہ کالج نیوز لکھنؤ (۸) اخبار اتحاد امروہہ ضلع مراد آباد (۹) رسالہ شیعہ ضلع سارن صوبہ بہار (۱۰) اخبار اودھ پنچ لکھنؤ (۱۱) اودھ اخبار لکھنؤ (۱۲) اخبار ہندوستانی لکھنؤ۔

جناب مولوی بشیر الدین صاحب اڈیٹر البشیر کی رائے۔

اخبار البشیر نمبر ۱۷ جلد ۱۹ مورخہ ۲۴-اپریل سنہ ۱۹۱۷ء حسب ذیل ضروری اقتباس درج کیا جاتا ہے۔ "مولانا سید کرامت حسین صاحب کی قانونی لیاقت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ مشہور مقنن سید محمود صاحب کی رائے انکی نسبت یہ تھی کہ ہندوستان مین کوئی شخص اگر قانون جانتا ہے تو وہ مولوی سید کرامت حسین ہین انکی قانونی لیاقت کو دیکھکر سید محمود کی یہ رائے ہوئی کہ ایسا لائق شخص اگر علیگڈھ مین قانونی پروفیسر مقرر ہو تو کالج کے لیے نہایت مفید ہے چنانچہ سنہ ۱۸۹۱ء مین یہ محمڈن کالج علیگڈھ کے لاپروفیسر مقرر ہوکر آے اسی سال انھون نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس مین تعلیم نسوان کے لیے ایک رزولیوشن پیش کیا اور اُس رزولیوشن کے پیش کرنے کے وقت تعلیم نسوان پر ایک زبردست تقریر کی اُس رزولیوشن پر پُرجوش مباحثہ ہوا سر سید نے بھی رزولیوشن کی مخالفت مین ایک زبردست تقریر کی تھی لیکن رزولیوشن پاس ہو گیا یہ پہلا موقعہ تھا جبکہ مولوی سید کرامت حسین صاحب قومی پلیٹ فارم پر تشریف لاے تھے۔

جو قومی تحریکین ایسی ہوتین کہ جو انکی راے مین مسلمانون کے لیے مضر ہوتین اونکی مخالفت علانیہ کبھی نہ کرتے نہ پلیٹ فارم پر نہ اخبارات مین نہ پمفلٹ کے ذریعہ سے بلکہ جو کچھ انکی مخالفت ظاہر ہوتی وہ صرف اس طرح کہ اس کام مین نہ شرکت کرتے نہ چندہ دیتے اور صرف احباب سے پرائیوٹ صحبت مین

اوس تحریک کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کردیتے تھے بعض وجوہ سے وہ ایجوکیشنل کانفرنس کو مفید نہ سمجھتے تھے چنانچہ جب سے انکو یہ خیال ہوا اوُنھون نے کانفرنس کی شرکت چھوڑدی ایک مرتبہ اُنکو پریسیڈنٹ ایجوکیشنل کانفرنس انکا بنانیکی سعی کی گئی اوس سے انکار کردیا۔ بعض امور کی وجہ سے انکو علیگڈہ سے کچھ شکایات پیدا ہوئین اوُنھون نے علیگڈہ سے اپنے تعلقات خاموشی کے ساتھ منقطع کرلیے اسکے بعد انکی مرضی کے خلاف ٹرسٹی بنایا گیا لیکن ٹرسٹی منتخب ہوجانے کے بعد اوُنھون نے استعفا دیدیا۔ غرضکہ وہ اپنے اصول مین نہایت سخت تھے اور ہر چیز کو اپنے اصول پر قرار رکھنے کے لیے قربان کرنے کو تیار ہوجاتے تھے تاہم وہ دوستی تعلقات و مراسم کے نبھانے مین بڑے وضعدار تھے جسقدر جس سے تعلقات تھے انکو وضعداری کے ساتھ عمر بھر نباہ دیا اختلاف خیالات کی وجہ سے ذاتی مراسم اور دوستانہ تعلقات مین کمی نہ آنے دیتے تھے مثلاً وہ مسلمان لڑکیون مین انگریزی تعلیم کے حامی تھے اور میری راے تھی کہ مسلمان لڑکیون کے لیے انگریزی تعلیم کے اسکول جاری کرنے ترقی تعلیم نسوان کو روکنا ہے گھنٹون مجھ سے اور مولوی صاحب سے اس مسئلہ پر مباحثہ ہوتا تھا لیکن اسقدر سخت اختلاف کے بعد کبھی اون تعلقات مین کمی نہین ہوئی جو ابتدا سے قائم ہوے تھے۔ آہ یہ ہی خوبیان پرُانے بزرگون مین تھین یہ ہی انکی وضعداری مروت اخلاق اور محبت تھی جو روز بروز ہماری قوم سے کم ہورہی ہے آج اختلاف راے دشمنی و منافرت کا باعث ہے۔

اونکے کامون کی اور خیالات کی کوئی مخالفت کرتا تو کچھ پروا نہ کرتے۔

مولوی کرامت حسین نمونہ تھے اس امر کا کہ کسطرح ایک شخص ایمانداری کے ساتھ کام کرسکتا ہے دولت پیدا کرسکتا ہے اور کسطرح وہ دولت پس انداز کرکے

قومی کام مین لگا سکتا ہے اور کسطرح ایک انسان باوجود کثرت کام کے کتب بینی اور تصنیف و تالیف کے لیے وقت نکال سکتا ہے کیونکر اپنے سخت اور نرالے اصولون کی پابندی کرکے لوگون مین ہردلعزیز رہ سکتا ہے اور کسطرح باوجود اختلاف عقائد اور خیالات دو شخصون مین دوستی اور محبت قائم رکھ سکتا ہے۔

اخبار شیعہ کالج نیوز مورخہ ۲۷۔ اپریل ۱۹۱۷ء نمبر ۱۶ جلد ۲۔ مین ایک خاص مضمون مولانا مرحوم کے وفات پر تحریر کیا گیا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے۔

شیعہ کالج نیوز کی رائے

ہندوستان کا مایہ ناز مشرقی و مغربی علوم فلسفہ۔ علم کلام۔ حکمت۔ ادب۔ سائنس۔ قانون۔ اور فقہ وغیرہ وغیرہ کا عالم اور یکتائے روزگار کامل سید کرامت حسین صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ بیرسٹرایٹ لا سابق جج الہ آباد ہائی کورٹ فیلو آف الہ آباد یونیورسٹی ممبر جماعت سنڈیکیٹ ممبر فیکلٹی آف آرٹس دنیا سے دم بھر مین بلا کسی علالت کا صدمہ اٹھائے ہوئے بلا کسی کو دکھ درد دیے ہوئے دفعتہً قلبی حرکت رک جانے سے ہمیشہ کے لیے اٹھ گئے۔ فرقہ نسوان کی تعلیم سود و بہبود مین اپنی آخر سانس تک بامردی اور سرگرمی سے مصروف رہے اُنکے دل مین یہ بات جم گئی تھی کہ ملک اور قوم کی اعلی ترقی بچون کی اعلی صحت اور اعلی تربیت کے لیے یہ ضروری ہے کہ انکی مائین اعلی تعلیم یافتہ اور تندرستی کی حامی اور حافظ ہون اور اسی آئیڈیل اور اسی نصب العین پر وہ تعلیم نسوان کے حامی تھے اور لکھنؤ مین ایک بڑے مدرسہ نسوان کے بانی اور سکریٹری تھے جسقدر تمام عمر مین لاکھون روپیہ اونھون نے جمع کیا تھا سب اسی کام کے لیے دیدیا۔ انھون نے آخر وقت تک خاموشی سے یکسان طور پر زندگی گذار دی نہ تیمارداری کی جفائین کسی نے سہین نہ خود بیماری کی اذیت اٹھائی۔ پھول کیطرح دنیا

ہمین رہتے اور بوے گل کیطرح اس چمن کا رنگ دیکھتے ہوے رخصت ہو گئے
آسمان ہزار چکر لگائے مگراب ایسی روحین شاید ہی ہزار برس مین پیدا ہون
افسوس صد افسوس ہندوستان خالی اور ویران ہو گیا۔ وہ اخلاق محمدی کے
سچے پیرو اور عامل تھے۔ یہ بات آج ڈہونڈھنے سے بھی کسی مین نہین ملتی کہ جس
خیال جس حیثیت جس لیاقت کا آدمی آیا وہ اُنکو مجسم اخلاق کہتا ہوا اٹھا انکسار
اسقدر کہ وہ ان طلبا کو جو اُن سے درس لینے آتے تھے اپنے سے بہتر سمجھتے تھے
اونکی تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور جب وہ رخصت ہوتے تھے تو کھڑے ہو کر
اونکو رخصت کر کے اپنی جگہ پر بیٹھا کرتے تھے وہ منظر بھی قیامت کا منظر تھا جب
چند طلبا جو غیر مذہب تھے حسب معمول کتابین لیکر پڑہنے آئے تھے اور اُنھون
نے ایک لاش دیکھی۔ زندگی مین کوئی دم مشکل سے گذرا ہو گا کہ انھون نے
موت کو نہ یاد کیا ہو جتنے کمالات اور اوصاف ایک ذات مین تھے اُنکی مثال
ہمکو آج موجودہ ہندوستان مین نہین ملتی۔ اُن کی موت نہ صرف ایک شخص کی
موت ہے بلکہ ایک ملک کی موت ہے وہ گورنمنٹ اور رعایا دونون کے یکسان
معتمد تھے۔ ملک مین کتنے ہی گریجویٹ ہون ایل ایل ڈی ہون۔ اور ایل ایل بی
ہون۔ ولایت کے پاس شدہ ہون۔ مگر جس قسم کے افراد پر ملک اور قوم کی
اصلی ترقی منحصر ہے وہ خوبیان مولانا سید کرامت حسین صاحب مین تھین
مسلمانون اور خود ملک کی ضروریات کو سمجھنے کے لیے جو ایک دماغ تھا وہ افسوس
ہے کہ ۱۹۔ اپریل ۱۹۱۷ء کا دن گذر کر شب کو تین بجے تال کٹورہ کی کربلا مین
ایک مسجد کے قریب دفن ہو گیا جس پامردی سے مولانا مرحوم نے ایسی
نازک اسکیم تعلیم نسوان مین دلچسپی لی اور زندگی جسطرح کے خدمات مین گذار دی
اور جتنے ناپاک حملون اور جس جملون کو سُنا اور صبر کیا اسکی مثال کسی ایک فرد

کی زندگی مین ڈہونڈہنے سے نہین ملتی۔ جو چیز بہت خصوصیت کے ساتھ اُن کی زندگی مین اور آج بھی بہت قابل قدر ہے وہ انکی صداقت اور ایفاے عہد ہے اوده پنچ کے جلد ۲ نمبر ۱۶ مورخہ ۵ مئی ۱۹۱۷ء سے حسب ذیل اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

چودھری ممتاز حسین صاحب اڈیٹر اودہ پنچ کی رائے	تعلیم نسوان سے مخالفت یا اسکو غیر ضروری سمجھنا جنون ہے اور مطلق تعلیم کے نسبت اگر اختلاف ہوگا تو کبھی دشمن عقل کو ہوگا نہ کسی صاحب عقل

کو البتہ ایسی تعلیم جو ایک ہندوستانی عورت کو ولایتی میم صاحب بنا دے اور اپنی قوم یا اپنے قبیلے سے جدا کر دے یا قیود دین سے آزاد کر دے یا مذہب وطن وقبیلہ کی وقعت برباد کر دے۔ نہ عورت کے لیے مقبول ہے نہ مرد کے لیے یہ تعلیم کوئی شخص عمداً نہین دیتا۔ لیکن تربیت اخلاقی و مذہبی مین غفلت اور خامی سے یہی ثمر حاصل ہوتا ہے۔ مرحوم (یعنے مولانا سید کرامت حسین صاحب مرحوم) نے جو کچھ محنتین اس خاص کام مین کی ہین وہ پوشیدہ نہین ہین اور نہ پوشیدہ رہ سکتی ہین۔ جان اور مال کوئی شے اونھون نے عزیز نہین رکھی اور ساتھ ہی علمی خدمات سے بھی قوم کو مستفید کرتے رہے۔ انکی مخفی نفس کشی اور ریاضت مین بھی کوئی کلام نہین مذہب کے متعلق انکے خیالات حکیمانہ تھے اور اکثر جمہور علما سے مختلف۔"

رسالہ شیعہ ضلع سارن نمبر ۸ جلد ۱۴ بابتہ ماہ اگست ۱۹۱۷ء سے حسب ذیل اقتباس کیا جاتا ہے۔

رسالہ شیعہ کی رائے	ذہن وذکا مین اپنے معاصرین سے بہت آگے اور استعداد اور قابلیت مین ممتاز تھے۔ ولایت کے قیام

مین مشہور ہے کہ آپ نے نہایت زہد و تقوے کی زندگی بسر کی۔ اخلاق و عادات کے اعتبار سے نہایت خلیق منکسر مزاج اس درجہ متواضع کہ جو طلبا آپ سے برابر درس لینے کو آیا کرتے تھے انکی تعظیم کو اُٹھ کھڑے ہوا کرتے اور جب وہ جلتے تب بھی کھڑے ہو کر اونھین رخصت کرتے۔ موت کو اکثر یاد کیا کرتے انگریزی فارسی عربی اور اردو مین اچھی اچھی کتابین تصنیف کی ہین۔

تعزیتی خطوط

ملک کے مختلف حصص سے تعزیتی خطوط مولانا مرحوم کے مرنے پر موصول ہوے۔ مرحوم کے بھائی اور دیگر اعزہ کے علاوہ میرے پاس بہت خطوط آے اونمین قابل ذکر مولوی امداد علیصاحب گوٹہ چودھری محمد علی صاحب ردولی۔ دی آنریبل خان بہادر سید عبد الرؤف صاحب بیرسٹر جج ہائیکورٹ الہ آباد۔ مسٹر محمد اسحٰق صاحب بیرسٹر الہ آباد۔ جناب شمس العلما نواب مولوی سید امداد امام صاحب۔ جناب عماد الملک سید حسین صاحب بلگرامی اور سر جان ہیوٹ صاحب سابق لفٹنٹ گورنر صوبہ متحدہ کے خطوط ہین۔ بالخصوص آخر الذکر دو خطون کا اقتباس ضروری معلوم ہوتا ہے۔

سر جان ہیوٹ صاحب سابق لفٹنٹ گورنر کی راے

سر جان ہیوٹ صاحب اپنے خط مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۱۷ء مین ۸ کمبرلینڈ پلیس برسٹن اسکوائر انگلستان سے انگریزی مین تحریر فرماتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہے کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ مولانا سید کرامت حسین صاحب مرحوم کی ناوقت وفات نے آپ کے دل کو کسقدر تہ و بالا کر دیا ہوگا۔ مرحوم ایسی ذات تھے جنکی بڑی وقعت میرے دل مین تھی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ مینے ہی ہائیکورٹ کی ججی کے لیے انکی سفارش کی تھی۔ جیسا کہ آپ لکھتے ہین واقعا وہ ایک غیر معمولی شخص تھے اور انکے کمالات کی کوئی حد نہین تھی اور وہ بیشمار

ف بوجہ شدت علالت مسٹر ہیس لاٹوش سابق لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ کا خط تعزیت جون ۱۹۱۸ء مین آیا جسمین کمال افسوس اور رنج ظاہر

صفات سے متصف تھے۔

عماد الملک کی رائے

جناب نواب عماد الملک سید حسین صاحب بلگرامی حیدرآباد دکن سے اپنے صحیفۂ گرامی مورخہ ۲۲ اپریل سنہ ۱۹۱۷ء مین تحریر فرماتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہے کہ آپکو مجھ سے پہلے یہ اندوہناک خبر معلوم ہوئی ہوگی کہ ہمارے دوست سید کرامت حسین صاحب کا انتقال ہوگیا معلوم ہوتا ہے کہ دفعتاً ضغطہ قلب کیوجہ سے فوت ہوگئے۔ ہملوگ اپنے وقت کے ایک ایسے عظیم المرتبت زبان عربی کے عالم سے محروم ہوگئے جو مشرقی علوم کے ساتھ مغربی علوم کے ماہر تھے۔

تعزیتی رزولیوشن اور تقریرین

نہ صرف شیعہ کانفرنس اور ایجوکیشنل کانفرنس بلکہ مختلف انجمنوں اور سوسائیٹیون نے مولانا مرحوم کے تعزیت کے رزولیوشن پاس کیے۔ ہر ایک کا ذکر اور رزولیوشن کی نقل یہان درج کرنا خالی از طوالت نہین۔ یونیورسٹی کے جلسون مین اور دیگر مختلف علمی مجالس مین جس حسرتناک طور پر مرحوم کی یاد کیگئی انمین سے خاص وہ تقریر ذیل مین درج کیجاتی ہے جو ہز آنر سر جمیس مسٹن صاحب بہادر لفٹننٹ گورنر صوبہ متحدہ اگرہ واودہ نے بحیثیت چینسلر اور صدر نشین جلسہ عطاے تمغہ واسناد (کنوکیشن) مین اپنی زبان سے فرمائی اور جسکی نقل اخبار لیڈر الہ آباد سے اقتباس کرکے بصورت ترجمہ ذیل مین درج کیجاتی ہے۔

سر جمیس مسٹن کی رائے

عدالت العالیہ ہائیکورٹ اور یونیورسٹی کے خدمات مین مسٹر ابرٹ ایمین صاحب سابق جج ہائیکورٹ کے ایک رفیق جو اسسے تھوڑا ہی پیشتر جان بحق تسلیم ہوئے مولوی سید کرامت حسین صاحب مرحوم تھے ہملوگون کے دلون مین انکی عزت بھی تھی اور محبت

بھی۔ یہ اپنے زبردست تقدس اور انکساری کے پیرایہ مین اپنے بحر علمی کیوجہ سے جو عالم کا اصلی لباس ہے ہم لوگون کی نگاہون مین بیحد عزیز تھے۔ اس سے بہتر کوئی طرز عمل نہین جس طریقہ سے آخر حصّہ عمر مین تمام تمناؤن کو بالاے طاق کرکے توسیع تعلیم نسوان کے لیے چھوٹے چھوٹے بچون کی تعلیم کے صحیح صحیح مقصد مین پوری سرگرمی سے وہ منہمک ہوگئے تھے۔

تعزیتی نظمین جناب مولانا مرحوم کی وفات پر ملک کے مختلف مضمون نگارون اور شعرا نے مضامین اور نظمین اور قطعات تاریخ لکھے انمین سے جو تاریخین ملین وہ حسب ذیل ہین مولانا کی تعزیتی نظمون مین حضرت صفی و عزیز کی نظمین خاص نقطہ نظر سے دیکھنے کے قابل ہین۔ جسکے اشعار نے مولانا کی سیرت پر روشنی ڈالی ہے

از نتیجہ فکر جناب مولوی مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی

اے دل دکھا کرامت آہ رسا ہمین — کردیگی خاک قوت صبر آزما ہمین
یہ آسمان فتنہ پرست وجفا شعار — برباد کرکے دیکھیے کرتا ہے کیا ہمین
مایوسیونکا ساتھ کوئی دیگا تا بکے — اب مانگنا پڑی ہے خدا سے دعا ہمین
گردش مین ہے زمانہ غدار کا کرہ — دیکھین دکھائیگا ابھی کیا کیا خدا ہمین
ناکامیون پہ ضبط کیا حد ضبط تک — اب دیکھنا یہ ہے کہ ملے کیا صلا ہمین

جاتی ہے بخت تیرہ کی یہ ات یا نہین
ہوتی بھی ہے تلافی مافات یا نہین

جو خاک ہوگئے وہ سنورنیکے اب نہین — جو نقش مٹ گئے وہ ابھرنیکے اب نہین
وہ زندگی ملی ہے انھین جو ہے دائمی — جو لوگ مرگئے ہین وہ مرنیکے اب نہین
کوئی ہزار اُن سے کرے گفتگو مگر — باتین کسی سے بزم مین کرنیکے اب نہین

مر مر کے کاٹتے ہیں جو ہر روز زندگی — وہ نامراد موت سے ڈرینگے اب نہیں

ڈرنا ہے کیا قضائے الٰہی وہ چیز ہے
جو اہل دل کو دل سے زیادہ عزیز ہے

وہ سب کہاں ہیں جنکے لیے دل اُداس ہے — ابتک زبان ناطقہ محو سپاس ہے
حب حیات راس خطیات سے ہے اگر — پھر تو ہمیں جہان سے گذرنا ہی راس ہے
ہر دم سفر میں ہیں حرکت سے زمین کی — ہمکو حضر میں بھی تو اقامت سے یاس ہے
لاکھوں حوادثات اور ہزاروں مصیبتیں — اللہ کس قدر یہ مقام ہراس ہے
ناکامی خیال ہے تقلید اعتبار — دنیا طلسم خانہ وہم و قیاس ہے

نقش و نگار عالم امکان ندیدنی ست
این گفتگوے ساختہ حرف شنیدنی ست

دل کو فریب خاک کی تعمیر نے دیا — دھوکا سراب وادی تصویر نے دیا
تاچند امتحان مظالم پہ ہو سکوت — آخر جواب نالۂ شبگیر نے دیا
راضی نہ تھا دل اس غم جانکاہ کے لیے — قہراً یہ داغ گردش تقدیر نے دیا
اے آرزوئے زیست شکایت تجھی سے ہے — رنج گران یہ موت کی تاخیر نے دیا
آنکھیں کھلیں چھٹے جو تعین کی قید سے — یہ ہوش ہمکو خواب کی تعبیر نے دیا

محرم بن اپنے پیکر خاکی کو خاک کر
دامان زیست لوث ہیولا سے پاک کر

جب لذت حیات نہو پھر حیات کیا — چھٹکے نہوں فلک پہ ستارے تو رات کیا
ہر اک سخن ہو فلسفہ آموز زندگی — جس بات میں اثر نہو کوئی وہ بات کیا
ناخن وہ کیا کہ جس سے نہ دل کی گرہ کھلے — عقدہ کشائے خلق نہوں جو وہ ہات کیا
وہ چشمہ کیا کہ جس سے نہ سیراب ہو سکیں — جس سے بجھے نہ پیاس کسیکی وہ ذات کیا

وہ خلق کیلئے ہے ذکر نہو جسکا بعد مرگ رہوئین نہ یاد کرے جسے وہ صفات کیا

تھے ایسے کچھ نفوس ہمین جن پہ ناز تھا
دل جنکا مثل شمع کے وقف گداز تھا

اُنکی نظیر کب ہے کسیکے خیال مین خود اونکو پیش کیجیے اُنکی مثال مین
اک اُن مین ذات پاک کرامت حسین تھی نعمت تھی جو زمانہ قحط الرجال مین
عالی صفات موسوی الاصل پاک ذات فرد فرید زمرۂ اہل کمال مین
طبع زمانہ گو متلون رہی ہزار پختہ رہا ہمیشہ وہ اپنے خیال مین
ذات اسکی تھی نمونۂ اسلاف مستند ماضی کا آئینہ نظر آتا تھا حال مین

مستقبل اب وہ شان دکھاتا نہین ہمین
خواب نشاط بھی نظر آتا نہین ہمین

ہم مین جو تھی نہ آج وہ نعمت زمین مین پنہان ہے اک خزانہ حکمت زمین مین
سرمایۂ عروج ترا خاک مین ملا اے قوم دفن ہے تری عزت زمین مین
فقہ اللسان[1] ہے جسکے تبحر کی ایک موج صد حیف ہے وہ بحر فصاحت زمین مین
وہ قلب مضمحل وہ دماغ فلک مسیر اب حشر تک رہیگا امانت زمین مین
مرنے پہ بھی گیا نہ خیال فروتنی خشت لحد ہے بالش راحت زمین مین

جب فرش خاک پر وہ گرانمایہ سوگیا
ذرون مین جذب مادۂ علم ہوگیا

افراد کاسبہ[2] مین ہے جذب دلی نہان علم وعمل[3] رسالۂ اخلاق سے عیان

[1] فقہ اللسان مولانا کی ایک زبردست تصنیف ہے۔

[2] افراد کاسبہ مولانا کا ایک رسالہ ہے۔

[3] علم الاخلاق ایک مشہور تصنیف ہے۔

تلمیذ خاص حضرت حامد حسین[1] کا ۔۔۔ اک یادگار صحبت علامۂ زمان
اک عمر تک رہا جو شریک مصنفات ۔۔۔ ملتے تھے اس سے نقش کف پا رفتگان
جسٹس تھا گو۔ مزاج فقیرانہ تھا مگر ۔۔۔ کیا اُسکے حسن خلق کی دُہراؤن داستان
جو فیصلے کہ اُسنے کیے ہائیکورٹ مین ۔۔۔ بیشک نظیر اوسکی نہ لائے گا آسمان

قانون کو تھا ناز کہ اُسکا دماغ ہون
ایوان بزم عدل کا روشن چراغ ہون

ابنائے دہر کہتے کو جو کچھ کہین مگر ۔۔۔ اب ایسے باکمال نہین آئینگے نظر
مشرق کے مدرسہ کا عدیم المثال ادیب ۔۔۔ مغرب کی درسگاہ کا اک خیر معتبر
اخلاق مین طریقۂ حسن خلق فلاسفہ ۔۔۔ عادات مین نمونۂ اسلاف باخبر
بزم جہان مین جو حکما کا شعار تھا ۔۔۔ اُس سادگی خاص سے کی زندگی بسر
پہونچے سنین عمر جو دنیا کے ہم عدد[2] ۔۔۔ ترک اُسکو کر کے جانب جنت کیا سفر

ہم دل شکستہ جسکو سمجھتے ہین اب مزار
دل پر زمین ہند کے ہے داغ یادگار

اس عہد کا مصنف نامی خجستہ فال ۔۔۔ جسکے مصنفات سے آرائش کمال
اصحاب صحبت اسکے جدا ہونے سے ہین تنگدل ۔۔۔ حامد[3] کے دل سے پوچھیے اندازۂ ملال
اک شمع صبحگاہ تھی خاموش زندگی ۔۔۔ دائم پسند اسکو رہا کنج اعتزال
دنیا کہان رہی حرکت دل کی جب رُکی ۔۔۔ باقی کہان رہا وہ عناصر کا اعتدال
کبتک عزیز مرثیۂ دلخراش بس ۔۔۔ تاریخ سال فوت پر اب ختم کر مقال

نے آب لوح نام کرامت حسین ہے
فردوس اب مقام کرامت حسین ہے
۱۳۲۵ھ

[1] رئیس المتکلمین مولینا سید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہٗ جو مرحوم کے عم بزرگوار تھے۔

[2] مولانا کا انتقال ۶۵ برس کی عمر مین ہوا اور دنیا کے اعداد بھی ۶۵ ہین۔

[3] حامد الاحسان بیرسٹرایٹ لا لکھنو مولف کتاب ہذا۔

نتیجۂ فکر جناب مولوی کاظم حسین صاحب قبلہ مدظلہ العالی

قطعہ

علامۂ یگانہ و فخر زمانہ مرد | خیر مجسم و بری از شر و شین بود
از مدح ماند عاجز و کاظم نوشت سال | باہمت بلند کرامت حسین بود
۱۳۳۵ھ

دیگر

نماند آنکہ نظیرش درین زمانہ نباشد | بعلم و حلم و سخا و بحسن و خلق و مروت
بیاب عیسوی و ہجری سنین وفاتش | (از) انتقال کرامت حسین صاحب ہمت
از انتقال بو مبدء سنین مسیحی | برائے ہجری کن ابتدا از لفظ کرامت

باب دہم

خصوصیات

اس باب مین مولانا سید کرامت حسین صاحب کے خصوصیات کا مختصراً ذکر کرتا ہون تاکہ نظر ڈالتے ہی ناظرین کو ایک جگہ پر تمام خصوصیات مولانا کے جو مولف کو معلوم ہین مل جائین مولانا کے علم وکمال کا ذکر کسیقدر تفصیل سے آچکا ہے اوسکے خلاصہ کرنے سے اوسکی دلچسپی مین کمی واقع ہوگی۔ لہذا اوس سے قطع نظر کرکے مولانا کی تقریر وتحریر کے متعلق چند لفظ لکھتا ہون۔

تقریر وتحریر مولانا کی تقریر نہایت صاف ہوتی تھی الفاظ مختصر اور معنی خیز عبارت مین کہین جھول یا گنجلک نہین ادق سے ادق مضامین کو اس صفائی سے بیان فرماتے تھے کہ سامع کو سمجھنے مین کوئی دقت نہین ہوتی تھی۔ تمثیلون اور تلمیحون سے اپنی تقریر کو زینت دیتے جاتے تھے جس سے سامعین مین خاص دلچسپی پیدا ہوجاتی تھی اور بعض موقعون پر انکی لطیف وظرافت آمیز فقرون پر بے اختیار ہنسی آجاتی تھی مولانا اک عجب لہجہ مین فرماتے تھے "کو آپ ہنستے ہین"

مولانا کی تحریر بھی نہایت معنی خیز ہوتی تھی باوجود اختصار الفاظ مطالب مین کمی نہ ہونا لائق مدح ہے اور اکثر موقعون پر قابل وجد ہی الفاظ کو اپنے حقیقی معنون مین استعمال کرتی تھی جنکی جگہہ اور لفظ رکھنا محال نہین تو دشوار تو ضرور تھا مثلاً دیانتہ فی المعاملہ تین مختصر لفظ ہین مگر معنے پر لحاظ کرو تو کسقدر وسیع ہین جو معاملہ ایک شخص سے دوسرا شخص کرے اور اسکو راستبازی سے پورا پورا ٹھیک ٹھیک کرے تو اوسکو دیانتہ فی المعاملہ کہین گے۔ برخلاف اسکے اگر کوئی شخص معاملہ پورا پورا نہ کرے یا اچھی طرح نہ کرے یا ادھورا چھوڑ دے یا وقت پر نہ کرے تو خیانتہ فی المعاملہ ہو گی۔

تقریر و تحریر مین تسلسل واقعات اور مناسبت الفاظ ایسے جوہر ہین جو ایک مقرر اور منشی کے لیے لازم ہین یہ دونو جناب مولانا مین کماحقہ موجود تھے۔

مولانا نے انگریزی الفاظ کے لیے بعض الفاظ وضع (دیکھو صفحہ ۲۴۹) اور بہت سے مہیا فرمائے مثلاً ماحول۔ حرکت انقباضی۔ حرکت انبساطی۔ فرقہ کاسبہ و غاذیہ عضو عامل للغرض المشترک وغیرہ۔ مولانا سے لوگ پوچھنے آتے تھے یا بذریعہ تحریر دریافت کرتے تھے کہ فلان انگریزی لفظ کا ترجمہ کیا ہو گا۔ مولانا یا تو کوئی لفظ ترجمہ کرکے بتادیتے تھے یا کوئی لفظ ایجاد فرما دیتے تھے اور سب اسکو تسلیم کر لیتے تھے۔ زبان اردو پر مولانا کا یہ بڑا احسان ہے۔

عقل وغیرہ

مولانا کی عقل صائب تھی۔ راے نہایت صحیح اور بہت جلد قائم کرتے تھے انکا فہم ذکی انکا حافظہ نہایت زبردست اونکا ذہن رسا انکا مذاق سلیم۔ انکی قوت فیصلہ قوی۔ انکا تصور دوربین تھا وہ قیافہ سے اچھے برے آدمی کو پرکھ لیتے تھے اور اکثر ٹھیک پرکھ لیتے تھے۔

لڑکیون کی تعلیم پر فدا تھے جسقدر وقت کسب معاش سے بچا اور اپنا کل سرمایہ

اوسکے لیے وقف کر دیا اونمین یہ خیال راسخ تھا کہ قوم کی ترقی بغیر تعلیم نسوان کے غیر ممکن ہے۔

بذلہ سنجی

مولانا بذلہ سنج طبیعت رکھتے تھے روزمرہ کے گفتگو کے فقرے ایک جگہ جمع کیے جائین تو صدہا فقرے ایسے دلچسپ ملین گے جنمین تشبیہ اور استعارے اور سادہ سادہ ترکیب مین عالمانہ بذلہ سنجی کا اظہار ہو جاتا تھا یہ ایک معمولی فقرہ ہے مگر غور سے دیکھو تو کسقدر پر معانی مسلمانون کی حالت ایسی ہے کہ جیسے مردہ سڑا ہوا گھوڑا جہان اونگلی رکھو دھنسی جاتی ہے یا آدمی کی حالت ایسی ہے کہ بہت سی باتون مین اپنے مطلب کی بات پسند کر لیتا ہے جیسے کسی مرغ کے سامنے۔ موتی۔ فیروزہ۔ زبرجد۔ لعل۔ دال گیہون چنے۔ ڈالدو تو وہ دال گیہون چنے چن لیگا۔

سیرت

جن لوگون کو مولانا سے اور اونکے اخلاق و عادات و سیرت پر نظر کرنیکا موقع ملا ہے وہ اسکا بخوبی اندازہ کر سکتے ہین کہ مولانا کے ترجمہ مین یہ حصہ کسقدر اہمیت کا پہلو لیے ہے۔ اُنکے ہر قدر شناس خصوصًا مولف کیلیے جسکو انکی سیرت پر برسون ایک خاص اثر کے ساتھ غور کرنے کا موقع ملا ہے انکی سیرت کو لفظون مین ادا کرنا نہ صرف دشوار بلکہ اکثر موقعون پر قریب ناممکن سا ہے۔ خاصکر ایسی صورت مین کہ انکی اعلی سیرت کا جز کچھ ایسی باتین بھی ہین جنکے مخفی رکھنے کا مولانا کو التزام خیال رہا اور اسکے جاننے والے یا تو کمیاب ہین یا معدوم اور بعض ایسے بھی صفتین ہین جنکے عملی مثالون کا باوجود علم ہونے کے بھی ظاہر کرنا مصلحت کے خلاف ہے اسلیے کہ دوسرون کا راز افشا ہوتا ہے

مزاج

مولانا کے مزاج مین انتہا درجہ کی سادگی اور فروتنی تھی وہ ہر شخص سے سلام مین خود سبقت کرتے تھے چاہے کسی طبقہ کا آدمی ہو کسی

پہلے سلام کرنے کا موقع کم دیتے تھے۔

مساوات ہر شخص سے ملاقات اور صاحب سلامت اور گفتگو مین اعتدال کو ملحوظ رکھنا مولانا کی زندگی کا ایک ادنی معمول تھا۔ جس طرح ایک رئیس یا امیر سے معانقہ کرتے اور اوسکی تعظیم کے لیے اٹھتے اوسی طرح ایک غریب آدمی کے لیے بھی حتے کہ وہ طالبعلم بھی جو مولانا سے پڑھنے آتے تھے اونسے بھی اوسی طور پر معانقہ کرتے اور تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے اسکا قلبی اثر اس پایہ پر تھا کہ مولانا اعلےٰ سے اعلےٰ اور ادنے سے ادنے چیز سے یکسان خوش رہتے تھے۔ وہ بادشاہ کے محل مین اور ایک فقیر کے جھونپڑے مین ایک طرح آرام سے بسر کر سکتے تھے نہ وہان کے تکلفات اونکو خوش کر سکتے تھے نہ یہان کی بے مائگی و بے سروسامانی اُنکو رنجیدہ کر سکتی تھی بلکہ تکلفات کو ناپسند کرتے تھے اور سادہ زندگی پر والۂ و شیدا تھے۔

بے تعصبی مولانا مین مطلق تعصب نہ تھا ہر شخص کے معاملہ کو خواہ وہ عیسائی ہو۔ ہندو ہو۔ یہودی ہو۔ کسی مذہب و ملت کا ہو وہ انصاف کی نظر سے دیکھتے تھے اور سب کو نیک رائے دیتے تھے ایسے بے تعصب اور بھی خواہ ملک مینے کم دیکھے ہین۔

خوش اخلاقی شگفتہ روی اور خوش اخلاقی کا یہ عالم تھا کہ سخت سے سخت بات سنکر ہنس کے ٹال دیتے تھے مگر ایسے مہذب عنوان سے ایسی ہر بات کا جواب بھی دیدیتے تھے کہ بات کہنے والا نہ صرف لاجواب ہو جاتا بلکہ سخت پشیمان ہوتا تھا کہ کیون ایسا کہا۔ ہر شخص سے نہایت خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ مولانا خوش مزاج اور شگفتہ طبیعت رکھتے تھے مزاج مین عالمانہ مزاح۔ باتون مین خوش اخلاقی اور خوش مذاقی کی چاشنی سے ایک خاص

دلاویزی - خود بھی ہنستے اور دوسرون کو بھی باتون مین ہنساتے رہتے تھے انکی صحبت مین سبکو لطف آتا تھا - جب کوئی اُن کی باتون مین دلچسپی لیکر ہنستا تو اُس پیار سے فرماتے تھے کہ لو آپ تو ہنستے ہین اُن کی صحبت مین بڈھون - جوانون اور لڑکون کو یکسان لطف آتا تھا - اُن کے مزاج اور خوش طبعی کا فوٹو بجنسہ وہی ہے جو خواجہ حیدر علی آتش نے اپنے اس شعر مین کھینچا ہے ؎

بہار عالم نیرنگ رکھتا ہے مزاج اپنا
جوانون مین جوان بڈھون مین بڈھا لڑکون مین لڑکا

نازک مزاجی

مولانا اگر بگڑ جاتے تھے تو پھر منتے نہ تھے - مین اس عادت سے بخوبی واقف تھا اسلیے مین ہر وقت خیال رکھتا تھا کہ کوئی بات ایسی مجھ سے سرزد نہو جو مولانا کو ناگوار یا ناپسندیدہ ہو - اور یہی وجہ تھی کہ مجھ سے اور اُن سے ایسی دوستی نبھی کہ ضرب المثل ہو گئی -

بے تکلفی

مولانا کے مزاج کا خاصہ تھا کہ ہر شخص سے نہایت بے تکلفانہ اور بلا کسی تصنع کے بات چیت کرتے تھے مگر اسی کے ساتھ کسیکو یہ جرات نہ ہوتی تھی کہ اونکا ادب و لحاظ نہ کرے مین مولانا سے ہر قسم کی باتین کیا کرتا تھا اور بہت بے تکلف اور گستاخ انکی خدمت مین تھا کسی قسم کا پردہ نہ تھا لیکن اُن کے علم و کمال و فضل و زہد و تقوی - سچائی راستبازی وغیرہ کا اسقدر گہرا اثر تھا کہ کوئی بات جو انکے خلاف شان ہو زبان پر کیا معنی دل مین بھی نہ آتی تھی اور یہی کیفیت اونکے تمام ملنے والون کی تھی کہ انکے دل مین مولانا کا وقار جاگزین تھا -

صفائی طبیعت

مولانا کی طبیعت نہایت صاف اور بے کینہ اور بے ریا تھی وہ معاملات کی صفائی کلیے حد التزام رکھتے تھے جو مولانا کی زبان پر ہوتا تھا وہی دل مین - ذرہ بھر فرق نہ ہوتا تھا - غیبت کو بہت برا

جانتے تھے وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ جو بات کسی کے سامنے نہ کہہ سکتے ہو اس کو پس پشت نہ کہو۔ اس صفائی طبیعت سے مختلف رنگ مین مختلف صفتین مولانا مین پیدا ہو گئی تھین۔ مزاج مین صفائی اور نفاست پسندی اسقدر تھی کہ ہر چیز کو صاف اور ستھرا دیکھنا عادتًا مرغوب تھا۔ ایکبار کا واقعہ ہے کہ مولانا میرے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ میرے ملازم (عبدالکریم عرف بدلو) کا لڑکا بقرعیدی جو بہت کم سن ہے آگیا اور کرسی پر میرے برابر بیٹھ گیا۔ مولانا اپنے ہاتھ سے اسکو کھانا نکال کر پلیٹ مین دیتے جاتے تھے اور خوش تھے۔ اسی اثنا مین اسنے مٹر کی پلیٹ مین اپنا میلا کچیلا ہاتھ ڈالدیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ پھر مولانا نے اس پلیٹ سے مٹر نہین لیے اور سب مٹر اسکو دیدیے۔

صاف گوئی

مولانا کی عبارت سلیس ہوتی تھی مولانا نے جو المقدمہ[1] تحریر فرمایا ہے گو وہ سلیس عربی عبارت مین ہے لیکن مضامین ایسے دقیق ہین کہ ہر عربی دان کے لیے آسان نہین کہ اسکے فلسفیانہ اور علمی نکات کو سمجھ سکے۔ ایک دن سرسید احمد خانصاحب نے فرمایا کہ مقدمہ کو سنائیے۔ مولانا نے سنایا۔ جب سرسید کل مقدمہ از الف تا تائے تمت سُن چکے تو فرمایا "تعجب ہے آپ نے ایسا مقدمہ لکھا" جواب مین مولانا نے نہایت صفائی سے بلا لحاظ ظاہرداری فرمایا "تعجب ہے آپ سمجھ گئے"

ایک دن کا ذکر ہے کہ جناب مکرمی سید آل محمد صاحب سابق ڈپٹی کمشنر و بیرسٹرایٹ لا ساکن شاہ گنج آگرہ نے میری موجودگی مین فرمایا کہ یہ جملہ صحیح ہے۔ مولانا نے فرمایا غلط۔ سید صاحب نے جواب دیا انھون نے (میری طرف اشارہ کرکے) لکھا ہے۔ فرمایا کوئی لکھے غلط۔ درحقیقت مولانا نے صحیح فرمایا تھا

[1] المقدمہ۔ فقہ اللسان کا مقدمہ ہے۔ فقہ اللسان تین جلدون مین ہے المقدمہ اوسکی پہلی جلد ہے۔

مینے غلط لکھا تھا۔صاف بلا رو رعایت مولانا نے ارشاد فرما دیا۔مطلق میری دوستی کا خیال نہ فرمایا اور دوستی بھی وہ دوستی جسکی نسبت فرمایا کرتے تھے (اور جو دل مین ہوتا تھا بس وہی زبان پر جاری ہوتا تھا) کہ مال۔جان۔آبرو ناک۔سب حامد پر تصدق ہین الا چند اصول۔انھین واقعون کو پیش نظر رکھ کر مینے انکی سچی۔گہری اور بے انتہا محبت کا فوٹو اس شعر مین یون کھینچا ہے شعر

اگر کھچتا قلم سے میرے نقشہ اسکی الفت کا
اضافہ کارنامو مین مگر دنیا نہ کے ہو جاتا

اخلاقی جرأت

مولانا خوشامد کی لفظ سے بالکل نا آشنا تھے۔وہ اپنی رائے کے برملا اظہار کرنے مین کبھی کسیکا خوف نہ کرتے تھے جلسے ہون یا بڑی بڑی مجلسین جسطرح وہ بچ کی صحبتون مین آزاد تھے اُسی طرح ہر مقام پر اعلان حق اور اپنی رائے کے اظہار مین بیباک رہتے تھے۔اسکی صدہا مثالین پیش نظر ہین بعض اس کتاب مین درج کی گئی ہین اور بعض کا درج کرنا مناسب نہین سمجھا گیا کہ اور ونکی منقصت ہوتی ہے۔

شجاعت

شہسوار اور اعلیٰ نشانہ باز ہونے کے ساتھ مولانا کے خیالات بھی مردانہ تھے۔نرسنگہ گڑھ کے حالات مین ایک چیتے کو قتل کرنیکا واقعہ اسکے قبل مذکور ہو چکا ہے۔

نیک نیتی

مولانا خود نیک نیت تھے اور یہ انکی انتہائے نیک نفسی اور نیک نیتی ہے کہ کوئی آدمی بھی ہو اسکو وہ ایسا ہی خیال کرتے تھے نیک نیتی انکی طبیعت کا ایسا لازمی جز تھا کہ وہ فوراً کسیکو بدنیت ماننے پر تیار ہی نہین ہو سکتے تھے۔وہ نیک نیتی کو ہر انسان کے دل کی شرافت کا ایک خاصہ سمجھتے تھے۔اسیوجہ سے دوسرون پر بھروسہ کر لینے سے انکو اکثر نقصانات اُٹھانے پڑتے تھے۔جیسا کہ اکثر موقع پر اور خاصکر ماسبق باب مین

اوسکی زبردست مثال ملیگی۔

صداقت و راستی

صداقت و راستی مولانا کی طبیعت کا جزو لاینفک تھا۔ جہانتک بچپن سے اسوقت تک کے واقعات سنے گئے اور جسقدر مجھے برسون کی صحبت مین ذاتی تجربہ ہوا۔ مولانا کا صادق اللہجہ ہونا ضرب المثل ہے اور ان کی طرز معاشرت اور انکی زندگی کے مستحکم دستور العمل خود اس بات کے شاہد ہین کہ سوا صداقت اور راستی کے کوئی اور طرز عمل اختیار کرنا انکے لیے ویسا ہی خلاف تھا جیسے آفتاب کا بجاے مشرق کے مغرب سے برآمد ہونا

ایفائے عہد

یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ مولانا صرف اسی بات کا وعدہ کرتے تھے جو وہ کرسکتے تھے۔ اُن کا قول اُن کے عمل سے برابر مطابق رہتا تھا۔ بات کے دھنی تھے وہ کبھی کسی ناقابل عمل بات کا وعدہ کرنے کے نہ تو عادی تھے نہ ایسی بات اُنکے خیال مین آتی تھی جو بات نکرنی ہوتی تھی اوسکو صاف کہدیتے تھے مگر وعدہ کا ایفاء دم کے ساتھ وابستہ تھا سید کرامت حسین صاحب کو پوری فکر رہتی تھی۔ کہ جو کہین وہ کرین اپنے وعدہ کو صدق دل سے وفا کرین اسیکے ساتھ وہ جانتے تھے کہ جو ارادی افعال ایک آدمی اوروں کے لیے کرسکتا ہے اونکا شمار بہت ہی کم ہے۔ اسکا اثر انپر یہ تھا کہ وہ کم گو تھے اور مشکل سے وعدہ کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اگر اقوال و افعال مین مطابقت کا لحاظ ہو تو سوا اسکے چارہ کیا ہے کہ آدمی کم گو ہو ان کے نزدیک تمام ارادی افعال مین وہ افعال سب پر مقدم تھے جنپر زندگی موقوف ہو۔ ایفاے وعدہ کی ہزارہا مثالین ہین۔ اسی ترجمہ کے باب دوم مین ایک زبردست مثال موجود ہے۔

قناعت

مولا مین قناعت کی صفت جس پایہ پر تھی وہ سبق آموز ہے

جو کچھ پاس تھا اسی مین خوش تھے۔ ضروریات زندگی کی مختلف حالتوںمین مختلف عنوان سے اسکا ظہور ہوتا تھا اگر گھر کی سواری نہین ہے تو نہ سہی کرایہ کی گاڑی اور تلنگے پر سوار ہونا معیوب نہ جانتے تھے اور اکثر چھڑی لیکر پیادہ پا چل کھڑے ہوتے تھے مگر کسی احباب کے یہان سے نہ منگواتے تھے دنیا کے سب سے بڑے ہادی اپنے جد کی تابعی مین اُن کو روٹی کے سوکھے ٹکڑے پانی مین بھگو کر کھاتے ہوے مینے خود اپنی آنکھون سے دیکھا ہے انکی خلقت ہی قناعت پسند واقع ہوی تھی اور دولت قناعت کے اس بیش بہا خزانے کے حاصل کرنے کے لیے عالم طفلی ہی سے یہ تیاری کر رہے تھے جیسا کہ بچپن کے تذکرہ مین اسکی مثالین ناظرین کو ملین گی۔ اس ایک صفت نے اور ہزارون خوبیان انمین پیدا کر دی تھین جسکی وجہ سے انکی نظر مین دنیا بالکل ہیچ تھی اور بادشاہون کی سلطنت، اور امرا کی دولت اور امرا کی مطلق پروانہ کرتے تھے۔ جاننے ولے جانتے ہین اور قدر شناسون پر اسکا اثر ہے کہ ائمہ معصومین علیہ السلام کے اس سیرت پر کسطرح عمل کر کے مولانا نے اپنی زندگی مین دکھا دیا۔

زہد و تقدس

ہندوستان سے زیادہ امتحان کی جگہ انگلستان تھا جہان مولانا کئی برس رہے۔ اس سرزمین مین کامل زہد و تقوے اور احتیاط سے مولانا نے بسر کی مولانا کیخدمت مین مین بہت زیادہ گستاخ اور بے تکلف تھا۔ ایک دن مینے پوچھا کہ مولانا سچ بتلایئے کہ آپ نے کیا کیا گناہ کیے ہین فرمانے لگے۔ حامد، مین سچ کہتا ہون کہ کوئی گناہ کبیرہ مینے نہین کیا۔ مینے کہا۔ متعہ تو گناہ نہین ہے۔ لندن مین متعہ نہین کیا۔ کہا "نہین" مینے کہا بڑا گناہ کیا کہ لندن مین متعہ نہین کیا۔ مولانا پھر گ

گئے۔ مولانا کے زمانے اور اس سے ساٹھ یا ستر برس پہلے کے لوگ محض خوف خدا سے گناہون سے بچتے تھے نہ کہ خوف قانون سے جہانتک بحیثیت بشر ہونیکے ممکن تھا گناہون سے پرہیز کرتے تھے۔ خدا کا خوف اسقدر دلمین تھا کہ اسوقت کے انگریزی خوانون کی سمجھ مین نہین آسکتا شاید اس واقعہ سے کچھ سمجھ مین آجائے جناب مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ روز صبح کو بعد نماز صبح کے قرآن شریف و دعاے سحر ابو حمزہ شمالی پڑھا کرتے تھے اور زار وقطار روتے جاتے تھے کبھی دعاے سحر ختم ہی نہین ہوتی تھی حضرت مولانا حامد حسین بیہوش ہو جاتے تھے جب غش سے آنکھ کھلتی تھی تو آفتاب کو نکلا ہوا پاتے تھے پھر تو اوسکے پڑھنے کا وقت باقی نہ رہتا تھا۔ اسقدر خوف خدا اس زمانہ کے لوگون مین تھا اسقدر نہ سہی لیکن بہت سے مقدس لوگ اس زمانہ مین پائے جاتے تھے جو خدا سے ڈرتے تھے اور سچی اور پاک زندگی بسر کرتے تھے مولانا کرامت حسین صاحب نے گناہ کبیرہ سے بچنے کا جو عہد طفلی مین کیا تھا جیسا کہ باب اول مین مذکور ہے اسکو آخر عمر تک نباہ دیا۔

ایمانداری

دیانت داری اور ایمانداری کی صفت کا صحیح مفہوم اور معنی کے ساتھ مولانا پر جیسا اطلاق ہوتا ہے اسکی اور مثال مشکل سے ڈہونڈہنے سے ملیگی۔ قول وفعل اور برتاؤ اور نیت وخیال اور فکر معیشت اور تمام تعلقات سے جن سے انکی زندگی گھری ہوئی تھی۔ ایمانداری کا ثبوت بہم پہونچتا ہے جتنی نوکریان انھون نے کین وہ پوری دیانت داری سے کین تمام بندیلکھنڈ مین انکی دیانت اور سچائی کے سکے جمے ہین باوجود اسکے کہ شرع محمدی مین مسلمہ طور پر ہندوستان مین وہ مستند عالم تھے مگر بیرسٹری کے پیشہ مین انکے فروغ نہ ہونے کا سبب انکی صفائی راستبازی اور ایمانداری تھی۔ وہ اپنی

رائے کی تردید اگر معقول وجوہ سے ہوتی تھی تو اوسکی قدر کرنے مین ایمانداری کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے تھے اور کبھی معاملہ مین ایمانداری پر نفس کو غالب نہین ہونے دیا

عزلت نشینی

عزلت اور گوشہ نشینی مین بسر کرنا مولانا کے لیے بہت دل پسند تھا۔ وہ معمولاً انجمنون اور عام طور پر جلسون اور کانفرنسون وغیرہ مین بہت کم جاتے تھے۔ وہ ایک عملی آدمی تھے شہرت طلبی اور نام و نمود سے نفرت تھی گمنامی اور عزلت نشینی مین کچھ کام کرتے رہنا اونکو لطف دیتا تھا بہت سے مجمع اور صحبتون مین وہ اسوجہ سے بھی نہ جاتے تھے کہ اُنکے نقطۂ نظر سے اصولاً انمین بجاے فائدہ کے نقصان تھا اور جیسا وہ چاہتے تھے اس اصلاح مین اورون کی کچھ مصلحتین مانع تھین۔ اسلیے انکی مصلحت کا مقتضا عزلت نشینی تھا

خلق و ملت

مولانا کثیر الاحباب نہ تھے اونکی رائے تھی کہ ملنے سے بہت سے فرائض اور ذمہ داریان پیدا ہوجاتی ہین اور میرے پاس اتنا وقت۔ دولت و قوت نہین کہ فرائض دوستی کو ادا کرسکون خاص خاص لوگون سے بخلوص تام ملتے تھے اور دوستی کے حقوق ادا کرنے کو جزو شرافت جانتے تھے۔ مولانا دیر آشنا تھے۔ اپنی طرف سے میل جول کرنا پسند نہ تھا اور صرف انھین لوگون کی طرف مائل ہوسکتے تھے جو خُلقاً۔ عقلاً اور خلقاً صحیح ہون اسیوجہ سے اُنکے دوستون کی تعداد بہت کم تھی اور وہ صرف یہ ہین پنڈت پرمانند صاحب قائم گنجی۔ منشی روشن لال صاحب۔ پنڈت جوالا دت صاحب جوشی ساکن الموڑہ مولوی محمد کاظم حسین صاحب متوطن بھپوند۔ راقم الحروف۔ محمد اسحاق خانصاحب بیرسٹر ایٹ لا الہ آباد۔ سید عبد الرؤف صاحب بیرسٹر ساکن محمد آباد۔ سر رابرٹ جیمس ایکمین صاحب سابق ہائیکورٹ جج الہ آباد۔ سید آل محمد صاحب سابق ڈپٹی کمشنر و بیرسٹر ایٹ لا ساکن شاہ گنج آگرہ۔

لہ [illegible] کلکٹر ضلع ... ضلع آگرہ۔
عہ جواب ہائیکورٹ الہ آباد کے قائم مقام جج ہین سہ مولانا نے یہ نام خود اپنے ہاتھ سے لکھے ہین اور اسی ترتیب سے۔

ملاقات احباب نعمت الٰہی

عام لوگون کی صحبت سے اونکو نفرت تھی لیکن خاص اور خالص دوستون کی صحبت کو نعمت الٰہی جانتے تھے دوستی صرف اوس سے کر سکتے تھے جو جسماً و اخلاقاً و عقلاً صحیح ہو اور جسمین کچھ کمال ہو۔ مسٹر جسٹس سید محمود مرحوم نے ایکبار اونسے پوچھا کہ تم زندگی کیونکر بسر کرنا پسند کرتے ہو جواب دیا کہ ضروریات زیست سے جو وقت بچے اوسکے تین حصے کرون ایک حصہ کسب معاش مین صرف کرون دوسرا بندگان الٰہی کی نفع رسانی مین تیسرا دوستان خالص کی صحبت مین۔ چنانچہ مولانا کا شام کا وقت انکے دوستونمین صرف ہوتا تھا۔ الہ آباد مین مکرمی جناب سید عبد الروف صاحب بیرسٹر ایٹ لا جواب قائم مقام جج ہائیکورٹ ہین اور مشفقی مسٹر محمد اسحاق خانصاحب بیرسٹر ایٹ لا آجاتے تھے اور کبھی کبھی مشفقی ابن احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لا الہ آباد رئیس بداون۔ اور لکھنؤ مین مکرمی جناب سید آل محمد صاحب بہادر سی ایس۔ سابق ڈپٹی کمشنر و بیرسٹر ایٹ لا۔ اور مین اکثر جناب نواب شاہ زمان مرزا صاحب عرف نواب الھن صاحب۔ جناب نواب سجاد علی خانصاحب عرف اچھن صاحب رئیس بنجاری ٹولہ اور کبھی کبھی جناب نواب شاہ عالم مرزا صاحب عرف اچھے نواب صاحب، جناب سید احمد حسین عرف ننھو صاحب شفیق حکیم علی محمد صاحب۔ جناب نواب سید عسکری مرزا صاحب بہادر بلیغ لکھنوی جناب مولانا سید علی نقی صاحب صفی لکھنوی۔ جناب سید علی محسن خانصاحب ابر جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز۔ جناب نواب ہمایون مرزا عرف نواب چھبن صاحب تشریف لاتے تھے۔ مولانا کے مسرت کی حد نہ تھی جب اونکے دیرینہ دوست جناب مولوی کاظم حسین صاحب قبلہ مدظلہ ۱۹۰۶ء مین بمقام الہ آباد اون سے ملنے آئے تھے۔ اتفاق سے مین بھی اس زمانہ مین الہ آباد گیا تھا

پھر گیا تھا۔ ہر شب شب برات تھی ہر روز روز عید۔ مولانا اوس زندگی کو جسکا کوئی اصلی مقصد یا منشاء نہ ہو پسند نفرماتے تھے جب کسی ایسے لائق شخص کا ذکر سُنتے تھے یا خود ذکر کرتے تھے کہ جسنے کوئی کام اپنی زندگی مین نہ کیا ہو تو فرماتے "ایسی مثال ہے جیسا اچھا تیز گھوڑا تھان پر سے کھل گیا ادھر دوڑا اودھر دوڑا۔ آخر تھک کر تھان پر آکھڑا ہوا۔ اسقدر دوڑ دھوپ کا نتیجہ کیا ہوا کچھ نہین اسی طرح بے مقصد کی زندگی ہے۔ یہ اسپیچ دی وہ اسپیچ دی۔ یہ تجویز پاس کی وہ تجویز پاس کی۔ اس جلسہ مین شریک اس جلسہ مین شریک۔ سالہا سال اسی طرح گذر گئے زندگی یونہی ختم ہو گئی۔ نتیجہ خاک نہین"۔

اپنی نسبت فرماتے تھے کہ مین نے وہ مشکل کام (تعلیم نسوان) اپنے ذمہ لیا ہے کہ جسمین کامیابی دشوار" اور میری نسبت فرمایا کرتے تھے "گوبری کا جوبن جنگل مین گیا"

تواضع و مہمانداری و خاطرداری

مولانا بہت بڑے متواضع اور مہمان نواز تھے ۱۹۱۵ء مین جو سیلاب آیا اوسکا زور کم ہو جانیکے بعد جب مولانا اپنے بنگلہ مین نوین دسوین روز آنے تو بنگلہ ناقابل قیام تھا دیوارین شق۔ سیلن بے انتہا۔ کہین اطمینان سے بیٹھکر کام کرنے کا ٹھکانا نہ تھا اپنے لیے کھانا بہزار مصیبت و خرابی بُرا بھلا نصیب ہو سکتا تھا۔ اسی اثنا مین کچھ مہمان آگئے۔ جو زحمت تھی ظاہر ہے مگر مولانا نے اپنے دستور العمل کے موافق نہایت خندہ پیشانی سے مہمانی کے فرائض کو پورا کیا۔ مولانا کو تنہا کمرہ مین سونے کی عادت تھی لیکن برخلاف اسکے ان دنون جبکہ بنگلہ تیسرے درجہ کے ویٹنگ روم سے کہین زیادہ ساتھ والون اور مہمانون سے بھرا ہوا تھا بلا تکلف سب مین مل جلکر بسر کرتے تھے اور جو کام ان دنون تصنیف کا کرتے تھے برابر اس حالت مین اوتنا ہی کیا جتنا کہ تنہائی مین جو انکو مرغوب تھی

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ گرمی کے موسم مین مولانا کے ججی ہائیکورٹ کے زمانہ مین
مین الہ آباد گیا۔ موسم گرما مین مین پانی مین کیوڑہ ملا کر پیتا ہون مولانا سے کیوڑہ
کی فرمائش کی فوراً منگوا دیا اسکے بعد سے جب لکھنؤ یا الہ آباد مین انکے یہان
موسم گرما مین گیا کیوڑہ میز پر رکھا ہوا دیکھا بات تو یہ ذرا سی ہے مگر اللہ اللہ ایک
سر ہزار سودا اور پھر اتنا خیال۔

ترک لذّات بعض نئے لوگ جو مولانا کے ساتھ کبھی کھانے مین شریک ہوجاتے
تھے اونکو حیرت ہوتی تھی کہ یہ اُبلے ہوے شلجم یا اس قسم کی اور
اُبلی ہوی ترکاریان مولانا سے کیونکر کھائی جاتی ہین چنانچہ ایک روز جناب مرزا
محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی نے کھانے پر مولانا سے دریافت کیا کہ آپ یہ چیزین
کیونکر ہر روز کھاتے ہین مولانا نے اُسکے جواب مین ہنسکر فرمایا حضرت ذوق کا
تعلق تو صرف زبان تک ہے اسکے بعد زہر و عسل ایک حالت پر ہے پھر این
چیزون کا استعمال کیون نہ کیا جاے جو مفید ثابت ہوی ہین صرف زبان کے
ذائقہ کے لیے زندگی کیون تلخ کرے۔
مولانا کے اس فقرہ کا اونپر اتنا اثر پڑا کہ وہ بھی اُبلے شلجم اور اس قسم کے اشیا
کا استعمال اکثر کرتے ہین اور کھانا کھاتے وقت اکثر انکو مولانا کے وہ الفاظ اب
یاد آجاتے ہین۔

خودداری مولانا مین باوجود انکسار و فروتنی کے خودداری حد درجہ کی تھی
جہان وہ ایک معمولی اور غریب شخص سے ملنے اور بازدید کیلیے
اسکے گھر بے تکلف جاتے تھے وہان اگر کسی کے یہان وہ گئے اور وہ بازدید
کو نہ آیا چاہے کیسا ہی ذی مرتبہ کیون نہو تو پھر وہ اس سے ملنے نہین جاتے
تھے۔ ڈپٹی کمشنر اور کمشنر تک کے ساتھ اُن کا بھی برتاؤ تھا بلکہ ان سے اعلیٰ

افسران کے ساتھ بھی وہ اسی اصول کو ملحوظ رکھتے تھے۔

استقلال مولانا غور و فکر کرکے دل مین جو بات ٹھان لیتے تھے اسپر سختی سے ثابت قدم رہتے تھے وہ اپنے نیک ارادون مین پہاڑ کی طرح پانون جماکر بلا خوف و تردید و مخالفت کام کرتے تھے اور جب تک کسی معقول وجہ سے اونکو اپنے ارادہ کی غلطی کا یقین نہو جاتا تھا جسکا موقع شاذ و نادر ہوتا تھا۔ دنیا کی کوئی طاقت اونکے ارادون مین تزلزل نہین پیدا کر سکتی تھی۔ ایک تعلیم نسوان مین سعی کی مثال اُنکے استقلال کا بین ثبوت ہے ہر طرح کی دشواریان اور مخالفت کا سامنا ایک طرف اور انکا استقلال ایکطرف

صبر و تحمل مولانا کی عزت و تقدس پر بہت کچھ اور عجیب عجیب لفظون مین حملے کیے گئے مگر مولانا نے ہمیشہ صبر سے کام لیا اور حملہ کرنے والے خود پشیمان ہوے کسی کے حلم کے لیے یہ سخت امتحانی وقت ہوتا ہے حقیقتاً باوجود اقتدار اور اختیار کے مولانا نے اکثر موقع پر جیس صبر سے کام لیا وہ قابل یادگار ہے۔ اسکی مثالین اسلیے نہین دی جاتین کہ اب اسکا ذکر کچھ اچھا نہین

عفو مولانا کے مزاج مین درگذر اور عفو بھی حد درجہ تھا۔ زندگی مین ہزارہا ایسے موقع پیش آئے کہ اگر وہ اپنے مخالف سے بدلہ لینا چاہتے تو اسکو سخت سے سخت نقصان پہونچا سکتے تھے مگر اُن کے دل مین کبھی بھولے سے انتقام کا خیال بھی نہ گذرتا تھا۔ اس ترجمہ کے باب دوم مین ایجنسی کے ایک سرشتہ دار کا ذکر ہے جو مولانا کے خلاف کیا کیا کوششین کرتا رہا اور جسکا قصور معاف کر دیا یہ تو ایک ادنی بات تھی اس سے بڑے بڑے وہ واقعات ہین جنکا اشارہ صبر و تحمل کے ضمن مین کیا گیا۔

محنت و ریاضت مولانا حد درجہ کے محنتی تھے اور سخت سے سخت مشقت کے

عادی تھے۔ ریاست کے مختلف عہدون پر اور ججی کی حالت مین جس طرح محنت و مشقت سے اونھون نے کام کیا۔ وہ انکی زندگی کا ایک کارنامہ ہے آخر عمر تک انکا یہی حال تھا۔ جس کام مین لگ جاتے تھے پھر دنیا ومافیہا کی خبر نہ ہوتی تھی اور جب تک کام ختم نہ کرلیتے تھے خواب وخور حرام ہوجاتا تھا دیکھنے والے گھبرا جاتے تھے مگر وہ کام کرتے کرتے مطلق نہ گھبراتے تھے۔ مولانا کی زندگی مین ہر کام مین کامیابی کا بڑا راز انکی یہی اعلیٰ صفت تھی۔

باقاعدہ اشیاء رکھنے کی عادت

مولانا سید کرامت حسین صاحب کو جیسا انضباط وقت کا پورا خیال تھا ویسا ہی رفتہ رفتہ سب چیزون کو باقاعدہ اور حفاظت سے رکھنے کا بھی پورا لحاظ تھا لندن سے واپس آنے کے بعد اونکی یہ حالت تھی کہ اپنے تعلق کی چیزون مین ہر چیز کی ایک جگہ مقرر تھی وہین رکھی جاتی تھی دوسری جگہ نہین ایکبار انکے ایک انگریز دوست نے اونسے لندن مین کہا تھا کہ چیزون کے اپنے اپنے مقام پر رکھنے سے وقت کی کفایت ہوتی ہے اور حافظہ کو اذیت نہین پہونچتی اس تقریر نے اونپر خاص اثر کیا تھا اور وہ چیزون کے باقاعدہ و باسلیقہ رکھنے کے خوگر ہوگئے تھے بیقاعدہ چیز رکھی ہو تو نہ صرف اونکو ناپسند ہوتا تھا بلکہ قلبی اذیت ہوتی تھی۔

چیزون کو با احتیاط رکھنے کی عادت

چیزون کو احتیاط سے رکھنے کو نہ بخل بلکہ سلیقے کی وجہ سے لازم جانتے تھے آخر عمر تک آگرہ کی دری جو ایک دوست نے انکو ۱۸۷۹ء مین دی تھی اونکے پاس تھی یورپ کے سفر مین اونکے ساتھ تھی اس تمام مدت مین وہ صرف تین بار دھوبی کے یہان گئی ایک صاحب نے مولانا کرامت حسین صاحب

کی غیبت مین اونکی بلا اجازت اوس دری کو تین ماہ تک استعمال کیا اسوجہ سے صرف ایک جگہ رفو کرانے کی ضرورت پڑی ورنہ وہ دری پرانی نہین معلوم ہوتی تھی۔ اور اس رفو کا مولانا سید کرامت حسین صاحب کو بہت قلق تھا

۱۸۹۵ء مین جب مولانا سید کرامت حسین صاحب لندن سے ہندوستان آرہے تھے ریل اٹلی کے ملک سے گذری اور ریلوے اسٹیشن پر ایک میوہ فروش سے شفتالو کاغذ کے لفافہ مین خریدے۔ اوس لفافہ مین ایک چیز رکھ لی تھی جو اوسی طرح احتیاط سے رہی اور وہ لفافہ اسی خصوصیت کی وجہ سے مرتے دم تک اونکے پاس رہا۔

اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنا

مولانا سید کرامت حسین صاحب کو اپنے ہاتھ سے کام کرنے مین کبھی تکلف نہین ہوا یہ نیک عادت اونھون نے اپنے والد مرحوم سے سیکھی تھی آخر وقت تک وہ اپنا بچھونا خود بچھا لیتے تھے۔ خود دلیا اوبال لیتے تھے۔ برتن دھو کر دہی بنا لیتے تھے۔ بنیائن وغیرہ خود صابون یا ریٹھے سے دھو لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہر شخص کو ایسا ہی کرنا چاہیے اس سے تندرستی اچھی رہتی ہے اور کفایت بھی ہے۔

شوق علم

شوق علم ابتک باقی تھا گو طبیعت اسطرف زیادہ مائل تھی کہ عملی فائدہ پہونچانا چاہیے اب بھی وہ فقہ اللسان کی تکمیل کی غرض سے سریانی زبان کا مطالعہ کرتے تھے اور عبرانی کی کتابین پڑھنے کا ارادہ تھا۔

یکرنگی اور وضعداری

مولانا ایک رنگ اور ایک وضع کے شخص تھے۔ وہ اپنے بچپن یا جوانی یا بڑھاپے کے ملنے والون سے یکسان ملتے تھے۔ جب بیرسٹر تھے یا جب جج تھے یا بعد ججی کے وہی ایک

طرز وہی ایک وضع - انکا مزاج ججی کی حالت مین بھی نہین بدلا تھا - جو پہلے تھے وہی جب تھے - خود فرمایا کرتے تھے اگر ذار روس بھی ہو جاؤن اوس وقت بھی مزاج مین فرق نہ آئے جواب ہون وہی ہون اسپر مجکو یہ اپنا شعر یاد آگیا -

چل اک روش پہ بس چمن روزگار مین جو رنگ ہو خزان مین وہی ہو بہار مین

وہ اپنے طالب علمی کے دوست مولوی محمد حسین صاحب سے جو ابھی حیات ہین اسی طرح ملتے تھے اور وہی خاطر و مدارات فرماتے تھے جیسے پہلے جب وہ تشریف لاتے تھے اونکی دعوت فرماتے تھے گھر مین سوا ے بھوسی کی روٹی - اُبالی ہوئی ترکاری کے اور کیا رکھا تھا - وقت ہوتا تو کھانا پکواتے ورنہ بازار سے شیرمال - باقرخانی وغیرہ منگواتے تھے اور بہت محبت سے کھلواتے تھے -

مولانا کی وضعداری اور یکرنگی کی ایک زبردست مثال باب اول مین ملیگی یعنے آپ نے اپنے والد کے ترکہ کا سب روپیہ جو مقدار مین تین ہزار تھا ایک شخص کو دیدیا اور اونکے پاس صرف اتنا ہی تھا اور بہ اصرار لوگون نے کہا کہ واپس لے لو مگر ہمیشہ یہی جواب دیا کہ اب تو دے چکا -

نواب لفٹننٹ گورنر بہادر نے مولانا کو کسی بات مین مشورہ کے لیے لکھنو بلایا اوس زمانہ مین کہ مولانا الہ بادہائی کورٹ کے جج تھے غالبًا سنہ ۱۹۰۹ع تھا مولانا اسٹیشن سے سیدھے گورنمنٹ ہوس تشریف لے گئے - بعد مشورہ کے حضور ممدوح نے انگریزی مین فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یہین قیام فرمائیے ریل الہ باد جانے مین ابھی دیر ہے مولانا نے جواب دیا مین ہمیشہ قیام جامع (راقم الحروف) کے یہان کرتا ہون اونھین کے یہان ٹھہرونگا - چنانچہ گورنمنٹ ہوس سے میری کوٹھی پر جو چینی بازار مین واقع ہے تشریف لائے اور ریل کے

وقت تک وہین ٹھہرے - یکرنگی اور پابندی وضع اسکو کہتے ہین - لیکن اس زمانہ مین اسکو اکثر لوگ بیوقوفی کہتے ہین -

پابندی اصول

مولانا اپنے اصول مقررہ کے بہت سختی سے پابند تھے جو امور مولانا کے اصول مین داخل تھے انسے مولانا کو کوئی قوت نہین ہٹا سکتی تھی اس دائرہ کے باہر جتنی باتین ہین انکا ماننے والا اور بآسانی ماننے والا مین نے نہ دیکھا اور نہ سُنا جو جس دوست نے کہدیا فوراً وہی کیا -

چند سال ہوئے میرے مکان کی مرمت ہو رہی تھی اسباب ادھر ادھر پڑا تھا مولانا لکھنؤ تشریف لانے والے تھے ایک صاحب نے جو لکھنؤ مین رہتے اور مولانا سے مراسم رکھتے تھے مولانا کو لکھا کہ آپ میرے یہان ٹھہرین مولانا نے انکو لکھا کہ حامد کے ساتھ جھونپڑے مین ٹھہرنا بادشاہ کے ساتھ محل مین ٹھہرنے سے کہین بہتر ہے -

پابندی اوقات

مولانا وقت کی پابندی کا اس درجہ خیال کرتے تھے کہ وقت مقررہ سے ایک سکنڈ ادھر ادھر کبھی نہوتا تھا ایک بار لکھنؤ کے ایک جلسہ متعلق جنگ طرابلس الغرب کے مولانا پریسیڈنٹ تھے - نواب رامپور کی آمد تھی مولانا سے کہا گیا کہ کارروائی جلسہ انتظار کرکے نواب صاحب ممدوح کے آنے پر شروع کیجائے - مگر مولانا نے نہ مانا اور پابندی وقت کے خلاف نہ کرنا چاہا اور بالاخر جلسہ کے پریسیڈنٹ نہ ہوسے - مولانا پابندی وقت کی نسبت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص کو چاہیے کہ جس طرح پر ریل کے سفر کرنے مین اپنے کو پابندی وقت کا عادی کرلیا ہے اسی طرح پر اپنے تمام کامون مین پابند وقت کا اپنے کو عادی کرلین -

مولانا نے اپنی تمام عمر مین اپنے کسی عزیز و دوست کی بھی مروت پابندی وقت کے برتنے مین نہین کی -

طلب علم ہی کے عہد سے مولانا سید کرامت حسین صاحب کو ضبط اوقات کا خیال شروع ہو گیا تھا پڑھنے پڑھانے مطالعہ کرنے تصنیف مین مدد دینے کھانے ورزش کرنے نماز پڑھنے سونے وغیرہ سب کا وقت ایک حد تک مقرر تھا اتفاقی ضرورتین کچھ فرق کر دیتی تھین عمر و تجربہ و استقلال و پابندی وقت کی ضرورت جتنا ہی بڑھتی گئی اوتنا ہی پابندی زیادہ ہوتی گئی ریاست باؤنی کے سپرنٹنڈنٹ ہونے کے بعد اوقات پابندی وقت اس حد کو پہونچ گئی تھی کہ گھڑی کا وقت ٹھیک ہو سکتا تھا جتنے لوگون سے مولانا سید کرامت حسین صاحب کو سابقہ ہوا اون سب مین جسٹس سر رابرٹ ایکمن سے بہتر پابند وقت اور پابندی وقت کا قدردان نہین ملا اکثر وہ اجلاس مین ایسے وقت آتے تھے جب گھڑی بج رہی ہو اور فرمایا کرتے تھے کہ مین اس ٹھیک وقت پر آنے کو دل سے پسند کرتا ہون مولانا کرامت حسین صاحب کو بھی اتنا ہی پسند تھا مگر وہ کبھی کہتے نہ تھے۔

ایکبار مسٹر جیمس لاٹوش لڑکیون کا مدرسہ ملاحظہ فرمانے گئے ساڑھے پانچ بجے سہ پہر کا وقت مقرر ہوا جسٹس سر رابرٹ ایکمن بھی ممبر مینجنگ کمیٹی تھے مسٹر جیمس اپنے وقت سے ایک منٹ کے قریب پہلے پہونچے اور بلا انتظار جسٹس سر رابرٹ ایکمن داخل مدرسہ ہوے ٹھیک وقت پر جسٹس سر رابرٹ ایکمن تشریف لائے اور مسٹر جیمس لاٹوش نے معذرت فرمائی کہ معاف فرمائیے مین ذرا وقت سے پہلے آگیا جسٹس موصوف نے فرمایا جی ہان سینتیس ثانیہ پہلے وہ مولانا سید کرامت حسین صاحب کو وقت کی پابندی کی ایسی پختہ عادت ہو گئی تھی کہ جب وہ کسی ایسی مجلس مین مدعو ہوتے تھے تو حالانکہ یقین جانتے تھے کہ وقت پر جانا بیکار ہے لوگ موجود نہون گے تاہم اونکی عادت اونکو بے چین کر دیتی تھی اور اپنے تجربہ کے خلاف بے گئے نہ رہ سکتے تھے۔ الہ آباد مین وہ ایک بار ایک مجلس مین مدعو ہوے

ٹھیک وقت پر پہونچے وہان کوئی موجود نہ تھا پانچ منٹ انتظار کر کے واپس آگئے واپسی کے وقت راہ مین سکرٹری صاحب سے ملاقات ہوی بہت معذرت کی فرمایا تشریف لیچلیے فرمایا اب نہ جاؤنگا اور نہ گئے۔

بارسٹری کے زمانہ مین ایک صدر اعلےٰ صاحب کی ایکبار دعوت کی وہ وقت کے پابند نہ تھے جسوقت اونسے عرض کیا کہ دعوت ہے اوس وقت یہ بھی کہا کہ جو وقت آپ پسند کرین مقرر کردین لیکن اوسکے بعد ایک منٹ کا بھی انتظار نہو گا اور انتظار نہ کیا گو وہ دو منٹ بعد تشریف لائے مولانا سید کرامت حسین صاحب کہا کرتے تھے کہ جب کسی کے یہان چند صاحبون کی دعوت ہو تو جو مہمان دیر کرتا ہے وہ اورون کے ساتھ بڑی گستاخی کرتا ہے۔

بالالتزام کام کرنے کی عادت کام کو بالالتزام کرنیکی مولانا سید کرامت حسین صاحب مین ایسی خداداد قوت تھی جو بہت کم پائی جاتی ہے یہ کہنا بیجا نہو گا کہ اپنی عمر مین اُنھون نے جو کچھ کیا وہ اسی سحر کار قوت کی برکت سے کیا جسمانی ورزش جو ۱۸۶۶ء سے شروع ہو گئی وہ آخر عمر تک نباہ دی بڑھاپے مین مشقت کی ورزش ضرر کرنے کی وجہ سے نہین کر سکتے تھے تاہم چند بار ہاتھ ہلا لیتے تھے ۱۸۸۰ء سے پیادہ چلنا شروع کیا وہ آخر عمر تک جاری رہا ۱۹۱۳ء مین شیخ مانڈہ ضلع کوٹہ مین روزانہ پانچ میل صبح کو چلنا شروع کیا جب معلوم ہوا کہ ضرر کرتا ہے اسوقت کم کردیا۔

تصنیفات حکیم امیر کو پڑھا تو روزانہ تیس سال پڑھا زبانی فیصلون کے لکھانے کی مشق کی تو روزانہ کل ممکن وقت پندرہ ماہ تک اوس مین صرف کیا تعلیم نسوان کی طرف جو ۱۸۸۶ء سے توجہ کی تو مرتے دم تک اوسی مین مصروف رہے مولانا سید کرامت حسین صاحب جس مسئلہ پر راے قائم کرتے تھے بہت ہی

غور اور فکر کے بعد تمام مالہ و ماعلیہ کو سوچ کر قائم کرتے تھے قائم کرنے کے بعد اپنی راے کو بدلنا بہت مشکل ہوتا تھا اگر کوئی کافی دلیل سے ثابت کر دے کہ اونکی راے غلط ہے تو اوسکو بدل دیتے تھے ۱۸۶۶ء سے ۱۸۸۰ء تک تو یہ حالت رہی کہ اونکی راے سے جو شخص اختلاف کرے اوسکو ناپسند کرتے تھے مگر ولایت مین قانون حاصل کرنے اور بڑے بڑے اہل کمال سے ملنے اور اون کے اختلافون کو دیکھنے سے اور خود بھی تجربہ ہونے سے ناپسند کرنا جاتا رہا اپنی راے کی تائید مین دلیلین تو بیان کرتے تھے مگر یقین کرتے تھے کہ مخالف کو اپنی راے پر قائم رہنے کا اتنا ہی حق ہے جو مجکو اپنی راے پر۔

قرض سے نفرت قرض لینے کو برا جانتے تھے اور اونھون نے اپنی عمر یون بسر کی کہ شاذ و نادر حالتون کے سوا قرض نہین لیا۔

کفایت شعاری کی عادت مولانا سید کرامت حسین صاحب نے رفتہ رفتہ کفایت شعاری کو بہت ترقی دی تھی بخل مزاج مین کبھی نہ تھا نہ اسراف لیکن اب تو یہ حالت تھی کہ ایک دانہ گندم کو بھی بیجا صرف کرنا اون کو گران ہوتا تھا اور بجا ہو تو جتنا اون کے امکان مین ہو صرف کرنا اچھا معلوم ہوتا تھا۔

دنیا سے بے تعلقی جناب آیۃ اللہ فردوس مآب سید حامد حسین صاحب قبلہ کی برکت صحبت سے انھون نے اپنے نفس کو ایسا مرتاض کیا تھا کہ اونکے تمام جذبات اونکے ارادے کے مطیع ہو گئے تھے ناواقف لوگ ہرگز نہین جان سکتے تھے کہ اونکو کھانے کی لذت کا ادراک یا خوشبو اور بدبو کی حس یا حسن و قبح کا احساس یا علم و جہل مین فرق یا دیانت و خیانت مین ایسا اختلاف نظر آتا تھا کہ اون اضداد مین سے کسی چیز سے تعلق ہی نہین

بلادت ذہن وعدم احساس مجسم تھے اون خاص لوگون کوبھی جنپر وہ اپنی جان و مال فدا کرنے کو دل سے آمادہ رہتے تھے یہ پتہ نہ ملتا تھا کہ اونکو ہم سے محبت ہے کہ نہین —

سخاوت

داد و دہش و فیاضی کے اکثر واقعات بعض خاص خاص اشخاص کو معلوم ہین اور بیواؤن اور مستحقین کی جسطرح خفیہ وہ امداد کرتے تھے اسکا اظہار میرے خیال مین نامناسب ہے کیونکہ مولانا مرحوم جس طرح خود غیور تھے اسیطرح وہ اسکو برا جانتے تھے کہ کسی کے فیاضی کی شہرت کے بیلے دوسرے کی عزت و غیرت کا پاس اور لحاظ نہ کیا جائے جس طرح انکی اس صفت پر زندگی مین پردہ خاموشی پڑا ہوا تھا اسکو مین اٹھانا نہین چاہتا —

ہمدردی کی عادت

مولانا سید کرامت حسین صاحب ابتدا مین رقیق القلب تھے اور افراد کے ساتھ ہمدردی کرنا علاوہ ثواب کے پسندیدہ تھا کوئی شخص بیمار ہو تو اپنے گھر اٹھا لامین تیمارداری کرین محتاج ہو تو گھر لاکر کھانا کھلامین مہمان رکھین لیکن بتقاضائے بشریت یہ چاہتے تھے کہ وہ شکر گذار ہو جب بہت سی ایسی مثالین پیش آئین کہ بجائے شکر گذاری کے احسان فراموشی ہوئی اُسوقت سوچتے سوچتے مولانا سید کرامت حسین صاحب نے یہ راے ایک مدت کے بعد قائم کی کہ افراد پر احسان کرنے کے بدلے رفاہ عام کے کام کرنا بہتر ہے مثلاً شفاخانہ بنانا مدرسہ جاری کرنا اسمین کام کرنے والے کو شکر گذاری کی تمنا نہین ہوتی اور مستحقون کو فائدہ پہونچنے کا احتمال زیادہ ہوتا ہے خیرات کا مستحق اونکی رائے مین صرف وہی شخص تھا جو اپنے خاندان اور قوم کا رکن مفید تھا مگر ناگہانی اسباب سے اعانت کا حاجتمند ہوگیا اور مالی مدد سے پھر خاندان اور قوم کا سودمند رکن ہوجائیگا۔ وہ اوسی مستحق کی مدد بہت خفیہ طور پر کرتے تھے اور

ایسی ہمدردی کی مثالون کو بہت لوگ جانتے ہین اسکا اظہار خلاف مصلحت ہے

غیر مستحق کی امداد سے پرہیز

ایکبار ایک صاحب جو تندرست تھے اچھا لباس پہنے تھے اپنے کو عرب بیان کرتے تھے مولانا سید کرامت حسین صاحب سے مالی مدد مانگنے آئے دیر تک خیرات دینے کے فضائل اور اپنے کو مستحق ثابت کرنے کے دلائل بیان فرماتے رہے آخر مین مولانا نے کہا کہ مین جناب کو مستحق نہین جانتا اور کچھ نہ دونگا عرب صاحب کو غصہ آیا اور فرمایا وہ خدا تجھ پر اور تیرے باپ پر لعنت کرے تو ایسا کہتا ہے مولانا نے مسکرا کر کہا تشریف لیجائیے۔

دوسرون کی امداد

سنہ ۱۹۱۵ء مین جب دریائے گومتی مین بہیا آئی اسوقت مولانا شاہ نجف کے قریب سید علے اوسط صاحب بیرسٹر کے پھوس کے بنگلہ مین رہتے تھے۔ سید آل محمد صاحب سابق ڈپٹی کمشنر و بیرسٹر بھی اونکے ہمراہ فروکش تھے جب پانی بنگلہ کے قریب آیا مولانا نے مکان خالی کردیا تمام اسباب بھیجدیا اور خود مع سید آل محمد صاحب امپریل ہوٹل مین تشریف لائے دفعۃً سید مصطفےٰ حسین صاحب کا خیال آیا جو اسی بنگلہ کے احاطہ مین معہ اہل و عیال رہتے تھے۔ اسی طوفانی بارش اور سیلاب مین گرلز اسکول جاکر قیام کا بندوبست کرکے واپس آئے اور اون کو وہان بھجوادیا۔ پھر سید علے اوسط صاحب کی کوٹھی مین پانی چڑھا ہوا دیکھکر بہ نفس نفیس خود پاجامہ کے پائنچے چڑھا کے معمولی مزدورونکی طرح انکے یہانسے اسباب نکلوایا جب فراغت پائی اسوقت اپنے اسباب کو گھر سے اسکول پہونچانے کے لیے خدمت گارون کو حکم دے کر خود امپریل ہوٹل تشریف لے گئے۔

ایثار و رفاہ عام و عالی ہمتی

یہ بات ایک دنیا جانتی ہے کہ سب سے بڑی ایثار کی مثال یہ ہے کہ اپنی عمر بھر کی کمائی کئی لاکھ روپیہ مولانا مرحوم نے مسلم گرلس اسکول لکھنؤ کو نذر کر دئے۔ خود فقیرانہ زندگی تکلیف وعسرت سے بسر کرتے رہے۔ اپنا وقت اور اپنی ساری قوت اور ہمت اسی اسکول کی ترقی اور توسیع مین چپکے چپکے لوجہ اللہ آخر دم تک صرف فرمائی خود بے تکلف دوستون کو خدمت خلق کے لیے ترغیب دیتے تھے اور اپنا بنگلہ احباب اور مہمانون کی راحت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ اور اپنے اوپر تکلیف اوٹھا کر دوسرونکو راحت پہونچانے مین ہمیشہ خوش رہتے تھے بعض اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ خشک روٹی کے ٹکڑے خود پانی مین بھگو کر کھاتے تھے اور اسیطرح دن گذار دیتے تھے مگر دوسرونکو کبھی تکلیف نہ دیتے تھے۔

سفارش سے حذر

سفارش کرنا وہ بہت ناپسند کرتے تھے اونکی رائے مین سفارش کرنا اور بھیک مانگنا برابر تھا۔ صرف اُس شخص سے وہ سفارش کرتے تھے جسکی نسبت اونکو بھروسہ ہوتا تھا کہ وہ انکی سفارش کو برغبت پورا کرے گا۔ چند سفارشین جو اونھون نے اپنی عمر مین کین لیکن انکو جب یاد کیا اسوقت متاذی ہوے اور تمنا کی کہ کاش نہ کی ہوتین۔

شکر احسان۔

مولانا اسقدر غیور تھے کہ دوسرے کے احسان سے ہمیشہ بچتے رہے انکی غیرت کا ذکر ایک مقام پر آچکا ہے وہ خاص احباب سے کسی خاص وقت پر اظہار ضرورت فرماتے تھے لیکن شاذ مثلاً روپیہ کی ضرورت ہو تو قرض لیتے تھے اور جس دن کا وعدہ فرماتے تھے اوسی دن ادا کر دیتے تھے۔ ایک دن ایک گھنٹہ بلکہ ایک منٹ کی بھی تاخیر

نہین ہوتی تھی۔

نمود سے نفرت اور اخفاے صفات

مولانا دنیا کی نمود ونمائش کو نظر تحقیر سے دیکھتے تھے لاف وگزاف وظاہر داری کو بیحد ناپسند کرتے تھے اپنے کمالات ومعلومات کا اظہار بھی مطلق نہ فرماتے تھے بلکہ چھپاتے تھے۔ ایک دن کچھ ڈاکٹری کا ذکر آگیا مولانا نے بہت سی ادویہ اور بیماریون کے نام لے ڈالے مین نے پوچھا کہ آپنے ڈاکٹری بھی پڑھی ہے فرمایا "ہان" اسی طرح علم کیمیا کے نسبت دو سال کے بعد تذکرہ ہوا علم کیمیا مین غیر معمولی معلومات دیکھکر مین نے کہا مولانا آپ نے اس علم کو بھی پڑھا ہے فرمایا "ہان" مین نے کہا کہ مولانا جس دن ڈاکٹری کا ذکر تھا اوس دن آپ نے نہ فرمایا کہ کیمیا بھی جانتا ہون۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ بے تکی بات مین نے مزاحًا کہی تھی۔ مولانا ہنس پڑے۔ غرض میری اس سے یہ ہے کہ جسقدر علوم وفنون سے مولانا واقف تھے وہ سب مجھ سے دوست کو بھی معلوم نہین۔ ناظرین کو یہ پڑھکر تعجب ہوگا لیکن یہ واقعہ ہے کہ باوجود اس قدر ملاقات اور دوستی کے سنہ ۱۹۱۶ع کے آخر یعنے مولانا کے انتقال سے چند ماہ قبل تک مجھ سے دوست کو بھی نہ معلوم ہوا کہ مولانا نہایت اچھا سیتے تھے۔ پھوس والے بنگلہ کے ایک کمرے مین بیٹھے ہوے رفو کر رہے تھے کہ مین جا پہونچا۔ مین نے کہا کہ مولانا آج آپکو پکڑ لیا مجھ سے آپ نے آج تک چھپایا کہ آپ درزی بھی ہین مولانا ہنس پڑے۔ یہ کہکر مین نے رفو کو دیکھا۔ نہایت اچھا رفو کیا تھا۔ ان مثالون کے اظہار سے اُس علو نفس کا پتہ چلتا ہے کہ مولانا باوجود ان کمالات کے کسقدر بے نفس تھے اگر اتفاقًا ان کمالات کا علم یون نہ ہوجاتا تو کوئی یہ بھی نہ جانتا کہ وہ یہ جانتے ہین۔

ایک دن ایک مشہور معروف ایرانی جنکی عربیت بھی اچھی تھی مولانا سے ملنے آئے اثنائے گفتگو مین مولانا کو اس امر کی ضرورت واقع ہوئی کہ وہ ایک عربی کتاب سے چند فقرے پڑھین۔ مولانا نے فقرے پڑھے۔ جب پڑھ چکے ایرانی صاحب نے فرمایا۔ آپ بہت صحیح عربی پڑھتے ہین یہ بات ایسی ہی ہے کہ کوئی جان مارنے سے کہے وہ آپ انگریزی صحیح پڑھتے ہین،، مولانا نے کچھ جواب نہ دیا۔ دبی زبان سے بھی یہ کہنا محال تھا۔ "مین عربی جانتا ہون اور عربی لکھتا ہون"۔

اپنی معلومات اور صفات و اعمال کو اخفا کرنے کی یہ حد تھی کہ بجائے گندم نمائی وجو فروشی کے جو نمائی اور گندم فروشی ہو گئی تھی۔ اون کے ایک خاص دوست نے اونسے ایک بار پوچھا کہ مجکو تم سے کیا امید رکھنا چاہیے جس زمانہ مین یہ سوال کیا تھا اوس زمانہ مین مولانا اپنی جان و مال کے پیشکش کرنے کو راحت جانتے تھے مگر جواب یہ دیا کہ اگر میرے پاس میری تمام ضرورتون سے فاضل روپیہ ہو اور آپ نان شبینہ کو محتاج ہون تو آپ مطمئن رہین کہ مین نان شبینہ ضرور دونگا اس حالت کا یہ بھی نتیجہ تھا کہ اپنے اقارب و احباب کے ساتھ اپنے فرائض محض فرضی جانکر ادا کرتے تھے اسمین احساس اور محبت کی بو نہ ہوتی تھی اور احیاناً یہ اخفا اونسے اونکے اقارب و احباب کو بدگمان کر دیتا تھا۔

کسر نفسی باوجود غیر معمولی کمالات اور معلومات کے مولانا کی انکسار کا ثبوت اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ لکھنؤ کے عظیم سیلاب ستمبر ۱۹۱۵ء مین جب مولانا امپریل ہوٹل مین اوٹھ گئے تھے مین اُنسے ملنے گیا تو مولانا نے اپنا لکھا ہوا ایک انگریزی مضمون مجھے دیا کہ اسے تم دیکھ دو۔ مجکو یاد ہے وہ کون مضمون تھا لیکن یہان صرف اسقدر اشارہ کافی ہے۔ کچھ تو طبیعت اچھی نہ تھی پھر مولانا کا لکھا ہوا مضمون۔ سرسری طور پر دیکھکر مین نے واپس کیا۔

مولانا نے دیکھکر فرمایا اچھی طرح نہین دیکھا پھر دیکھا اور خوب غور سے دیکھا نشانات تحریر (کاما۔ سمی کولن۔ کولن۔ فلسٹاپ) تک دیکھکر جیسے مناسب جانا اپنی پسند سے بنا دیا۔ مولانا نہایت خوش ہوئے فرمایا اب دیکھا ہے۔ اس زمانہ مین لوگ کہہ تو دیتے ہین کہ بنظر اصلاح ملاحظہ ہو لیکن اصلاح ناگوار طبع ہوتی ہے اور برا ملنتے ہین مگر مولانا کو دیکھئے کہ باوجود اسقدر کمال کے مجھ ایسے ہیچمدان کو بھی بغرض اصلاح مضمون دکھانے مین انھون نے عار نہ سمجھا حالانکہ انکے علم اور انگریزی ادب کا سکہ بیٹھا ہوا ہے۔ اس مثال سے مجھے اپنی حسن طبیعت دکھانا نہین ہے بلکہ مولانا کے انکسار کا اظہار مقصود ہے جسکا صحیح صحیح احساس میرے دل نے کیا اور اس سے زیادہ موثر اور قابل یقین مثال مجھے انکسار کی نہین ملی اور نہ ملسکتی ہے

خلق محمدی کا نمونہ

مولانا کی سیرت اور اخلاق کا بیان مجملا جسطرح ہو سکا کیا گیا حقیقت یہ ہے کہ مولانا کی زندگی سیرت و اخلاق مین بحیثیت مجموعی اخلاق محمدی کا نمونہ تھی۔ سیرت و اخلاق کے بیان مین جن باتونکو کتابون مین دیکھا سنا اسکو عملی صورت مین مولانا کی زندگی مین اپنی انکھونسے دیکھ لیا اور اس سے مختصر لفظون مین انکے سیرت کا نقشہ کھینچکر نہین دکھا سکتا کہ مولانا خلق محمدی کے تاسی کا سراپا نمونہ بن گئے تھے۔ اور قول اور عمل سے انھون نے دنیا مین اسکا ثبوت دیدیا اور آخر دم تک اسکو نباہ گئے اور دنیا مین ایک یادگار اثر چھوڑ گئے جو انکے یاد کے ساتھ ہمیشہ یاد آئیگا اور دلکو تڑپاتا رہے گا۔

نتیجہ

مولانا کے ترجمہ مین جو کچھ درج ہوا ہے اس سے یہ گمان ہرگز نہو کہ وہ فرشتہ یا معصوم تھے۔ وہ انسان تھے اور منزہ عن الخطا ہرگز نہ تھے جہان انمین خوبیان تھین وہان چند برائیان بھی تھین۔ لیکن اونکا پردہ فاش کرنے سے اونکے ترجمہ پڑھنے والون کو کوئی نفع نہین ہو سکتا۔ محاسن کے بیان سے تو امید ہے

کہ کوئی ہونہار مسلمان مولانا کی تقلید کرے اور قوم کو نافع ہو مگر معائب کے بیان سے کوئی حاصل نہین۔ بڑی ضرورت آدمیون کے عیبون کے جاننے کی یہ ہوتی ہے کہ جو شخص اون سے معاملہ کرنا چاہے وہ اُنکے عیبون سے آگاہ ہو اور اُن آدمیون سے بچتا رہے۔

اب کسیکو مولانا سے معاملہ کرنا نہین ہے اور نہ اسکی ضرورت باقی ہے کہ اون کے عیبون اور برائیون سے آگاہی ہو اسلیے اون کے بیان کرنے سے درگذر کرتا ہون۔

کہ کوئی ہونہار مسلمان مولانا کی تقلید کرے اور قوم کو نافع ہو مگر معائب کے بیان سے کوئی حاصل نہین۔ بڑی ضرورت آدمیون کے عیبون کے جاننے کی یہ ہوتی ہے کہ جو شخص اون سے معاملہ کرنا چاہے وہ اُنکے عیبون سے آگاہ ہو اور اُن آدمیون سے بچتا رہے۔

اب کسیکو مولانا سے معاملہ کرنا نہین ہے اور نہ اسکی ضرورت باقی ہے کہ اون کے عیبون اور برائیون سے آگاہی ہو اسلیے اون کے بیان کرنے سے درگذر کرتا ہون۔

ضمیمہ (۱)

یہ تاریخ جناب مفتی میر محمد عباس صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ نے فرمائی ہے
تاریخ کیا ہے اعجاز ہے۔ اتفاقاً کتاب مین درج ہونے سے رہگئی۔

یافت از حج و زیارت شرف اعجاز حسین ہمچنان داشت دگربارہ تمنا حسین
الفت غیبت کہ در عزم زیارت جان داد بود از بسکہ دلش عاشق جانانہ حسین
داشت امسال سر جائر و رو کرد نجلد رمز بے اُو ہشت ہشتست در آغاز حسین

بقلم آمدہ تاریخ چو آن یکتا رفت
قبر جنت شد و آباد با عجاز حسین

سنہ ۱۲۸۶ھ

ضمیمہ ۲

My dear Hamid

I feel deeply grateful you have done what I was fully convinced you would do

Your lofty ideals can only serve as a guide but can not be realised.

Sincerely yours

S. Karamat Husain

3.7.1911

عکس خط مولانا سید کرامت حسین صاحب

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

عکس خط مولانا سید کرامت حسین صاحب

ضمیمہ

تاریخ مندرجہ ذیل جناب مکرمی نواب سید عسکری مرزا خان بہادر لکھنوی عرف بین صاحب متخلص بہ بلیغ نے فرمائی ہے۔ دیر مین وصول ہوئی۔

دنیا مین سب سے بڑھ کے ہی سید کا مرتبہ — مر کر بھی انکے واسطے ہر طرح چین ہے
لکھ عیسوی مین مصرعہ تاریخ اے بلیغ — جنت کہ خوابگاہ کرامت حسین ہے
۱۹۱۷ء

ضمیمہ

یہ خط بنام مولف ہے۔ بجنسہ درج کیا جاتا ہے۔

از مولتخانہ بجناب سید محمد حسین صاحب قبلہ مدظلہ

محقق ہندی مجتہد العصر

رکاب گنج لکھنؤ

۲۔ اگست ۱۹۱۸ء

حضرت والا سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مین جناب مولانا سید کرامت حسین صاحب مرحوم کو بہت دنون سے جانتا تھا جس زمانہ مین عراق عرب مین تکمیل علوم عربیہ مین مشغول تھا اسیوقت سے مین نے انکا تذکرہ سُنا تھا اور میرے دل مین انسے ملنے کا خیال پیدا ہوا تھا اور جب سے مین اپنے لائق اور مخلص دوست انربیل خواجہ غلام الثقلین صاحب مرحوم بی۔ اے۔ ایل ایل بی سے عراق مین انکی اعلیٰ قابلیت علوم مشرقیہ و مغربیہ کا حال سُنا اسوقت سے مجھے انسے شرف نیاز حاصل کرنے کا خیال بدرجہ اشتیاق پہونچ گیا تھا شعر

أُحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللّٰہَ يَرْزُقُنِي صَلَاحًا

(اچھے آدمیون کو مین دوست رکھتا ہون شاید خدا مجھکو بھی اچھا بنا دے)

یہ اشتیاق میرا موسم بہار کے ایک خوشگوار دن مین پورا ہوا جبکہ مین بعد تکمیل علوم عربیہ ہندوستان واپس آیا اور لکھنؤ قیصر باغ سر راجہ صاحب بہادر آنجہانی محمود آباد کے کوٹھی مین مقیم تھا اور مولانا مرحوم ہارے کو رمنٹ گرلز جج تھے لیکن وہ کسی کام سے لکھنؤ آئے اور سر راجہ صاحب بہادر کی ملاقات کی غرض سے قیصر باغ بھی تشریف لائے۔

اور مین بھی راجہ صاحب کیخدمت مین انکے کمرہ نشست مین گیا اسوقت تک ان مرحوم سے کوئی تعارف نہ تھا ورنہ مین انکو پہچانتا تھا جب مین کمرہ نشست مین پہونچا تو اسوقت علاوہ انحضرات کے جنکو مین پہچانتا تھا مینے ایک دوہرے بدن کے سبز فام صاحب کو کوٹ پتلون اور ایرانی کلاہ پہنے ہوے دیکھا چونکہ وہان تختون کا چوکا تھا وہ منہ راجہ صاحب بہادر کیطرف کئے اور پیر لٹکائے ہوے بیٹھے تھے اور سوائے انکی پس پشت اور کوئی جگہ خالی نہ تھی جہان مین بیٹھتا مینے ان کی پشت کی طرف بیٹھنے کا تہیہ کیا لیکن وہ میری طرف چہرہ پھیر کر فوراً اٹھ کھڑے ہوے اور اپنی پشت کی جانب نہ بیٹھنے پر کمال اصرار کیا اور جب مین انکی طرف بیٹھ گیا تو وہ کھڑے ہو کر بیٹھنا چاہتے تھے لیکن اس جانب انکی پشت میری طرف ہوتی تھی اور دوسری جانب جو وہ بیٹھنا چاہتے تھے تو سر راجہ صاحب بہادر کیطرف پشت ہونے کا یقین انکو بیٹھنے سے مانع ہوتا تھا اسوجہ سے وہ کھڑے رہے لیکن سر راجہ صاحب نے جو مجسم اخلاق ہین یہ دیکھکر فوراً کرسی لانے کا حکم دیا اور جب کرسی آئی تو فرمایا "حضور آپ یہان آرام سے تشریف رکھین"

یہ اخلاقی واقعہ ایسا تھا جس نے میرے دل پر ایسا اثر کیا کہ جسکا اظہار حیطہ تحریر سے فزون اور احاطہ تقریر سے بیرون ہے کیونکہ اس قسم کے لباس کا متلبس فرنگی مآب اور مجھ ایسے شخص کو جو کہ سر سے پیر تک خالص عربی لباس و عادات کا پیکر و صحیح علماء مستشرقین کا نمونہ ہو اسسے اس قسم کے اخلاق سے پیش آوے پھر مستزاد بران کے تعارف بھی نہین - مینے کہا ان ہو الا ملک کریم (یہ کوئی دوسری دنیا کا بزرگ معلوم ہوتا ہے) مین اسی اثر سے متاثر ہو رہا تھا اور یہ حتمی قصد کر لیا تھا کہ اگرچہ مین انسے بالکل نابلد ہون لیکن مین خود بذاتہ تعارف حاصل کرونگا اتنے مین صحبت برخواست ہوئی مینے آہستہ کسی سے پوچھا یہ کون ہین جواب ملا "مولانا سید کرامت حسین جج ہائیکورٹ" پس اس جواب سے خوشی کی وجہ سے بجلی کی سی لہر میری جسم بھر مین دوڑ گئی اور خوشی سے مین پھولا نہ سمایا شعر

لِلّٰہِ الحمد ہر انچیز کہ خاطر میخواست　　　آخر آمد ز پس پردہ تقدیر بدن

اور میں خود انکی طرف بڑھا اور میں نے انسے تعارف پیدا کیا۔ اس واقعہ کے بعد جب وہ لکھنؤ میں آتے تھے تو میں اپنا تقریبًا تمام وقت انکی صحبت میں صرف کرتا تھا اور جب وہ پنشن لیکر لکھنؤ میں مقیم ہوے تو پھر میں جس بنگلہ میں وہ کرایہ پر رہتے تھے رہنے لگا صرف کھانے اور سونے کے وقت قیصر باغ میں ہوتا تھا اور اتنی جدائی میں بھی اُنکو بغیر میرے اور مجھے بغیر انکے آرام نہ تھا۔ اور جب تک میں انکے پاس رہتا تھا ہمیشہ علمی مباحثات اور مکالمات رہا کرتے تھے اور مختلف موضوعات پر گفتگو رہا کرتی تھی کبھی فلسفہ کے عمیق مباحثہ کبھی ادب کی دلچسپ گفتگو کبھی سیاست کے دقیق رموز کی موشگافی رہتی تھی کبھی وہ مجکو المقدمہ کے اجزاء پڑھکر سنایا کرتے تھے جو انکی عربی ادب اور قابلیت کی اعلیٰ مستند کتاب ہے اور کبھی میں بھی انکو اپنا عربی رسالہ فوز العباد فی نقل الموتیٰ عن ارض البلاد جسکو مینے عربی میں عراق میں لکھا تھا سنایا کرتا تھا۔

انھیں ایام میں میں۔ ایم۔ اے۔ او کالج علی گڈھ میں ملازم ہوگیا اور جب میں وہاں گیا تو مولانا کی مفارقت نہایت مولم ہوئی لیکن خطوط ہفتہ میں دو مرتبہ آتے تھے بلکہ اگر ضرورت ہوتی تھی تو اس سے جلدی بھی خط آیا کرتے اور علیگڈہ میں جناب میجر سید حسن صاحب مرحوم۔ ام۔ ڈی۔ ای۔ ام۔ ایس اور ڈاکٹر ضیاء الدین احمد ام۔ اے۔ پی۔ ایچ ڈی (جرمنی) سی۔ آئی۔ اے۔ اور دیگر حضرات کو تعارف کے خطوط دے اور میں علیگڈھ میں بہت عرصہ تک میجر صاحب کا گسٹ ہاؤس میں مہمان رہا میجر صاحب مرحوم سے بھی انکا اکثر تذکرہ رہتا تھا اور میجر صاحب بھی انکی اعلیٰ قابلیت کی داد دیا کرتے تھے اور جب میں ۱۹۱۰ء میں حسب الطلب جناب نواب عماد الملک بہادر منصوری اور پھر وہاں سے حیدرآباد دکن گیا تو انسے بھی انکے اکثر حالات معلوم ہوتے رہے اور جناب مولوی سید تصدق حسین صاحب مہتمم کتب خانہ آصفیہ نے

انکا ہمیشہ ذکر رہا کرتا تھا اور مسٹر حیدری بھی انکے بہت ہی مداح تھے اور کچھ حالات میرے معزز دوست خواجہ کمال الدین - بی - اے - ایل - ایل - بی نے بھی بیان کیے تھے

غرض اس بیان سے یہ ہے کہ مجھے ان سے کیونکر تعارف حاصل ہوا اور انکی خدمت مین بذاتہ کتنا قرب مجکو حاصل تھا اور کن کن حضرات کے ذریعہ سے مجکو انکے حالات معلوم ہوے تاکہ معلوم ہو جائے کہ جو مین ان مرحوم کے متعلق لکھنے والا ہون وہ کہان تک قابل سند ہو سکتی ہے -

ادب - جناب مولانا مرحوم عربی علم ادب کے بہت بڑے جاننے والے تھے انکی ذات اس فن خاص مین ایک مخصوص پایہ رکھتے تھے انکو عربی ادب سے قدرتًا مناسبت تھی اور اُسکے رموز و دقائق سمجھنے مین انکو خاص مہارت تھی انکی عربی تحریر نہایت پر لطف اور شیرین ہوتی تھی وہ حماسہ کا یہ شعر بہت محظوظ ہو کر پڑھا کرتے تھے

المت نحیتہ ثم قامت فودعت فلما تولت کادت النفس تزھق

اور امراؤالقیس کے قصیدہ معلقہ کا یہ شعر بھی اکثر انکی زبان پر جاری رہتا تھا -

مکر مفر مقبل مدبر معًا کجلمود صخر حطہ السیل من عل

انکی یادگار روزگار کتاب فقہ اللسان اور اسکا المقدمہ جو زبان عربی مین ہے اور نولکشور کے مطبع مین طبع ہو کر تین بڑی جلدون مین شائع ہوئی ہے وہ علم لغت مین ایک معتدبہ اضافہ ہے اور اسکو مینے ایک دفعہ بالاستیعاب باے بسم اللہ سے تاے تمت تک بغور مطالعہ کیا ہے اور اب بھی اکثر مختلف مقامات سے دیکھتا رہتا ہون وہ کتاب انکے اعلی کمال کا ادنی نمونہ ہے اور اسمین انھون نے جس خاص امر کی رعایت کی ہے اور جس کو کسی جگہ فراموش نہین کیا وہ ایک تحقیق جدید ہے جو ہمیشہ بڑے بڑے ماہرین علم ادب کے نظرون سے پوشیدہ رہی اور قدرت نے صرف مولانا کے

ذہن وقاد وطبع نقاد کو ودیعت فرما کر مخصوص کر دیا ہے یعنی لغات کا اسکے اصلی اصوات سے استخراج کرنا۔ جہان تک میرا خیال ہے مین یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہون یہ بات خاص انھین کے حصہ کی تھی اور تمام کتب ماضیہ واسفار سالفہ اس تحقیق جدید سے تقریبًا بالکل معرّٰی اور مبرّٰی ہین اور ہر عربی دان شخص کو اس کتاب کا اقلاً ایک نسخہ ضرور رکھنا چاہیے۔

یہ کتاب ہے یا علم ادب کا ایک ناپیداکنار دریاے ذخار اور عربی لغۃ کا سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ یَلِیْقُ اَنْ یُکْتَبَ بِالنُّوْرِ عَلٰی وَجَنَاتِ الْحُوْرِ (وہ اسکے مستحق ہے کہ دوات نور سے رخسار ان حور پر لکھی جائے۔)

فقہ۔ وہ علم فقہ مین اور قوانین اسلام مین بھی ایک ید طولیٰ رکھتے تھے اور انکی قابلیت اس علم مین بھی مسلمہ تھی انکے ہائیکورٹ کے فیصلہ اور مرافعات کی پیروی مین جو انکی بحثین اسلامی قوانین کے متعلق ہین انسے اعلیٰ قابلیت کا پتہ ملتا ہے خصوصًا کتاب المرآۃ جو فقہ کی نہایت مستدل و مدلل کتاب ہے جو انکے زمانہ حیات مین تکمیل و شائع نہ ہو سکی اور جسکے تکمیل و شایع کرنیکی خدمت مہاراجہ محمد علی محمد خان صاحب بہادر محمود آباد نے اس حقیر کو تفویض فرمائی ہے وہ مسلمانونکی لیے مایۂ ناز و قابل فخر کتاب ہو گی اور دیکھنے والا سمجھ سکے گا کہ علامہ مصنف نے اسکی کس جان فشانی و عرق ریزی سے بنیاد ڈالی اور کیسے عمدہ اصول و مبانی پر اسکے موضوعات بحث کو رکھا ہے یہ کتاب ہے یا زمانہ ماضی و حال کی فقہی تحقیقات کا در شاہوار یا رموز و نکات فقہیہ کا عرش معلےٰ ہے۔

فلسفہ۔ وہ فلسفہ قدیم و جدید مین کامل دستگاہ رکھتے تھے فلسفہ جدید و قدیم کا کافی مطالعہ کیا تھا قوشجی ملا علامہ محقق و شیخ کی کتب اور صدرا کے اسفار اور داماد کے مصنفات کو اکثر دیکھا کرتے تھے اور فلسفہ جدیدہ مین ہربرٹ سپنسر کے تحقیقات و مصنفات سے انکو خاص دلچسپی تھی

اور اونھون نے فلسفہ جدید و قدیم کا تقابل بھی کیا تھا۔ وہ فلسفہ قدیم کو ایک پرانی اور بوسیدہ عمارت سے تعبیر کیا کرتے تھے اور اسکے قضیات سے کے نتائج کو "نسیج عنکبوت" فرمایا کرتے تھے لیکن باوجود اسکے وہ انکے بعض مُمہّد اصول و کلیات کے چوکھٹ پر سر بسجود خم کرتے تھے انکی کتاب امور عامہ اس فن مین ایک یادگار ہے جو طول ممل اور ایجاز مخل سے مبرا ہو کر اقَلُّ مبحثًا و اکثرُ مقصدًا اور خیرُ الکلامِ ما قلَّ و دلّ کا صحیح مصداق ہے اس کتاب مین دریا کو کوزہ مین نہین بلکہ قطرہ مین بند کیا ہے یہ لعاب موتیون نہین تولنے کے قابل ہے لیکن فلسفہ جدید وہ کہان تک جانتے تھے اسکو مین خود نہین سمجھ سکتا ہون کیونکہ مین سنے فلسفہ جدید کا ایسا مطالعہ نہین کیا ہے کہ انکی قابلیت کا قابل وثوق صحیح اندازہ کر سکون لیکن مینے اکثر ماہرین فلسفہ جدید سے سنا ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ علاوہ جرمنی کے یورپ مین بھی ایسے کم فلسفہ دان افراد ہین اور صحیح معنی مین یہ ہی اسپنسر کے شاگرد رشید ہو سکتے ہین انھون نے تیس برس تک برابر اسپنسر کے فلسفہ کا بہت انہماک سے مطالعہ کیا تھا۔

اخلاق۔ بسبب پابندی معالی اخلاق و محاسن عادات کے انکے نفس قدسیہ مین ایسا ملکہ راسخہ پیدا ہو گیا تھا جس سے انکی ذات سے وہ ہی امور صادر ہوتے تھے کہ جو ایک کامل الاخلاق آدمی سے صادر ہونا چاہئین مینے بہت اچھے مستند بزرگون سے سنا ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ائمہ اثنا عشر علیہم السّلام کے اخلاق کی جھلک اگر علماء کے گروہ مین سے کسی مین پائی جاتی ہے تو وہ صرف مولوی کرامت حسین ہین علم اخلاق مین انکی کتاب علم الاخلاق نہایت جامع اور مستند کتاب ہے اسکے متعلق بعض کا یہ قول ہے کہ اگر وہ مسلمان نہوتے اور کسی دوسرے مذہب سے اونکا تعلق ہوتا تو اونکی یہ کتاب مثل مسلمانون کے قرآن کے سمجھی جاتی

تقریر چونکہ انکا دماغ فلسفہ قدیم وجدید کا دریا تھا اسی وجہ سے انکی تقرون
مین وہ مضامین شاعری و استدلالات خطابی وسفسطی نہ ہوتے تھے جو ایک
خطیب اور واعظ کے لیے لازم ہین جس کی بغیر وہ عام مستمعین پر کافی اثر نہین ڈال
سکتا ہے اور انکے جذبات ہیجان مین نہین لاسکتا ہے لہذا انکا بیان نہایت
پر مغز اور انکی تقریر تمام فلسفہ کا لب لباب ہوتی تھی اور انکا موعظہ نہایت مستدل اور
مبرہن ہوتا تھا اسی وجہ سے انکی تقریر کا اثر بافہم و باعلم حضرات پر بہت زیادہ ہوتا تھا
اور جہلا اس سے محروم رہتے تھے اور جیساکہ انکی تحریر خواہ وہ عربی ہو یا فارسی یا اردو
یا انگریزی ہمیشہ مختصر ومفید اور حشو و زوائد سے بالکل پاک رہتی تھی اور
معدن فصاحت و کان بلاغت ہوتی تھی اسی طرح سے انکی مختصر تقریر معانی و مطالب کا
لبریز دریا ہوتا تھا انکی وہ تقریر جو سید الشہدا حسین ابن علی علیہما السلام کے حالات
مین بمقام لکھنؤ رفاہ عام انھون نے بیان کی تھی وہ قابل شنید ہے بلکہ نہ دیدہ
ہے نہ شنیدہ ہے اور سالانہ جلسہ مسلم لیگ منعقدہ لکھنؤ مین تقریر کی تھی جو ایک
رسالہ کی صورت مین جسکا نام افراد کاسیہ ہے وہ بھی یادگار ہے۔

خلاصہ - غرضکہ مولانا مرحوم ایک جامع کمالات و مستجمع صفات بزرگ تھے
میرا ایسا کوتاہ رقم وشکستہ قلم ان ایسی ذات حمیدہ صفات کے حالات کو نہین
لکھ سکتا انکو جس حیثیت سے دیکھیے لاجواب و عدیم النظیر تھے کوئی ایک یا دو فن
کا ماہر ہوتا ہے تو اسپر اسکو خود کو اور اسکی قوم و ملک کو ناز ہوتا ہے لیکن اس ذات کو
جس حیثیت سے دیکھیے ایک ناپیداکنار دریا معلوم ہوتا ہے الہیات و ریاضیات
و معقولات و منقولات بلکہ ہر ایک علم و فن کے جس شعبہ مین دیکھیے وحید عصر
و علامہ دہر معلوم ہوتے تھے۔

شعر

زپائے تا بسرش ہر کجا کہ مے نگرم کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

اور اگرمین عراق عرب وعجم کے اکابر علماء سے جنکے محافل ومجالس وحوزہ درس مین حقیر کو دس برس تک شرف حاصل کرنے کا موقع ملا ہے تقابل کرون تو باستثناء حضرت استاد سماء الفنون واسطوانۃ العلوم کالعلامۃ الثانی والمعلم الثالث علامہ طباطبائی بے کوئی دوسرا باخلاق ذوالریاستین جامع کمالات نظر نہین آتا۔ اور وہ بھی انکے صحیح مد مقابل نہین ہو سکتے ہین۔ اسمین کوئی شک نہین کہ وہ مرحوم خود ہی اپنی نظیر تھے مجھکو اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ایسا شخص صدیون کے بعد پیدا ہوتا ہے اور صرف مادر ہند نہین بلکہ مادر گیتی مدت دراز تک ایسے فرزند پیدا کرنے سے عقیم رہے گی۔

انکے حالات زیادہ تر دو شخصون سے ملتے تھے ایک حکیم سقراط کہ جو قبل اسلام تھا اور دوسرے حکیم الاسلام امیرالمومنین علی ابیطالب علیہ السلام جنکے قدم بقدم سچائی اور حق گوئی مین چلنے کی وہ ہمیشہ کوشش کرتے تھے اور یہ ہے انکا نصب العین تھا۔

اس موقع پر مجھکو نہایت افسوس کے ساتھ اسکا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مین اس تحریر مین دو باتون پر کافی روشنی نہین ڈال سکتا۔ ایک انکے وہ علوم مغربی جن مین انکو مہارت تام ودستگاہ کامل حاصل تھی کیونکہ مجھہ مین ایسی قابلیت علوم مغربیہ کی نہین ہے کہ اپنی کوئی ناچیز راے پیش کرسکون لیکن انشاء اللہ بعد تکمیل علوم مغربیہ جنکی تحصیل مین مین بدل وجان منہمک ہون اپنا چند قلم کو گردش دونگا۔

دوسرے انکے مذہبی اعتقادات کے متعلق مجھے وقت نہین کہ عرض کرسکون لیکن یہ مین یقین ووثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ وہ شیعہ اثنا عشری ضرور تھے البتہ انکے بعض اعتقادات عوام جہال شیعہ کے اعتقادات کے مطابق نہ تھے

وفات

ماکان هلکه هلک واحد

لکنه بنیان قوم هدما

(انکا مرنا صرف اکیلے کا مرنا نہ تھا بلکہ قوم وملک کی چولیں ہل گئیں)

افسوس صد ہزار افسوس ایسا شخص فلک کجرفتار و زمانہ ناہنجار نے لے لیا

اے زمانہ تو کسقدر بے وفا اور بے مروت ہے - فقط

خاکسار

(مرزا) محمد باقر علی (خان) نجفی

(منشی فاضل مولوی فاضل - فخر الافاضل پروفیسر وپنشنر - ام - اے - او - کالج علیگڈہ

وممبر اسپشل ٹکس بک کمیٹی ممالک متحدہ آگرہ واودھ)

۷۸۶

تصنیفات جناب مولانا کرامت حسین صاحب

(۱) رساله نجاست طعام

(۲) حکایات سلیس فارسی

(۳) رساله وضع وتعریب عربی

(۴) Gift (Mohammedan Law) هبه

(۵) Right and Duty, Indian Press, Allahabad. (رائٹ اینڈ ڈیوٹی)

(۶) The Science of Law, City Press, Allahabad. (دی سائنس آولا)

(۷) The Imitative Origin of Primary Arabic Roots. (دی امیٹیٹیو اریجن آوپرائمری عربک روٹس)

(۸) Court's Power to reduce Dower. (کورٹس پاور ٹو رڈیوس داور)

(۹) Wife's knowledge unnecessary in Hanafi Divorce. (وائفز نولج ینڈیسیسری ان حنفی ڈورس)

(۱۰) Childless Shia Widow and Akar. (چائلڈیس شعیه وڈو اینڈ عقار)

(۱۱) A Scheme for the Progress of Mohammedans (اے اسکیم فار دی پراگرس آو محمدنز)

(۱۲) Draft Address on Muslim Education (ڈرافت اڈریس اون مسلم اجیوکیشن)

(۱۳) Opinion on the Education of Muslim Girls. (اپنئین اون دی اجوکیشن او مسلم گرلز)

(۱۴) فقه اللسان مع المقدمه سجاد عربی مطبع نولکشور

(۱۵) رساله فی الامور العامه

(۱۶) مکاتیب عربیه

(۱۷) علم الاخلاق فارسی مطبع خل انڈیا اسلامی پرنٹنگ ورکس لکھنؤ

(۱۸) علم الاخلاق اردو مطبع نولکشور

(۱۹) رساله تعلیم نسوان اردو

(۲۰) افراد کا مجموعه مطبوعه تصویر عالم پریس لکھنؤ

(۲۱) الدین والدنیا اردو

(۲۲) تاریخ حضرت سیده علیها السلام اردو

(۲۳) حالات حضرت امام حسین علیه السلام اردو

(۲۴) سچا عقیده اردو

(۲۵) لکچر تعلیم نسوان اردو

(۲۶) مقدمه میر عون علی بنام باو بنکم مین رائے وانگریزی